الصرف ام العلوم والنحو ابوها

علم صرف علوم کی ماں ہے اور نحو باپ!

شرح

پنج گنج

از

فخر المحدثین حضرت علامہ فخر الدین احمد صاحب مراد آبادی قدس سرہ

شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم دیوبند

ترتیب وتکمیل

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ

استاذ حدیث دار العلوم دیوبند

مکتبہ حجاز دیوبند ضلع سہارن پور یوپی

طارق

از

فخر المحدثین حضرت علامہ فخر الدین احمد صاحب مراد آبادی قُدِّسَ سرُّہٗ
شیخ الحدیث و صدر المدرسین دار العلوم دیوبند

ترتیب و تکمیل

از

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری
استاذ حدیث دار العلوم دیوبند

سول ایجنٹ

مکتبہ وحیدیہ دیوبند ضلع سہارن پور، یوپی

نام کتاب : گنجینۂ صرف شرح پنج گنج

مصنف : حضرت فخر المحدثین علامہ سید فخر الدین احمد صاحب مرادآبادی قدس سرہٗ شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم دیوبند

ترتیب وتکمیل : حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری استاذ دار العلوم دیوبند

صفحات : ۲۵۶

تاریخ اشاعت : شعبان ۱۴۱۸ھ مطابق دسمبر ۱۹۹۹ء

ناشر : مکتبہ حجاز دیوبند ضلع سہارنپور۔ یوپی

کمپیوٹر کتابت : نواز پبلی کیشنز دیوبند

طباعت : کلاسیکل پرنٹنگ پریس چاوڑی بازار دہلی ۶

بائنڈنگ : ربانی انٹرپرائزز، لال کنواں، کٹرہ شیخ چاند، دہلی ۶

سول ایجنٹ

مکتبہ وحیدیہ دیوبند ضلع سہارنپور۔ یوپی

مختصر فہرست مضامین

مفصل فہرست مضامین

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد المرسلين، وعلى اله وأصحابه أجمعين،

أما بعد: آج سے پچاس سال پہلے ۱۳۶۹ھ میں، جبکہ راقم الحروف کی عمر پانچ سال کی رہی ہو گی، حضرت الاستاذ فخر المحدثین علامہ سید فخر الدین احمد صاحب مراد آبادی قدس سرہ، سابق شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم دیوبند (متوفی ۱۳۹۲ھ) نے صاحب زادۂ محترم جناب مولانا حکیم معین الدین صاحب کے لئے، نیز دیگر نونہالان قوم کے لئے، مشہور درسی کتاب **پنج گنج** کی اردو شرح لکھی تھی، جو طویل عرصہ سے میرے پاس محفوظ تھی، مجھے شرح کا مسودہ حضرت کے تلمیذ خاص جناب مولانا ریاست علی صاحب بجنوری زید مجد ہم استاذ حدیث دار العلوم دیوبند سے حاصل ہوا تھا۔ میں نے یہ مسودہ مولانا بجنوری سے اشاعت کے وعدہ پر لیا تھا۔ چنانچہ القول النصیح جلد دوم اور مفتاح العوامل شرح شرح مأة عامل کے بعد اب اس کو منظر عام پر لا رہا ہوں۔ مجھے اس شرح کے لئے عربی فارسی کا کوئی مقفّی موزوں نام نہیں مل سکا، اس لئے میں نے اس کتاب کا نام **گنجینۂ صرف** تجویز کیا ہے یہ نام اصل نام کا ایک گونہ ترجمہ بھی ہے اور کتاب کی تمام حقیقت بھی ہے اس لئے

کہ کتاب فن صرف کی قیمتی معلومات کا بیش بہا خزانہ ہے ایک نہیں بلکہ پانچ خزانے، اور حضرت شارح قدس سرہ کی تحقیقات نے تو اس میں چار چاند لگائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مصنف اور شارح کو امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائیں (آمین)

اس شرح کا مسودہ بھی ترتیب و تکمیل کا محتاج تھا، متعدد جگہ حضرت الاستاذ نے جگہ خالی چھوڑدی تھی، جس کی تکمیل ضروری تھی، نیز مسودہ قدیم طرز کے مطابق مسلسل لکھا ہوا تھا، عنوانات تھے نہ پیراگراف، جبکہ کتاب سے بسہولت استفادہ کے لئے یہ چیزیں ضروری تھیں۔ اس لئے میں نے پورا مسودہ ازسر نو لکھا، جہاں مضمون نا تمام تھا، مکمل کیا، پیرگراف بنائے اور عناوین کا اضافہ کیا تاکہ کتاب آسان تر ہو جائے۔ میں نے اس شرح میں جو کام کیا ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) حضرت نے متن کا ترجمہ نہیں کیا تھا، البتہ مطلب اس طرح لکھا تھا کہ ترجمہ مفہوم ہو جاتا تھا مگر مبتدی کے لئے اس میں دشواری تھی اس لئے حسب ضرورت میں نے "ترجمہ" کے عنوان سے عبارت کا ترجمہ بڑھایا ہے۔ اور جہاں "ترجمہ و مطلب" کا عنوان ہے وہ حضرت ہی کی عبارت ہے۔

(۲) مسودہ میں جہاں خالی جگہ چھوڑدی گئی تھی یعنی مضمون نا مکمل تھا، وہاں میں نے مضمون کی تکمیل کی ہے۔ اور یہ اضافہ بین القوسین رکھا گیا ہے۔ البتہ بین القوسین کی سب عبارتیں میری نہیں ہیں۔ الفاظ کے جو ترجمے بین القوسین ہیں وہ حضرت ہی کے ہیں۔

(۳) بعض جگہ میں نے کتاب میں فوائد کا اضافہ لیا ہے۔ یہ اضافہ بھی بین القوسین رکھا گیا ہے۔

(۴) تمام حواشی مرتب کتاب کے ہیں، صرف ایک حاشیہ حضرت رحمہ اللہ کا ہے، جس کے آخر میں (۱۲ منہ) لکھا ہوا ہے۔

(۵) عنوانات میں نے عام طور پر حضرت ہی کی عبارت سے ابھارے ہیں، کہیں حضرت کی عبارت سے اخذ کئے ہیں اور بعض جگہ بوقت ضرورت اپنی طرف سے بھی بڑھائے ہیں۔

غرض اپنی بساط کی حد تک محنت کرنے میں، میں نے کمی نہیں کی۔ اب کتاب جیسی کچھ ہے آپ کے سامنے ہے۔ اگر اس میں کوئی خوبی ہے تو وہ حضرت الاستاذ کا فیض علم ہے اور اگر دوسری بات ہے تو وہ اس ہیچ میرز کی علمی فرومایگی کا نتیجہ ہے، اللہ ستار العیوب میری پردہ داری فرمائیں (آمین)

حضرت الاستاذ علامہ فخر الدین احمد قدس سرہ صرف فن حدیث میں یگانۂ روزگار نہیں تھے، بلکہ تمام علوم وفنون میں دستگاہِ کامل رکھتے تھے۔ اور علم صرف تو خاص طور پر آپ کی دل چسپی کا موضوع تھا۔ علم الصیغه، پنج گنج، جار بردی، نغزك، رضی شرح شافیه وغیرہ کتابیں آپ کے نوک زباں تھیں۔ اس شرح میں بھی آپ کو اس کی ایک جھلک نظر آئے گی بلکہ فن میں آپ کی عبقریت کا پورا اندازہ ہو جائے گا۔ شرح میں جابجا آپ نے مصنف رحمہ اللہ پر گرفتیں کی ہیں اور بہت وزنی اعتراضات کئے ہیں۔ آپ نے اس شرح میں معتبرات فن کی مدد سے بہت سی مفید تحقیقات کا اضافہ بھی کیا ہے، جو کتاب کا نہایت قیمتی مواد ہے۔ اور حلِ کتاب میں تو کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ اور خاص بات یہ ہے کہ کلام حشو وزوائد سے بالکل پاک ہے، نہ اس میں اختصار مخل ہے، نہ تطویل ممل! نہایت صاف واضح عبارت میں مشکل سے مشکل قواعد و تعلیلات سمجھائی ہیں، اللہ تعالی اس کتاب کو قبول فرمائیں۔ امت کو فیض پہنچائیں اور حضرت قدس سرہ کیلئے صدقۂ جاریہ بنائیں۔ (آمین)

پنج گنج کے مصنف کے احوال معلوم نہیں ہیں بلکہ صحیح تعین بھی نہیں ہے بعض حضرات اسے شیخ سراج الدین اودھی صاحب ہدایۃ النحو کی

تصنیف بتلاتے ہیں اور بعض شیخ صفی الدین ردولوی کی، میزان الصرف بھی شیخ سراج الدین اودھی کی بتلائی جاتی ہے مگر صحیح تعین نہ ہونے کی وجہ سے "احوال مصنف" نہیں لکھے گئے، اسی طرح ان کی کتاب فاتحۃ المصادر کا حال بھی معلوم نہیں، البتہ پنج گنج کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مصنف محقق آدمی ہے اور فن صرف کے مسائل پر محققانہ نظر رکھتا ہے، اگرچہ انکی بعض آراء قابل تنقید ہیں۔ اور حضرت الاستاذ نے شرح میں ان پر نقد بھی کیا ہے، مگر یہ بشری خاصہ ہے، فی نفسہٖ مصنف ایک لائق و فائق شخصیت ہیں اللہ تعالی امت کی طرف سے مصنف رحمہ اللہ کو جزائے خیر عطا فرمائیں اور اس شرح کو بھی قبول فرمائیں اور نونہالانِ امت کو اس چشمۂ فیض سے سیراب کریں۔

وصلی اللہ علی النبی الکریم ، والحمد للہ رب العالمین

سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری

خادم دار العلوم دیوبند

۱۳/ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ
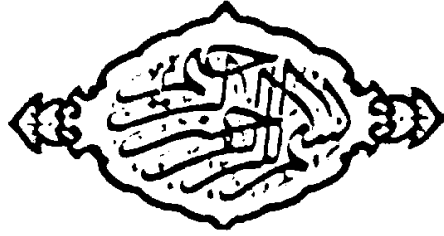
الحمدُ للّٰہ علی ماخلَقَ الإنسانَ، وأَنْطَقَ له اللسانَ، بکلماتٍ مُؤْتَلِفَةٍ من لغات مُخْتَلِفَةٍ، لِیُعَبِّرَ بها عمأ فی الصُّدور من الحاجات، فی مَجَارِی الأُمورِ والعاداتِ

ترجمہ: حمد اللہ کے لئے خاص ہے اس بنا پر کہ اس نے انسان کو پیدا کیا۔ اور اس وجہ سے کہ اس نے انسان کی زبان کو گویائی بخشی، ایسے کلمات کے ساتھ جو مرکب ہیں مختلف قسم کی بولیوں سے، تاکہ کھول کر بتاسکے ان کے ذریعہ ان تمام چیزوں کو جو اس کے سینہ (یعنی دل) میں از قسم حاجات پیدا ہوتی ہیں۔ کاروبار اور عادتوں کے چلن کی جگہوں میں

تشریح (۱) انسان کو پیدا کیا یعنی اس کو نعمتِ وجود عطا فرمائی کہ وہ تمام کمالات کی اصل اصول ہے، جملہ کمالات مابعد الوجود ہیں۔ وجود نہ ہو تو کوئی کمال کمال نہیں۔ یعنی خالقیتِ مطلقہ، پھر خصوصیت کے ساتھ خالقیت انسان، خدا ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ لہٰذا اس کے مقابلے پر حمد کا مستحق تنہا اسی کی ذات ہوسکتی ہے نہ کہ غیر۔

(۲) کاروبار اور عادتوں کے چلن کی جگہوں میں یعنی نعمتِ وجود کے بعد ایک دوسری عظیم الشان نعمت یہ بخشی کہ انسان کو اپنی زندگی کے مختلف مراحل و منازل میں بسلسلۂ ضروریات زندگی اور رسم و رواج جو حوائج پیش آتے ہیں اور دل ہی دل میں اس کا ایک اجمالی نقشہ قائم کرلیتا ہے اور سوچتا ہے کہ ان تمام حوائج اور ضروریات کا بلاشرکتِ غیر اور بلاامدادِ ابنائے جنس سرانجام پانا ناممکن ہے تو لامحالہ دوسروں سے امداد کی خاطر اظہار مافی الضمیر درکار ہوا تو اگر گویائی کی قوت نہ عطا ہوتی اور اظہار مافی الضمیر کے لئے مرکب الفاظ اور

مختلف جملے اور مختلف بولیوں پر اسے قدرت بخشی نہ جاتی تو کس طرح اپنے دل کی بات دوسروں سے کہتا؟ اور کس طرح دوسروں کی ضروریات کو سمجھ کر اپنا انسانی اخلاقی فرض انجام دیتا؟ تو گویائی کی طاقت اور الفاظ میں اپنے مطلب کے موافق کاٹ تراش کرنے کا ملکہ ایک عظیم الشان نعمت ہوئی جس نے انسان کو تمام حیوانات پر برتری اور تفوق عطا کیا۔ یہ نعمت بھی خدا ہی کی عطا کردہ ہے تو حمد کا مستحق اس کے سوا اور کون ہو سکتا ہے؟

(۳) کلمات مؤتَلِفه اور لغات مختلفه میں براعتِ استہلال بھی ہے یعنی خطبہ کے ان الفاظ میں مقصد کے اشارات موجود ہیں کہ ہمیں آئندہ چل کر انہی الفاظ کی درستی اور ان میں مختلف قسم کے تصرفات سے مختلف اشکال اور صُوَر کا پیدا کرنا ہے تاکہ ماضی، حال، مستقبل ازمان سے متعلق اپنے حوائج کی تقسیم اور اسی کے مطابق اس کی طلب یا اس سے باز رہنا ہو سکے۔

لغات مَجَاری، مَجْرٰی کی جمع ہے، ظرف مکان از باب ضرب یضرب، جَرٰی یجری جَرْیاً (جاری ہونا، بہنا) چوں رَمٰی یَرْمی رَمْیًا ــــــــ امور، امر کی جمع بمعنی کام و حکم ــــــــ عادات، عادۃ کی جمع ہے

والصلٰوۃُ علی رسوله محمدٍ سَیّدِ الْبَشَر، المخصوصِ بِطِیْبِ النَّشَرِ، وعلی اٰله وأصحابه، دُعَاةِ الأنام، وهُدَاةِ الاسلام.

ترجمہ: اور رحمت کاملہ نازل ہوجیو اللہ کے رسول پر جو کہ محمد ہیں، تمام انسانوں کے سردار، جو مخصوص ہیں خوشبو پھیلانے کے ساتھ۔ اور رحمت نازل ہو آپ کے آل و اصحاب پر، جو مخلوق کے داعی ہیں اور دین اسلام کے رہنما ہیں

تشریح: مخصوص ہیں خوشبو پھیلانے کے ساتھ یعنی جس گلی کوچہ سے آپؐ گذرتے وہ کوچہ خوشبو سے مہک جاتا اور اس کی مہک مدتوں قائم رہتی۔ متلاشی حضرات اس خوشبو سے آپؐ کے راستوں کا سراغ لگاتے اور ان پر چل کر آپ کی خدمت میں باریابی کا شرف حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے۔

لغات: آل بمعنی اولاد۔ آپؐ نے فرمایا ہے کہ ہر وہ شخص جو میرے طریق پر ہو گا وہ میری آل میں شمار ہو گا ــــ اصحاب جمع صاحب کی۔ صاحب بمعنی ساتھی یعنی جو لوگ بحالتِ اسلام آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام ہی پر دنیا سے رخصت ہوئے، خواہ یہ صحبت ایک ہی لحہ کی ہو ــــ دُعاۃٌ جمع داعی کی بمعنی بلانے والا ــــ انام: مخلوق ــــ ھُداۃ جمع ھادی بمعنی راہ نما۔

بداں کہ ایں کتابے است مُبوّب و مُفصّل، در تصریف سُخَن عرب کہ جملۂ وے پنج باب ست، ومضمون ہر باب مشتمل بر پنج فصل است، ونام وے پنج گنج ست۔

ترجمہ: جاننا چاہئے کہ یہ ایک کتاب ہے۔ جس کو ابواب اور فصول پر ترتیب دیا گیا ہے۔ اور یہ کلام عرب کی تصریفات سے متعلق ہے کہ وہ کل پانچ باب ہیں۔ اور ہر باب کا مضمون پانچ فصلوں پر مشتمل ہے۔ اور اس کا نام پنج گنج ہے۔

تشریح (۱) مُبوَّب و مُفصَّل یعنی اس کتاب میں مضامین کے تنوع کے لحاظ سے چند باب قائم کئے گئے ہیں اور پھر ان ابواب کے ذیل میں بلحاظ خصوصی مقاصد، جدا جدا فصلیں رکھی گئیں ہیں تاکہ مضمون کے تلاش کرنے یا تعلیم حاصل کرنے میں متلاشی اور متعلّم کو انتشار خاطر نہ پیدا ہو۔ اور ہر مضمون بآسانی اپنے باب کی متعلقہ فصل سے حاصل ہو سکے۔

(۲) در تصریف سخن عرب یعنی لغت عرب میں مختلف تصرفات اور رلوٹ پھیر کے ذریعہ جو مختلف شکلیں حاصل ہوتی ہیں اور مختلف قسم کے معانی اور اغراض پر ــــ جن کا مختلف زمانوں سے تعلق ہوتا ہے ــــ دلالت کرتی ہیں۔

﴿فائدہ﴾ اس عبارت میں علم صرف کی تعریف کی طرف اشارہ بھی ہو گیا اور اس کا موضوع اور غایت بھی معلوم ہو گئی یعنی علم صرف وہ علم ہے جس کے ذریعہ لغات کے تصرفات کا علم حاصل ہو سکے ــــ اور اس کا موضوع یعنی جس کے احوال سے اس علم میں بحث ہوتی ہے، وہ بلحاظِ مقصد لغات عربی ہیں

اور غایت یعنی اس علم کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے صحیح تصرفات کا علم ہوتا ہے اور غلط قسم کے تصرفات سے تحفظ ہو جاتا ہے۔ خوب سمجھ لیں۔

کتاب کی وجہ تسمیہ : پنج بمعنی پانچ۔ گنج: خزانہ یعنی یہ کتاب پانچ خزانوں کا مجموعہ ہے، گویا ہر باب ایک مستقل علمی خزانہ ہے جس کا حاصل کرنے والا پانچ قسم کے علمی خزانوں کا مالک ہو جاتا ہے۔

لغات مُبَوَّب صیغہ اسم مفعول از تبویب باب تفعیل ۔ تبویب: باب باب کرنا۔ مبوب کا ترجمہ ہوا باب وار ـــــ مُفَصَّل اسم مفعول از تفعیل اس کا مصدر تفصیل ہے جس کے معنی جدا کرنے کے ہیں ـــــ تصریف کے معنی گردانیا، گھمانا ـــــ کلام عرب یعنی لغت عرب

باب اول در شناختنِ مجاری صرفِ افعال واسماء و دروے پنج فصل ست۔ فصل اول در ذکر ماضی فصل دوم در ذکر مستقبل، فصل سوم در ذکر امر و نہی فصل چہارم در ذکر اسم فاعل واسم مفعول فصل پنجم در شناختنِ خاصیت بابہا و آنچہ بداں تعلق دارد۔ چوں مضمون ایں باب در فاتحۃ المصادر مقدم شدہ است، دریں محل فرو گذاشتہ شد، تا کتاب دراز نگردد۔

ترجمہ پہلا باب افعال اور اسماء کی گردانوں کے جاری ہونے کے مواقع پہچاننے کے متعلق اور اس میں پانچ فصلیں ہیں۔ پہلی فصل فعل ماضی کے بیان میں دوسری فصل فعل مضارع کے بیان میں تیسری فصل فعل امر اور فعل نہی کے بیان میں چوتھی فصل اسم فاعل اور اسم مفعول کے بیان میں پانچویں فصل ابواب کی خاصیتوں کے پہچاننے میں اور وہ باتیں جو اس سے تعلق رکھتی ہیں۔ چونکہ اس باب کا مضمون فاتحۃ المصادر میں پہلے آچکا ہے اس لئے اس جگہ چھوڑ دیا گیا تا کہ کتاب لمبی نہ ہو جائے۔

تشریح (۱) گردانوں کے جاری ہونے کے مواقع پہچاننے کے متعلق یعنی کس کس طریقہ سے اور کہاں کہاں افعال اور اسماء کے تصرفات چلتے ہیں ـــــ

اس کے بعد اس باب کی فصول خمسہ کے عنوانات مذکور ہیں کہ ایک فصل میں ماضی کا بیان ہے تو دوسری فصل میں مستقبل کا الخ

(۲) چوں مضمونِ ایں باب الخ یہاں سے ایک شبہ کا جواب دیتے ہیں کہ کتاب کے پانچ باب قائم کئے اور ہر باب میں پانچ فصلوں کا حوالہ دیا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اس کتاب میں باب اول کی فصول کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ البتہ خاصیات ابواب مختصر طور بر بعنوان فصل پنجم (۱) مذکور ہیں (اس کی کیا وجہ ہے؟)

جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ اس باب کے مضامین ہماری کتاب فاتحۃ المصادر میں گذر چکے ہیں لہٰذا اس کتاب میں چھوڑ دیئے گئے ہیں تا کہ خواہ مخواہ کتاب دراز نہ ہو جائے۔

باب دوم در شناختنِ اجناس اسماء وافعال، وصرف آں۔ ودریں باب پنج فصل ست۔

ترجمہ: دوسرا باب اسماء وافعال کی جنسوں کے پہچاننے میں اور ان کی گردان میں۔ اور اس باب میں پانچ فصلیں ہیں۔

تشریح: اجناس جنس کی جمع۔ افعال اور اسماء کی جنسوں کی شناخت میں کہ یہ افعال واسماء از جنس مہموز ہیں یا ناقص، اجوف ہیں یا مضاعف اور ان میں تصرفات کے اصول و قواعد جن سے کلمہ ایک شکل چھوڑ کر دوسری مناسب شکل اختیار کرتا ہے۔

فصل اول در کمیت اجناس ومعرفت آں۔ بداں کہ جملہ افعال متصرفہ واسمائے مُتَمَکّنہ بر چہار گونہ است: صحیح ومہموز ومعتل ومضاعف۔

ترجمہ: پہلی فصل جنسوں کی مقدار میں اور اس کی پہچان میں۔ جان تو کہ تمام افعال متصرفہ اور اسمائے متمکنہ چار قسموں پر ہیں۔ صحیح، مہموز، معتل اور مضاعف۔

---

(۱) یعنی باب دوم کی فصل پنجم میں۔

تشریح(۱) کَمْ بمعنی مقدار۔ کَمیّت: چند کی، شمار، گنتی یعنی افعال واسماء میں کل کتنی اجناس ہیں اور ان میں معرفت یعنی ہر ہر جنس کی جداگانہ تعریف جس سے اس کی شناخت ہو سکے۔

(۲)افعال متصرفہ یعنی قابل تصرف افعال کہ جن سے ماضی، مضارع، امر بنتے ہوں ـــــــ اس کے مقابلہ پر وہ افعال ہیں جن میں یہ تینوں قسم کے تصرفات نافذ نہیں ہوتے جیسے عسیٰ اور کَرَبَ کہ ان کا مضارع اور امر مسموع نہیں۔اور یَذَرُ، یَدَعُ کہ ماضی مسموع نہیں۔

اس کا مقصد(۱) یہ ہے کہ علمائے صرف کا مطمح نظر زیادہ تر وہی افعال ہیں جن میں مختلف قسم کے تصرفات جاری ہوتے ہیں اور مختلف طُرُق تعلیل سے ان میں بہت سی متفاوت شکلیں بنتی ہیں ـــــــ افعال غیر متصرفہ اگرچہ مہموز، معتل، مضاعف ہوتے ہیں اور ان میں بھی ان قواعد کا عمل ہوتا ہے مگر وہ جزوی تصرفات ہیں زیادہ قابل اعتنا نہیں ہیں۔

ہمارے خیال میں یہ بہتر نظر آتا ہے کہ "متصرفہ" کو صفت واقعی(۲) قرار دیا جائے اس کو احترازی قید نہ بنایا جائے اور "تصرف" میں تعمیم کرکے ان افعال کو بھی شامل کرلیا جائے جن سے صرف ماضی یا صرف مضارع اور امر مسموع ہوئے ہیں یعنی وہ افعال جو کسی نہ کسی تصرف کا محل ہوتے ہیں وہ تمام (لے لئے جائیں)

(۳)اسمائے متمکنہ یعنی وہ تمام اسماء جو ہر قسم کا اعراب قبول کرنے کے لئے اپنے کو تیار رکھتے ہیں ـــــــ اس سے (یعنی متمکنہ کی قید سے) اسمائے

---

(۱)یعنی افعال کے ساتھ مصنف نے متصرفہ کی قید اس لئے لگائی ہے کہ الخ

(۲)صفت واقعی سے مراد وہ صفت ہے جو کسی چیز میں پہلے سے موجود ہو، صفت صرف وضاحت کے لئے لائی گئی ہو، جیسے انسان عاقل میں عاقل صفت واقعی ہے لہٰذا اگر کوئی انسان عاقل نہیں ہے تو بھی وہ انسان ہے کیونکہ عاقل کی قید احترازی نہیں ہے، واقعی ہے۔اسی طرح افعال میں متصرف ہونے کی حالت پہلے ہی سے موجود ہے اس کو واضح کرنے کے لئے "متصرفہ" کی قید بڑھائی گئی ہے یہ قید احترازی نہیں ہے کہ اس کے ذریعہ افعال غیر متصرفہ عسی وغیرہ کو نکالنا مقصود ہو ۱۲۔

غیر متمکنہ ——— جو ایک ہی رنگ پر قائم رہنے والے ہیں، وہ عوامل کے دخول سے کسی حال اپنا رنگ نہیں چھوڑتے، جیسے مبنیات اور غیر منصرف اسماء کہ وہ کسرہ اور تنوین کو قبول نہیں کرتے ——— نکل گئے، کیونکہ صرفی کا ایسی چیزوں سے کوئی تعلق نہیں یہ تو صرف ان چیزوں سے بحث کرتے ہیں جن میں تصرفات کی تاثیر ہو، اور ان میں بلحاظ معنی مختلف شکلیں پیدا ہو سکیں، جیسے فَاعِلٌ، مفعولٌ، مَفْعَلٌ، مِفْعَلٌ، اَفْعَلُ، فُعْلیٰ، فُعَلٌ یہ مختلف اشکال جو علحدہ علحدہ معانی کی حامل ہیں۔ پھر ہر ایک میں ان کے صیغوں کا تنوع، یہ سب ایک فا، عین، لام کے مادہ میں موجود تھیں، صرفیین نے ان کے اِسْتِخْرَاجْ کے طریقے اور ان کے اصول بتائے اور ان اصول کے مطابق جانچ کر ان کی باقی رہنے والی صورتیں متعین کیں اور اس کے خلاف صورتوں کو یا غلط قرار دیا یا ان کو شاذ بتایا بہر حال ان کا مطمح نظر افعال واسماء میں تصرفات کا مسئلہ ہے جو چیزیں قابل تصرف نہیں مثلاً حروف کہ وہ جس جس حال پر ہیں اس سے بدلتے نہیں یا وہ افعال واسماء جن میں تصرفات اس درجہ محدود اور قلیل ہیں کہ وہ نہ ہونے کے حکم میں ہیں، جیسے اسمائے غیر متمکنہ یا بخیال مصنف رحمہ اللہ عَسیٰ، کَرَبَ، یَذَرُ وغیرہ ان سے بحث کا کوئی تعلق نہیں واللہ اعلم۔

غرض افعال متصرفہ اور اسمائے متمکنہ چار قسم کے ہوتے ہیں: صحیح، مہموز، معتل، مضاعف۔

امّا صحیح آں باشد کہ حرفے از حروف اصلی وے حرفِ علت، وہمزہ، ودو حرفِ صحیح وے ازیک جنس نباشد، چوں ضَرَبَ وَبَعْثَرَ وَرَجُلٌ وَجَعْفَرٌ وَسَفَرْجَلٌ.

ترجمہ رہا صحیح تو وہ ہوتا ہے کہ اس کے حروف اصلی میں سے کوئی حرف حرف علت اور ہمزہ اور اس کے دو صحیح حرف ایک طرح کے نہ ہوں، جیسے ضرب الخ

تشریح: صحیح وہ ہے جس کے اصلی حروف میں کا کوئی حرف نہ تو ہمزہ ہو اور نہ حرف علت ہو اور نہ اس میں دو حرف ایک جنس کے ہوں۔
حروف اصلی: یعنی مادے کے حروف جو فا، عین، لام کی جگہ واقع ہوں۔ ایسے حروف ثلاثی میں تین اور رباعی میں چار ہوں گے۔ اس کے سوا جملہ حروف زوائد کہلاتے ہیں اب تم سمجھ گئے ہو گے کہ یَضْرِبُ، ضَارِبٌ مَضْرُوْبٌ، اِضْرِبْ یہ سب صحیح ہیں حالانکہ یضرب میں یا اور ضارب میں الف اور مضروب میں واو حروف علت ہیں اور اضرب میں ہمزہ موجود ہے مگر یہ کلمہ کے حروف اصلی نہیں ہیں۔ بلکہ زوائدات ہیں جو خاص خاص معانی حاصل کرنے کی غرض سے اضافہ ہوئے ہیں۔
دیکھو، ہم نے جو اصلی اور غیر اصلی حروف کی میزان قائم کی تھی جب اس میں تولا تو اصلی حروف صرف ضاد، را، با نکلے۔ یضرب چوں یَفْعِلُ یا، فاعین، لام سے مقدم ہے ان کی جگہ پر نہیں ہے۔ ضارب = فَاعِلٌ، مضروب = مفعولٌ، اِضْرِبْ = اِفْعِلْ ان تمام میں حروف علت اور ہمزہ فا عین لام کے بالمقابل نہیں ہیں بس یہی کلمہ کے صحیح ہونے کی شناخت ہے اسے یاد رکھو۔
قوله: چوں ضرب و بعثر الخ بَعْثَرَ: برانگیختہ کیا جعفر نام ہے۔ جعفر کے معنی (۱) چھوٹی نہر (۲) گدھا (۳) شخص مسمّی بہ جعفر سفر جل: بہی پھل ـــــ اول کی دو مثالیں فعل کی ہیں جن میں پہلی مثال فعل ثلاثی کی ہے اور دوسری فعل رباعی کی۔ فعل خماسی نہیں ہوتا ـــــ آخر کی تین مثالیں اسم کی ہیں بترتیب مذکور اول ثلاثی دوم رباعی سوم خماسی۔

و مہموز آں باشد کہ حرفے از حروف اصلی وے ہمزہ باشد، و آں بر سہ نوع است مہموزِ فا چوں اَمَرَ و اَمْرٌ و مہموزِ عین چوں سَأَلَ و رَأْسٌ و مہموزِ لام چوں قَرَأَ و کَلَاٌ

ترجمہ اور مہموز وہ ہوتا ہے کہ اس کے حروف اصلی میں سے کوئی حرف

ہمزہ ہو۔ اور مہموز تین طرح کا ہوتا ہے (۱) مہموز فا جیسے اَمَرَ اور اَمْرٌ (۲) مہموز عین، جیسے سَأَلَ اور رَأْسٌ (۳) مہموز لام جیسے قَرَأَ اور کَلَأٌ۔

تشریح مہموز وہ ہے جس کے حروف اصلیہ کا کوئی حرف ہمزہ ہو ——— بلحاظ محل وقوع ہمزہ مہموز کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں، جن کے جدا جدا اسماء ہیں۔

(۱) مہموزِ فا جس کا فا کلمہ ہمزہ ہو، جیسے اَمَرَ فعل ماضی بمعنی حکم کیا۔ اَمْرٌ مصدر یا اسم بمعنی حکم کرنا یا حکم۔

(۲) مہموز العین جس کا عین کلمہ ہمزہ ہو، جیسے سَأَلَ ماضی رَأْسٌ اسم بمعنی سر

(۳) مہموز لام جس کا لام کلمہ ہمزہ ہو، جیسے قَرَأَ پڑھا فعل ماضی کَلَأٌ بمعنی گھاس۔

﴿نوٹ﴾ مصنف رحمہ اللہ نے ثلاثی میں جاری کر کے نمونہ پیش کر دیا تم رباعی میں اسے جاری کر سکتے ہو (مگر رباعی اور خماسی میں ان کی مثالیں بہت کم ہیں مثلاً طَأْطَأَ (سر نیچا کیا) اَصْطَبْلٌ (گھوڑے باندھنے کی جگہ) وغیرہ)

ومعتل آں باشد کہ حرفے از حروف اصلی وے حرف علت باشد۔ وحروف علت سہ است واو والف ویا کہ مجموعہ وے وایٔ باشد۔ ومعتل بر دو گونہ است معتل بیک حرف ومعتل بدو حرف۔

معتل بیک حرف بر سہ گونہ است: معتل فا چوں وَعَدَ وَیَسَرَ ووَعْدٌ وَیَسْرٌ ومعتل عین چوں قَالَ وبَاعَ وبَابٌ ونَابٌ ومعتل لام چوں دَعَا ورمیٰ وَدَلْوٌ وَظَبْیٌ

ومعتل بدو حرف دو نوعست: لفیف مفروق ولفیف مقرون۔ اما لفیف مفروق آں باشد کہ بجائے فائے فعل ولام فعل وے حرف علت باشد، چوں وَشیٰ ووَحْیٌ ولفیفِ مقرون آں باشد کہ بجائے عینِ فعل ولام فعل وے حرف علت باشد، چوں طَویٰ وَطَیٌّ

ترجمہ اور معتل وہ ہے کہ اس کے حروف اصلی میں سے کوئی حرف حرفِ علت ہو اور حروف علت تین ہیں۔ واو، الف اور یا کہ ان کا مجموعہ وائی (ہائے!) ہے

اور معتل کی دو قسمیں ہیں معتل بیک حرف اور معتل بدو حرف
معتل بیک حرف کی تین قسمیں ہیں۔(۱) معتل فا (مثال) جیسے وَعَدَ (وعدہ کیا) یَسَرَ (جوا کھیلا) وَعْدٌ (وعدہ کرنا) یَسْرٌ (جوا کھیلنا) (۲) اور معتل عین (اجوف) جیسے قَالَ (کہا اس نے) بَاعَ (بیچا اس نے) بَابٌ (دروازہ) نَابٌ (کچلیاں) (۳) اور معتل لام (ناقص) جیسے دَعیٰ (بلایا) رَمیٰ (تیر پھینکا) دَلْوٌ (ڈول) ظَبْیٌ (ہرن)

اور معتل بدو حرف کی دو قسمیں ہیں: لفیف مفروق اور لفیف مقرون رہا لفیف مفروق تو وہ وہ ہے کہ فعل کے فا اور لام کلمہ کی جگہ حرف علت ہو، جیسے وَشیٰ (کپڑے پر بوٹے (پھول) چھاپے) اور وَحْیٌ (وحی بھیجنا یا لکھنا) اور لفیف مقرون وہ ہے کہ فعل کے عین اور لام کلمہ کی جگہ حرف علت ہو جیسے طَویٰ (لپیٹا) اور طَیٌّ (لپیٹنا)

تشریح جس کے حروف اصلیہ کا کوئی حرف حرف علت ہو وہ معتل ہے یعنی علت (روگ) والا۔

حرف علت تین ہیں واو، الف، یا ان کا مجموعہ وائے ہوتا ہے۔ ہائے وائے درد اور مصیبت کے کلمات ہیں وائے افسوس کا کلمہ بھی ہے کہا جاتا ہے وائے بر حال زید (زید کی حالت پر افسوس!)

وجہ تسمیہ اس شعر میں ہے ؎

حرف علت نام کردم واو والف ویائے را
ہر کرا درد ے رسد ناچار گوید وائے را

ترجمہ میں نے واو، الف اور یا کا نام حرف علت (روگ کے حروف) رکھا کیونکہ جسے بھی کوئی درد ہوتا ہے تو وہ بے اختیار ہائے وائے کرتا ہے

معتل کی وجہ تسمیہ: بہر حال وہ کلمہ روگی ہے کہ جس میں ان حروف سہ گانہ میں کا کوئی حرف اس کے اصلی حروف کی جگہ ہو۔ وہ بیچارہ تصرفات کے مختلف شکنجوں میں کسا جاتا ہے تب کہیں جاکر وہ اس قابل بنتا ہے کہ اہل زبان

اس کا استعمال کر کے اس کی عزت افزائی فرمائیں۔

معتل کی دو قسمیں ہیں: یک حرفی معتل اور دو حرفی معتل یعنی معمولی مریض اور ڈبل مریض کہ دو حرفی معتل میں دو حرف علت جمع ہو گئے یک نشد دو شد ایک بھی کچھ کم نہ تھا، پھر جہاں دو جمع ہو جائیں اس کا کہاں ٹھکانہ!

معتل بیک حرف کی تین صورتیں ہیں۔ گونہ بمعنی رنگ، قسم

(۱) معتل فا: جس میں حرف علت فا کی جگہ ہو، چوں وَعَدَ یہ معتل فامثالِ واوی ہے۔ یَسَرَ یہ معتل فامثال یائی ہے۔ وَعْدٌ اور یَسْرٌ اسم میں واوی اور یائی کی مثالیں ہے یہ دونوں مصدر ہیں۔

﴿فائدہ﴾ فاکلمہ کی جگہ الف نہیں آسکتا کیونکہ وہ ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اس لئے ابتدا میں آنے سے تلفظ کی شدید دشواری لاحق ہوگی جس کو عرب اہل زبان بہت زیادہ محسوس کرتے ہیں۔

(۲) معتل عین: جس کا عین کلمہ حرف علت ہو، جیسے قَالَ واوی کی مثال ہے، اصل میں قَوَلَ تھا اور بَاعَ یائی کی مثال ہے، اصل میں بَیَعَ تھا بَابٌ اصل میں بَوَبٌ تھا یہ اسم میں معتل واوی کی مثال ہوئی۔ نَابٌ: کچلیاں (نوک دار دانت، کتا دانت) اصل میں نَیَبٌ تھا یہ اسم میں معتل عین یائی کی مثال ہوئی۔

(۳) معتل لام: جس کا لام کلمہ حرف علت ہو، چوں دَعَا اصل میں دَعَوَ تھا یہ فعل میں معتل لام واوی کی مثال ہوئی۔ رَمیٰ اصل میں رَمَیَ تھا یہ فعل میں معتل لام یائی کی مثال ہوئی دَلْوٌ یہ اسم میں معتل لام وای کی مثال ہوئی۔ ظَبْیٌ یہ اسم میں معتل لام یائی کی مثال ہوئی۔

﴿فائدہ﴾ معتل فا کو مثال اور معتل عین کو اجوف اور معتل لام کو ناقص کہتے ہیں۔

﴿فائدہ﴾ مصنف رحمہ اللہ نے معتل کی تینوں قسموں کی امثلہ میں الف کا کہیں نام نہیں لیا۔ حالانکہ وہ بھی حرف علت ہے اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ بجائے عین اصل میں کہیں الف نہیں ہوتا صرف واو اور یا ہی آتے ہیں ہاں یہ دونوں الف سے بدل جاتے ہیں اور عین کلمہ کا بدلا ہوا الف پھر قابل ترمیم

نہیں رہتا ـــــــــ یہی حال لام کلمہ کا سمجھئے کہ وہاں بھی الف، واو یا یاء کا عوض اور بدل ہو گا اصل میں موجود نہ ہو گا دَعَوَ کا واو دَعَا میں الف بن گیا ہے اسی طرح رَمَیَ کی یا رَمیٰ میں الف سے بدل گئی ہے واللہ اعلم۔

معتل بدو حرف کی دو قسمیں ہیں لفیف مفروق، لفیف مقرون۔

(۱) لفیف مفروق وہ کلمہ ہے کہ جس میں دو حرف علت پاس پاس واقع نہ ہوں بلکہ فا اور لام کی جگہ حرف علت ہوں، جیسے وَشیٰ فعل ہے وَشْیٌ مصدر اور اسم ہے۔ وَحیٰ بمعنی اَوْحیٰ یعنی وحی بھیجی یا لکھا۔ وَحْیٌ مصدر وحی بھیجنا یا لکھنا۔ دونوں کا فا کلمہ واو ہے اور لام کلمہ یا ہے جو بعد میں الف سے بدل گیا ہے۔

(۲) لفیف مقرون وہ ہے کہ جس میں دونوں حرف علت ملے ہوئے ہوں یعنی کلمہ کے عین اور لام کی جگہ حرف علت ہو جیسے طَوىٰ لپیٹا اور طَیٌّ لپیٹنا۔ طَیٌّ اصل میں طَوْیٌ تھا واو و یا ایک کلمہ میں جمع ہوئے اول ساکن تھا، واو کو یا کیا اور یا کو یا میں ادغام کر دیا طَیٌّ ہو گیا۔

﴿فائدہ﴾ مصنف رحمہ اللہ نے معتل فا و عین کو یعنی اس لفیف مقرون کو جس کے فا اور عین کی جگہ حرف علت ہو ذکر نہیں کیا کیونکہ یہ قسم فعل میں کم پائی جاتی ہے صرف اسم میں پائی جاتی ہے۔ جیسے وَیْلٌ (ہلاکت) یَوْمٌ (دن)

﴿فائدہ﴾ معتل سہ حرفی یعنی وہ معتل جس کے فا، عین اور لام تینوں کی جگہ حرف علت ہو بہت ہی کم پایا جاتا ہے صرف لفظ واوٌ اور یَایٌ اس کی مثالیں ہیں

و مضاعف آں باشد کہ دو حرفِ صحیح وے از یک جنس باشد۔ و آں بر دو نوع است: مضاعفِ ثلاثی و مضاعف رباعی ـــــــ اما مضاعف ثلاثی آں باشد کہ عین و لام وے از یک جنس باشد، چوں فَرَّ وعَدَّ کہ در اصل فَرَرَ وعَدَدَ بودہ است و مضاعف رباعی آں باشد کہ فا و لام اول و عین و لام ثانی وے از یک جنس باشد، چوں زَلْزَلَ وَذَبْذَبَ

ترجمہ و مطلب: مضاعف وہ کلمہ ہے جس کے دو حرف صحیح ایک جنس کے

ہوں اور اس کی دو قسمیں ہیں مضاعف ثلاثی اور مضاعف رباعی۔

(۱) مضاعف ثلاثی وہ ہے کہ جس کا عین اور لام ہم جنس ہوں، جیسے فَرَّ (بھاگا) اصل میں فَرَرَ بروزن ضَرَبَ تھا اور عَدٌّ شمار کیا، اصل میں عَدَدَ بروزن نَصَرَ تھا۔ اس کو عَدٌّ دال کی تنوین کے ساتھ پڑھنا انسب ہے تاکہ اسم کی مثال ہو جاوے عَدٌّ (مصدر) شمار کرنا۔

(تعلیل فَرَّ اور عَدٌّ میں دو حرف ایک جنس کے ایک کلمہ میں جمع ہوئے اور دونوں متحرک ہیں اس لئے اول کو ساکن کر کے دوم میں ادغام کیا)

(۲) مضاعف رباعی وہ کلمہ ہے جس کا فا کلمہ اور پہلا لام ہم جنس ہوں اور عین کلمہ اور لام ثانی ایک جنس کے ہوں یعنی کل دو حرف ہوں اور وہی بترتیب مذکور مکرر آرہے ہوں اس طرح وہ کلمہ چہار حرفی بنا ہو جیسے زَلْزَلَ (خوب ہلایا) ذَبْذَبَ (حرکت کی) دونوں رباعی مجرد بروزن فَعْلَلَ ہیں۔ فَعْلَلَ میں دو لام ہیں اور دونوں اصلی ہیں اور زَلْزَلَ میں پہلی زا فا کلمہ کی جگہ ہے اور وہی لام اول کے مقابل بھی ہے اور دوسرا حرف لام ہے جو عین اور لام ثانی کے محاذ میں واقع ہے اسی طرح ذَبْذَبَ میں ذال اور با دو حرف ہیں ذال فا اور لام اول کے مقابلہ پر اور با عین اور لام ثانی کے مقابلہ پر واقع ہیں۔

فصل دوم در صرف مہموز: بدانکہ صرفِ مہموز با صرف صحیح برابر باشد، مگر جائے چند کہ بدو اصل بیروں آید

ترجمہ ومطلب: دوسری فصل مہموز کی گردان کے بیان میں جان لیجئے کہ صرفِ مہموز، صرفِ صحیح کے ساتھ برابر ہے یعنی مہموز میں تغیرات اور تعلیلات بہت کم ہوتی ہیں اس کی گردان اور صحیح کی گردان قریب قریب یکساں ہے مگر چند مقامات ہیں جہاں تغیرات اور تعلیلات کے باعث صحیح اور مہموز کی گردانوں میں فرق پڑتا ہے اور وہ دو اصل سے برآمد ہوتے ہیں یعنی اختلاف کی بنیاد دو اصول پر قائم ہے انہیں محفوظ کر لیا جائے۔

اصل اول ہر ہمزۂ منفردہ کہ ساکن باشد، دراسم یادر فعل، رواباشد کہ اورابدل کنند بحرف علت بروفق حرکت ما قبل ہمزہ، چوں رَاسٌ و کَاسٌ وبُوْسٌ وذِیبٌ وبیرٌ ویَاخُذُ ویُوْخَذُ وشِیْتَ کہ دراصل رَأْسٌ و کَأْسٌ وبُؤْس وذِئْبٌ وَبِئْرٌ ویَأْخُذُ ویُؤْخَذُ وشِئْتَ بودہ است۔

ترجمہ ومطلب: اصل اول جو ہمزہ منفردہ ساکن ہو، خواہ اسم میں ہو یا فعل میں، جائز ہوگا کہ اس کو اس حرف علت سے بدل دیں جو ہمزہ کے ما قبل حرف کی حرکت کے موافق ہو یعنی ما قبل ہمزہ فتحہ ہو تو الف سے، کسرہ ہو تو یا سے ضمہ ہو تو واو سے اس ہمزۂ منفردہ کو بدل سکتے ہیں ـــــــ فتحہ الف کے مناسب ہے کہ دو فتحوں سے الف بن جاتا ہے اور کسرہ اور یا میں مناسبت ہے، دو کسروں سے یا بن جاتی ہے اسی طرح واو اور ضمہ کی مناسبت سمجھ لو، دو ضموں سے واو پیدا ہو جاتی ہے یعنی ذرا فتحہ کھینچ دیا بس الف ہو گیا۔ ذرا کسرہ کو کھینچ کر ادا کیجئے یا بن جائے گی ذرا ضمہ پر زور دیجئے بس واو بنا رکھا ہے۔

دیکھئے رَأْسٌ (میں) ہمزۂ منفردہ ساکن ہے اور ما قبل مفتوح، اس کو الف بنالیا رَاسٌ ہو گیا۔ اسی طرح کَأْسٌ بمعنی پیالہ شراب کو بجائے ہمزہ الف سے ادا کر سکتے ہیں۔ بُؤْسٌ (بمعنی شدت حاجت) میں برعایت ضمۂ ما قبل بُوْسٌ پڑھنا جائز ہے۔ ذِئْبٌ (بھیڑیا) میں کسرۂ ما قبل کی وجہ سے ذِیبٌ بالیا پڑھ سکتے ہیں۔ بئرٌ (کنواں) یہاں بھی وہی صورت ہے۔ یَأْخُذُ ،یُؤْخَذُ ماخوذ از اَخْذ بمعنی لینا اول میں ہمزہ الف سے اور ثانی یعنی مجہول میں ہمزہ واو سے بدل کر یَاخُذُ الف کے ساتھ اور یُوْخَذُ واو کے ساتھ پڑھا جاتا ہے شِئْتَ واحد مذکر حاضر از باب سمع یسمع میں بجائے ہمزہ برعایت کسرۂ ما قبل اس کو یا سے بدل کر شِیْتَ پڑھنا درست ہے۔

اصل دوم: ہر جا کہ دو ہمزہ در اول کلمہ بہم آیند، وہمزۂ اول متحرک باشد و دوم

ساکن واجب است کہ ہمزۂ دوم را بدل کنند، بحرف علت، بروفقِ حرکتِ ہمزۂ اول، چوں اٰمَنَ و اُوْمِنَ و اِیمانًا کہ دراصل أءْمَنَ و أُؤْمِنَ و اِئْمَانًا بودہ است

ترجمہ ومطلب: اصل دوم کا تعلق دو ہمزوں کے اجتماع سے ہے یعنی جہاں کلمہ کے اول میں دو ہمزہ جمع ہو جائیں اور ہمزۂ اول متحرک ہو اور ثانی ساکن، وہاں دوسرے ہمزہ کو ہمزۂ اولی کے موافقِ حرکت حرف سے بدلنا ضروری ہوگا اٰمَنَ اُوْمِنَ اِیْمَانًا اصل میں اءْمَنَ أُؤْمِنَ اِئْمَانًا تھے۔ حسب قاعدۂ مذکورہ ہمزۂ ثانیہ کو اٰمَنَ میں الف کے ساتھ، اُوْمِنَ میں واو کے ساتھ اِیْمَانًا میں یا کے ساتھ بدل لیا گیا۔

ابدال در اصل اول جائز است، و ابراز نیز، و در اصل دوم واجب، و ایں حکم در ہمہ بابہا مطرد است

ترجمہ ومطلب: یہ تبدیلی اصل اول میں تو صرف جائز تھی اس لئے ابراز یعنی اس کا باقی رکھنا اور بوقت ادا اس کا اظہار بھی جائز تھا۔ ابراز باب افعال کا مصدر ہے اس کے معنی ہیں ظاہر کرنا۔ اصلِ ثانی میں یہ تبدیلی لازم ہے وہاں (یعنی اصل دوم میں) اظہار ہمزہ یعنی کلمہ کو برعایت ہمزہ جھٹکا دے کر ادا کرنا قطعاً نادرست ہے۔

اور مہموز کے تمام ابواب میں جہاں ابتدا میں ہمزتین کا اجتماع بشرط مذکور ہو یہ حکم مُطَّرِدْ ہے یعنی ایسے تمام ابواب میں یہ حکم نافذ ہے مطرد بمعنی مستقیم یعنی ایک رَوش پر، حاصل معنی یہ ہوا کہ جملہ ابواب میں حکم کی یکسانیت ہے، یہ نہیں کہ کہیں کچھ ہو اور کہیں کچھ (۱)

قانون: اگر ہمزۂ منفردہ متحرک باشد، وما قبلِ آں ساکن، روا باشد کہ

(۱) مگر کُلْ (کھا) اور خُذْ (لے) اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں کل کی اصل اُءْکُلْ اور خُذْ کی اصل اُءخُذْ ہے ۱۲

حرکت ہمزہ نقل کردہ بما قبل دہند، وہمزہ را حذف کنند، برائے تخفیف، چوں يَسَلُ وقَدَفْلَحَ کہ دراصل يَسْئَلُ وقَدْاَفْلَحَ بودہ است۔

ترجمہ ومطلب: یہ قانون اُسی ہمزۂ منفردہ کی دوسری شکل ہے یعنی ہمزۂ منفردہ ساکن ہو تو اس کا وہ حکم ہے جو سابقاً مذکور ہوا اور متحرک ہو اور اس کا ماقبل ساکن ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہوگا کہ ہمزہ کی حرکت اس کے ماقبل ساکن کی طرف منتقل کر کے ہمزہ کو حذف کردیں۔

یہ سب کچھ کلمہ کو ہلکا کرنے کی خاطر کیا جاتا ہے، کیونکہ عرب ہمزہ کو بہ نسبت حروفِ علت زیادہ ثقیل دیکھتے ہیں، لہٰذا حسب موقع ابدال یا حذف یا تسہیل کو ــــــ کہ یہ بھی ایک لحاظ سے ابدال ہی جیسا ہوتا ہے کہ کھلا ہمزہ نہیں رہتا، بلکہ بین بین حالت میں ادا ہوتا ہے ــــــ اختیار کرلیتے ہیں۔

يَسْئَلُ کو يَسَلُ بدون ہمزہ اسی قاعدہ کے ماتحت پڑھا گیا ہے (۱)۔ اسی طرح قَدْاَفْلَحَ میں ہمزہ کی حرکت دال کو دے کر ہمزہ کو حذف کردیتے ہیں اور قَدَفْلَحَ پڑھتے ہیں (۲) قَدْاَفْلَحَ یقیناً کامیاب ہوگیا۔

﴿فائدہ﴾ مصنف رحمہ اللہ نے مثال کے ذریعہ قاعدہ کی ایک تعمیم کا اشارہ کردیا یعنی ہمزہ کی مذکورہ صورت خواہ ایک کلمہ میں ہو یا دو کلموں میں۔ چنانچہ قدافلح میں ہمزہ ایک کلمہ میں ہے اور ماقبل کا سکون دوسرے کلمہ میں یعنی قَدْ میں۔

فصل سوم در صرف معتل بداں کہ حرف علت را در کلام عرب ثقیل دارند، وازیں جہت گاہے وے را حذف کنند، وگاہے بدل، وگاہے ساکن۔ و ثقیل ترین ایشاں واو است، پس یا، پس الف۔ والف ہمیشہ ساکن باشد بے ضَغْطَهٗ

---

(۱) امام حمزہ رحمہ اللہ حالت وقف میں اس طرح پڑھتے ہیں ۱۲

(۲) یہ بھی امام حمزہ کی قرأت ہے مگر صرف حالت وقف میں اور ورش رحمہ اللہ جو امام نافع مدنی کے دوسرے راوی ہیں وہ وقف و وصل دونوں حالتوں میں اس طرح پڑھتے ہیں ۱۲

زبان چوں ما و لاَ۔ وہر چہ متحرک باشد بصورت الف، ویا ساکن بَضغطَہ بود ہمزہ باشد، چوں اَمَرَ وسَأَلَ وقَرَأَ ورَأْسٌ وبُؤْسٌ وذِئْبٌ . واو اخت ضمہ بود والف اخت فتحہ ویا اخت کسرہ۔

ترجمہ: جان لیجئے کہ حرف علت کو عربی زبان میں ثقیل (بھاری) سمجھتے ہیں اور اسی وجہ سے کبھی اس کو حذف کرتے ہیں اور کبھی بدل دیتے ہیں اور کبھی ساکن کر دیتے ہیں۔ اور ان میں سب سے زیادہ بھاری واو ہے پھر یا، پھر الف اور الف ہمیشہ ساکن، زبان کے جھٹکے کے بغیر ادا ہوتا ہے، جیسے ما اور لا اور جو بھی الف کی صورت میں متحرک ہو یا ساکن ہو جھٹکے کے ساتھ ادا ہوتا ہو تو وہ ہمزہ ہوتا ہے، جیسے اَمَرَ اور سَأَلَ اور قَرَأَ اور رَأْسٌ اور بُؤْسٌ اور ذِئْبٌ واو پیش کی بہن ہے اور الف زبر کی اور یا کسرہ کی۔

تشریح: (ا) جاننا چاہئے کہ کلام عرب میں حرفِ علت کو ثقیل سمجھتے ہیں۔ اسی وجہ سے جس کلمہ میں حرف علت آجاتا ہے اس کی تخفیف (ہلکا) کر دیتے ہیں۔ اس تخفیفی عمل کے لئے مختلف راہیں تلاش کی گئیں اور ان کے لئے اصول وضع کئے گئے تاکہ بے ضابطگی کا دروازہ نہ کھل جائے اور جابے جا تخفیفی آپریشن نہ ہونے لگے کہ اس طریق سے زبان کے نوک پلک بگڑنے سے اس کا فطری حسن برباد ہو جاتا ہے اور وہ لوگوں کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر رہ جاتی ہے۔۔

اُس تخفیف کے تین طریق تجویز ہوئے جو حسب موقعہ عمل میں لائے جاتے ہیں، حذف، ابدال اور اِسکان، سو کہیں حذف کا عمل کیا جاتا ہے، جیسے قُلْ میں کہ اصل اُقْوُلْ تھا۔ واو کا ضمہ ما قبل کو دے کر واو کو بعلت اجتماع ساکنین حذف کر دیا۔ اور کسی مقام پر ابدال کو اختیار کیا جاتا ہے چنانچہ قَوَلَ سے قَالَ اس طرح بنا کہ واو کو الف سے بدل دیا اور کہیں اس کو ساکن کر کے ثقل زائد سے نجات حاصل کرتے ہیں چنانچہ یَقْوُلُ مضارع سے یَقُوْلُ بنانا تھا تو واو کا ضمہ ما قبل کو دے کر واو کو ساکن کر دیا۔

حروف علت میں مراتب: حروف علت میں بلحاظ ثقل و خفت مراتب قائم کئے گئے ہیں کہ حروف علت میں واو ثقالت میں سب سے بڑھا ہوا ہے اس کے بعد یا کا نمبر ہے اس کے بعد الف کا۔

ہمزہ اور الف میں فرق: ہمزہ اور الف کا فرق بتاتے ہیں کہ الف ہمیشہ ساکن رہتا ہے اس میں حرکت قبول کرنے کی قابلیت مفقود ہے۔ اس کے ادا کرنے میں زبان جھٹکا نہیں کھاتی۔ ضَغطَۃ بمعنی تنگی۔ یہ تنگی ہی جھٹکا پیدا کردیتی ہے کیونکہ تنگی میں پھنس کر فوراً اضطرابی حرکت اس سے نکلنے کے لئے ہوتی ہے لہٰذا جھٹکا پیدا ہو جاتا ہے، چنانچہ ما اور لا میں الف کس قدر سادہ طریق سے ادا ہو جاتا ہے کہ بعض اوقات محسوس بھی نہیں ہوتا۔ مثال سے اس امر پر تنبیہ فرمادی کہ ابتدا میں الف نہیں آسکتا، ہم اس کی وجہ بیان کرچکے ہیں (دیکھئے ص ۲۷) اور جو بصورت الف، متحرک ہو یا ساکن ہو اور جھٹکا لیتا ہو وہ ہمزہ ہوگا نہ الف۔

ایک شبہ کا جواب: اس بیان سے یہ شبہ بھی رفع ہوگیا کہ تم تو یہ کہتے ہو کہ الف قابل حرکت نہیں۔ ہم نے تو بہت سی جگہ الف پر حرکت دیکھی ہے۔ اَمَرَ، اُؤْمُرْ، اِسْئَلْ دیکھئے پہلی مثال میں الف مفتوح ہے اور دوسری مثال میں مضموم، تیسری مثال میں مکسور ہے لہٰذا یہ دعویٰ کہ الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے غلط ہوگیا۔

سو اس کا جواب یوں سمجھ لیں کہ ان امثلہ میں ہمزہ بصورتِ الف مکتوب ہے یہ الف نہیں ہے آپ کو صورت سے دھوکا لگ رہا ہے۔ بہت سے مختلف حروف شکل اور صورت میں یکساں نظر آتے ہیں اور حقیقت میں وہ علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ عین غین کی شکل ایک ہی ہے نقطہ سے امتیاز ہوتا ہے۔ جیم، حا، خا صورۃً ایک ہیں اور حقیقۃً مختلف۔ الغرض صورت کا اعتبار نہیں بلکہ علامات کا اعتبار ہوگا۔

سو اول تو یہ بات ہے کہ الف ابتدا میں نہیں ہوتا ہے وسط میں ہوگا جیسے قَابِلٌ کا الف یا آخر میں ہوگا، جیسے ضَرَبَا کا الف۔ دوسرے الف پر

حرکت نہیں ہوتی پس جہاں صورتِ الف متحرک ہو وہاں وہ الف ہو ہی نہیں سکتا فافهم.

﴿فائدہ﴾ امثلہ میں یہ دکھلادیا کہ ہمزہ ابتدا، وسط، آخر، ہر مقام پر آسکتا ہے۔ رَأْسٌ، بُؤْسٌ ذِئْبٌ ہمزہ ساکنہ کی امثلہ ہیں جن میں ادا کے وقت زبان کو ضغطہ پیش آتا ہے۔

﴿نوٹ﴾ قولہ واواخت ضمہ بُوْدْ۔ یہ بہ فتح واو ہے اور مضارع ہے، بسکون واو ماضی کا صیغہ نہیں ہے۔

﴿فائدہ﴾ واو ضمہ کی بہن ہوتا ہے یعنی ضمہ کے اِشباع سے واو بن جاتا ہے۔ اسی طرح الف اختِ فتحہ اور یا اخت کسرہ کو سمجھ لیں۔ ہم اس کو لکھ چکے ہیں (دیکھئے ص ۳۰) اِشْبَاع کے معنی یہاں کھینچ کر پڑھنے کے ہیں۔

چونکہ جملہ حروف مؤنث ہیں اس لئے تعبیر بہ لفظ اخت مناسب ہوئی۔

بدانکہ صرف معتل فا صرفِ صحیح برابر باشد مگر جائے چند کہ دریں محل یاد کنیم، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ: جان لیجئے کہ معتل فا (مثال) کی گردان صحیح کی گردان کے ساتھ یکساں ہے مگر چند جگہ کہ اس جگہ ذکر کریں گے ہم اگر اللہ نے چاہا۔

تشریح: معتل فا میں تصرفات بہت کم ہوتے ہیں اور اس لحاظ سے یہ مثل صحیح ہے اسی بناء پر اس کا دوسرا نام مثال تجویز ہوا۔ البتہ چند مواقع ہیں کہ جہاں قانونی تصرفات کا اثر ہوا ہے اور صَرْفِ (گردان) صحیح سے ان کا صرف مختلف ہو گیا ہے ہم اس مقام پر ان کا تذکرہ کرتے ہیں مصنف کی عبارت میں کنیم واقع ہے جس کا تعلق مستقبل سے ہے یعنی ان کا ذکر کریں گے اس لئے ان شاء اللہ بڑھانا پڑا کیونکہ آئندہ کے متعلق کوئی حتمی بات نہیں کہی جاسکتی اس کا معاملہ مَشِیَّتِ اِیْزدی کے ماتحت رہتا ہے۔

اول آں کہ چوں فاکلمہ واو باشد در بابِ فَعَلَ یَفْعِلُ ـــــ بفتح الْعینِ

فی الماضی، و کَسرھا فی الغابر و در باب فَعِلَ یَفعِلُ ـــــ بکسر العین فیھما ـــــ آں واو از مستقبل بیفتد، چوں وَجَبَ یَجِبُ و وَمِقَ یَمِقُ کہ در اصل یَوْجِبُ و یَوْمِقُ بودہ است۔

ترجمہ و مطلب: پہلا مقام یہ ہے کہ باب ضرب یضرب اور حَسِبَ یَحْسِبُ کا فاکلمہ واو ہو تو یہ واو ان کے مستقبل سے گر جاتا ہے، چنانچہ وَجَبَ یَجِبُ ـــــ بفتح العین فی الماضی و کسرھا فی الغابر ـــــ یعنی مضارع میں یجب کا واو حذف کردیا گیا کہ اصل میں یَوْجِبُ تھا۔ اسی طرح وَمِقَ یَمِقُ ـــــ بکسر العین فیھما ـــــ از باب حَسِبَ یَحْسِبُ، یَمِقُ کا واو کہ اصل میں یَوْمِقُ تھا ساقط ہو گیا۔ اس کا مصدر مِقَةٌ بکسر میم ہے: محبت کرنا اور وَجَبَ کا مصدر وُجُوْبٌ ہے بمعنی ضروری ہونا۔ غابر مضارع کو کہتے ہیں کیونکہ اس کے معنی باقی کے ہیں اور ماضی کے بعد مضارع کی حیثیت باقی ماندہ کی رہ جاتی ہے واللہ اعلم۔

قانون ہر واو کہ میانِ یا و کسرۂ لازم اُفتد، و حرکت یا مخالف واو بُوَدْ۔ آں واو بیُفتد، چوں یَعِدُ و مانند آں۔ و چوں واو از یَعِدُ بیفتد از تَعِدُ و اَعِدُ و نَعِدُ نیز بیفتد تا حکم باب مختلف نگردد، اگرچہ واو میان یا و کسرہ نیست۔ و در یُوْجِبُ واو نیُفتاد زیرا کہ حرکتِ یا موافق واو است۔ چوں واو از مستقبل بیُفتد روا باشد کہ از مصدرِ او نیز بیفتد، چوں یَعِدُ عِدَةً و یَزِنُ زِنَةً

ترجمہ: ضابطہ ہر وہ واو جو کہ یا اور کسرۂ لازمہ کے درمیان پڑے اور یا کی حرکت واو کے مخالف ہو تو وہ واو گر جاتا ہے، جیسے یَعِدُ اور اس جیسی مثالیں۔ اور جب واو یَعِدُ سے گر جاتا ہے تو تَعِدُ، اَعِدُ اور نَعِدُ سے بھی گر جاتا ہے تاکہ باب کا حکم مختلف نہ ہو، اگرچہ (ان صیغوں میں) واو، یا اور کسرہ کے درمیان نہیں ہے اور یُوْجِبُ میں واو اس لئے نہیں گرا کہ یا کی حرکت واو

کے موافق مزاج ہے۔ اور جب واو مضارع سے گر جائے تو جائز ہوگا کہ اس کے مصدر سے بھی گر جائے جیسے یَعِدُ عِدَةً اور یَزِنُ زِنَةً

تشریح: جب یہ معلوم ہوگیا کہ مثال واوی از باب ضرب یضرب و حسب یحسب کے مضارع کا واو ساقط ہو جاتا ہے یعنی اہل زبان سے اسی طرح مسموع ہوا ہے مگر کس ضابطہ و قانون کے ماتحت؟ اس کو بیان کرتے ہیں۔

ضابطہ: جو واو کہ یا اور کسرۂ لازم کے مابین واقع ہو اور حرکتِ یا مزاج واو کے مخالف ہو یعنی مضموم نہ ہو تو ایسا واو گر جاتا ہے چنانچہ یَعِدُ اور اس کے امثال میں مثلاً یَمِقُ وغیرہ میں واو کا سقوط اسی اصول پر ہوا ہے۔

﴿سوال﴾ ہوتا ہے کہ سقوط واو کا عمل تو تَعِدُ، اَعِدُ نَعِدُ میں بھی ہوا ہے حالانکہ وہاں یاء نہیں؟

﴿اس کا جواب﴾ دیتے ہیں کہ ان کا واو بھی ساقط ہو جاتا ہے اور یہ اس لئے ہوتا ہے کہ باب (گردان) کا حکم مختلف نہ ہو جائے یعنی چونکہ سارے باب کو ایک روش پر رکھنا منظور تھا لہٰذا یہاں بھی واو ساقط کر دیا گیا، اگر ایسا نہ کرتے تو باب کا ایک صیغہ ایک رنگ پر ہوتا اور دوسرے صیغے دوسرے نمونے کے ہوتے اور یہ قطعاً غیر مناسب ہے۔

اب ایک دوسرا اشکال ہوگیا: وہ یہ ہے کہ یُوْجِبُ میں یا اور کسرۂ لازم دونوں موجود ہیں، پھر بھی واو اپنی جگہ پر قائم ہے؟

اس کا جواب دیتے ہیں کہ یُوْجِبُ (مضارع باب افعال) میں شرط حذف مفقود ہے یعنی کہ یہاں یا کی حرکت واو کے موافق ہے، مخالف نہیں۔

اور حذف واو کی شرط حرکت یا کا مخالف مزاج ہونا مرقوم ہو چکا ہے۔

﴿سقوط واو کی وجہ﴾ اصل یہ ہے کہ جس صورت میں واو یائے مفتوحہ اور کسرۂ لازم کے مابین گھرا ہوا ہو تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ واو دو یا کے درمیان مقید ہے کیونکہ کسرہ اخت یا ہوتا ہے تو حضرتِ واو یہ دیکھتے ہوئے کہ نہ اوپر کی حالت ان کے لئے سازگار ہے اور نہ نیچے ہی کوئی توافق کی امید

ہے کہ باب کی وجہ سے وہ کسرہ اٹل ہے، بحالت بے بسی درمیان سے ہٹ گئے گویا زمانۂ حال کے مطابق اس ناواجب سلوک سے متاثر ہو کر بطور پرُوٹسٹ (احتجاج) اپنی جگہ سے اٹھ کر چل دیئے۔

﴿مصدر سے واو کے گرنے کا بیان﴾ جب مستقبل سے واو گر جائے تو مصدر سے بھی اس کا گرنا جائز ہوگا، جیسے یَعِدُ عِدَةً اور یَزِنُ زِنَةً ۔ عِدَةٌ: وعدہ کرنا زِنَةٌ: تولنا۔ عِدَةٌ اصل میں وَعْدٌ تھا واو کو بمطابقتِ مضارع حذف کرکے آخر میں تائے عوض بڑھادی اور عین کو کسرہ دے دیا۔ کیونکہ الساكنُ إذا حُرِّكَ حُرِّكَ بالكسر (ساکن کو جب حرکت دی جاتی ہے تو کسرہ کی حرکت دی جاتی ہے) یا وہی واو کا کسرہ عین کو دیدیا گیا۔ اسی طرح زِنَةٌ اصل میں وِزْنٌ تھا برعایت یَزِن، وِزْن مصدر کا واو حذف کرکے آخر میں تا بڑھادی تاکہ تثلیث (تین حرفی ہونا) قائم رہے اور زا کو کسرہ دے دیا۔

قانون فعل از وجہ اعلال اصل است، و مصدر فرع وے، و ایں نزدیک کوفیاں ست، و نزدیک بصریاں مصدر را اصل ست، و فعل فرع وے از وجہ اِشتقاق.

چوں خواہند کہ فرع را با اصل برابر کنند ایںہار ادر تصحیح و اعلال بریکدیگر قیاس کنند چوں قَامَ قِیَاماً و قَاوَمَ قِوَاماً واو در قِیَاماً متغیر شد زیرا کہ در قَامَ متغیر شدہ است و در قِوَاماً بسلامت ماند ازانچہ در قَاوَمَ سالم ماندہ است۔

ترجمہ: ضابطہ: فعل تعلیل کی جہت سے اصل ہے اور مصدر اس کی فرع ہے اور یہ کوفیوں کے نزدیک ہے اور بصریوں کے نزدیک مصدر اصل ہے اور فعل اس کی فرع ہے، مشتق ہونے کی جہت سے۔ جب چاہتے ہیں وہ کہ فرع کو اصل کے ساتھ یکساں کریں تو ان کو تصحیح و تعلیل میں ایک دوسرے پر قیاس کرتے ہیں، جیسے قام قیاما اور قاوم قواما، قیاماً میں واو بدل گیا ہے اس لئے کہ قام میں بدل گیا اور قواما میں سالم رہا ہے اس وجہ سے کہ قَاوَمَ میں سالم رہا ہے۔

تشریح: یہ دوسرا قانون مصدر اور فعل کا معاملہ بتانے کے لئے آیا ہے کہ یَعِدُ میں واو گرا تو عِدَةٌ میں کیوں گرا؟ اس کے لئے ایک قانون بیان کر دیا۔

﴿قانون﴾ کوفیین کے نزدیک فعل اعلال کے باب میں اصل ہے اور مصدر اس کی فرع ہے اور اعلال میں فعل کا تابع ہے (۱) اور بصریین کے نزدیک مصدر اصل ہے اور فعل فرع، انہوں نے اصالت و فرعیت کا معیار اشتقاق کو قرار دیا ہے جو مشتق ہے وہ فرع ہوگا اس کی جس سے وہ نکلا ہے۔ تو گویا تمام افعال و اسماء مصدر سے نکلتے ہیں۔ لہٰذا مصدر اصل ہوا اور فعل فرع۔

﴿اعلالِ مصدر کا اصول﴾ اب اس پر اعلال مصدر کا اصول بتاتے ہیں کہ کہاں کہاں مصادر میں اعلال ہوگا اور کہاں نہیں ہوگا؟ فرماتے ہیں کہ جب یہ منظور ہوتا ہے کہ فرع کو اصل کے ساتھ برابر کریں تو ان کو تصحیح اور اعلال میں ایک دوسرے پر قیاس کرتے ہیں۔ تصحیح بمعنی صحیح رکھنا۔ اعلال: تعلیل کرنا۔ اینہا کا مرجع فرع ہے جو بمعنی متفرعات جمع ہے (۲)

حاصل یہ ہوا کہ فرع اور اصل کو ایک ساتھ برابر کرنے میں برعایت اصل، فرع میں یا (تو) طریق تصحیح اختیار کیا جاتا ہے کہ اصل میں بھی تصحیح تھی یا اعلال پر عمل کیا جاتا ہے کہ اصل میں اعلال موجود ہے۔ دیکھیے قَامَ قِیَاماً اور قَاوَمَ قِوَاماً کو، قَامَ میں تعلیل ہوئی تھی تو قِیَاماً میں جو کہ اصل میں قِوَاماً تھا تعلیل ہو گئی اور قَاوَمَ بابِ مفاعلت میں تعلیل نہیں ہوئی تھی تو قِوَاماً اس کے مصدر بھی میں تعلیل نہیں ہوئی۔

﴿تنبیہ﴾ قولہ واو در قواما متغیر شد الخ اس پر تنبیہ کرنا چاہتے ہیں کہ توافق کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جس نوع کا اعلال فعل میں ہوا ہو وہی اعلال مصدر

---

(۱) بلکہ مناسب تعبیر یوں ہونی چاہئے کہ: "کوفیین کے نزدیک فعل اصل ہے اور مصدر اس کی فرع، انہوں نے اصالت و فرعیت کا معیار اعلال کو قرار دیا ہے، چونکہ مصدر اعلال میں فعل کا تابع ہے اس لئے وہ فعل کو اصل قرار دیتے ہیں اور مصدر کو اس کی فرع ۱۲۔

(۲) بلکہ لہٰنہا کا مرجع اصل و فرع دونوں کو قرار دینا اولی ہے کیونکہ ایک دوسرے پر قیاس کرنا نہیں دونوں میں ہوتا ہے ۱۲

میں بھی کیا جائے۔ بلکہ اصل اعلال میں توافق درکار ہے کہ واو نہ ماضی میں سالم رہا نہ مصدر میں۔ ماضی میں الف ہوا، مصدر میں یا، بہر حال واو متغیر ہو گیا خواہ الف ہو کر یا یا بن کر اسی نہج پر یَعِدُ عِدَۃً اور یَزِنُ زِنَۃً کا معاملہ سمجھ لیں کہ وہاں بھی برعایت فعل مصدر میں اعلال ہوا۔

دوم آں کہ واو یا گردد، در مصدر باب افعال واستفعال، چوں اَوْقَدَ اِیْقَاداً. واسْتَوْقَدَ اسْتِیْقَاداً۔

قانون ہر واو کہ ساکن باشد، وما قبل او مکسور، آں واو یا گردد، چوں مِیْزَانٌ و اِیْجَلْ کہ دراصل مِوْزَانٌ و اِوْجَلْ بودہ است۔

ترجمہ: دوسرا (اختلافی مقام) یہ ہے کہ باب افعال اور باب استفعال کے مصادر میں واو یا ہو جاتی ہے، جیسے اوقد ایقاداً اور استوقد استیقاداً۔

ضابطہ: ہر وہ واو جو کہ ساکن ہو اور اس کا ما قبل مکسور ہو تو وہ واو یا ہو جاتا ہے، جیسے میزان اور ایجل کہ اصل میں موزان اور اوجل تھے۔

تشریح: مثال کا صحیح سے دوسرا اختلافی مقام یہ ہے کہ باب افعال اور استفعال کے مصدر میں واو یا ہو جاتی ہے، جیسے اَوْقَدَ کا واو اِیْقَادًا مصدر میں یا سے بدل گیا۔ ایقاد: آگ روشن کرنا، بھڑکانا۔ اصل میں اِوْقَادًا تھا اسی طرح اِسْتَوْقَدَ اسْتِیْقَادًا میں اِسْتِوْقَادًا اصل سے اِسْتِیْقَادًا بنایا گیا۔

قانون اس تبدیلی کا قانون ذکر کرتے ہیں کہ جو واو ساکن ہو اور اس کا ما قبل مکسور ہو تو وہ واو یا ہو جائے گا۔ دیکھئے مِیْزَانٌ اصل میں مِوْزَانٌ تھا بمعنی ترازو، واو کسرۂ ما قبل کی رعایت سے یا سے بدل گیا۔ اِیْجَلْ امر از وَجِلَ یَوْجَلُ۔ بروزن اِسْمَعْ، وَجَل کے معنی خوف کرنا اس کی اصل میں واو تھا جو بقاعدۂ مذکورہ یا ہو گیا بس یہی قانون ایقاد اور استیقاد میں بھی چلایا گیا ہے۔

سوم آں کہ یا واو گردد، چوں علامت استقبال بضم شود، چوں یُوْسِرُ و یُوْقِنُ

کہ دراصل یُیْسِرُ و یُیْقِنُ بودہ است
قانون ہر یا کہ ساکن باشد و ما قبل آں مضموم، آں یا واو گردد، چنانکہ بالا گذشت۔

ترجمہ ومطلب تیسرا صحیح سے اختلافی موقع یہ ہے کہ جب علامت استقبال (مضارع) مضموم ہو تو وہاں یائے ساکنہ واو سے بدل جائے گی۔ یُوْسِرُ اصل میں یُیْسِرُ تھا، یائے ساکنہ برعایتِ ضمہ ما قبل واو ہو گئی۔ یُوْسِرُ بروزن یُکْرِمُ۔ اِیْسَارْ کے معنی: مالدار ہونا یہ فعل لازم ہے۔ یُوْقِنُ مضارع از اِیْقَانَ باب افعال: یقین دلانا۔ اصل میں بالیاء تھا، یا کو واو کر لیا گیا۔
﴿قانون﴾ اب اس کا قانون بتاتے ہیں کہ جو یا ساکن ہو اور اس کا ما قبل مضموم ہو تو وہ یا واو ہو جائے گی، جیسا کہ اوپر مثالیں گذر گئیں۔

چہارم آں کہ ہر واو و یا کہ در فا کلمۂ باب افتعال اصلی باشد تا گردد، و تا در تا مدغم شود، چوں اِتَّقَدَ یَتَّقِدُ اِتِّقَادًا و اِتَّسَرَ یَتَّسِرُ اِتِّسَارًا۔

ترجمہ ومطلب جو واو و یا کہ باب افتعال کے فا کلمہ میں واقع ہوں، اور ہوں بھی اصلی، کسی دوسرے حرف سے بدل کر نہ آئے ہوں، وہ تا ہو جاتے ہیں، پھر تائے افتعال میں مدغم ہو جاتے ہیں۔
﴿واو کی مثال﴾ اِتَّقَدَ یَتَّقِدُ اِتِّقَادًا اس کا مادہ وَقْدٌ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل میں واو تھا اِوْتَقَدَ یَوْتَقِدُ اِوْتِقَادًا
﴿اور یا کی مثال﴾ اِتَّسَرَ یَتَّسِرُ اِتِّسَارًا: جوا کھیلا۔ اس کا مادہ یُسْرٌ ہے، جس سے اس کی اصل کا پتہ چلتا ہے۔ اصل میں اِیْتَسَرَ یَیْتَسِرُ اِیْتِسَارًا تھا۔ واو و یا واقع ہوئے فا کلمہ میں، باب افتعال کے، ان کو اول تا سے بدلا پھر تائین میں ادغام ہو گیا۔
﴿سوال﴾ اِیْتَمَنَ بروزن اِجْتَنَبَ میں یا کو تا سے بدل کر ادغام کیوں نہیں

کیا گیا حالانکہ قاعدہ موجود ہے؟

﴿جواب﴾ اِیتَمَنَ کی یا اصلی نہیں ہے، ہمزہ سے بدل کر آئی ہے اصل اِئْتَمَنَ تھا۔ بقاعدۂ اِیْمَانًا ہمزہ یا ہو گیا۔ قاعدہ میں یہ شرط موجود ہے کہ واو ویا اصلیہ ہوں۔

در صرف معتل عین ہمہ باب تعلیل و تغییر بسیار افتد۔ مگر در باب تفعیل وتَفَعُّل و تفاعُل و مفاعَلہ کہ صرفِ ایں چہار باب با صرف صحیح برابر باشد

وسیاقتِ صرف وے ایں ست از باب فَعَلَ یَفْعُلُ ــــ بفتح العین فی الماضی، وضمّها فی الغابر ــــ چوں القَوْلُ : گفتن

ترجمہ ومطلب: معتل عین کی گردانوں مین اس کے تمام ابوب میں تعلیلات اور تغیرات بکثرت واقع ہوتے ہیں مگر باب تفعیل، تفعُّل، تفاعُل اور مفاعله میں کہ ان چاروں ابواب کے صرف (گردانیں) صَرْفِ صحیح کے ساتھ برابر ہیں ان میں تغیرات واقع نہیں ہوتے۔

قولہ سیاقت الخ سِیَاقَتْ بمعنی روانگی، چلن یعنی معتل عین کے ابواب میں صیغوں کی گردان اس روش پر ہے، مذکورہ ابواب کی روش کو غیر مذکورات کے لئے نمونہ سمجھیں اور اسی کے مطابق ابواب کی صرف کبیر گردانیں۔

﴿تنبیہ﴾ ہر ہر بحث (گردان) کو علحدہ علحدہ یاد کرایا جائے ہر ہر صیغہ کے معنی کہ جس سے افراد، تثنیہ، جمع، تذکیر، تانیث کا پتہ چلتا رہے۔ ساتھ ہی بحث کا نام اور مواقع اعلال پر تنبیہ۔ مثلاً قَالَ کا ترجمہ یوں کیا جائے گا: کہا اس ایک مرد نے زمانہ گذشتہ میں، صیغہ واحد مذکر غائب، بحث اثبات فعل ماضی معروف، از باب نصر ینصر، اجوف واوی، اصل میں قَوَلَ بروزن نصر تھا (واو متحرک ما قبل مفتوح واو کو الف سے بدلا قَالَ ہوا)

قانون قَالَ در اصل قَوَلَ بود، واو الف گشت قَالَ شد زیرا کہ ہر واو ویا کہ

متحرک باشد، وما قبل آں مفتوح، وکلمہ از التباس بمفرد ایمن باشد، ودراں کلمہ تعلیلے دیگر از جنس وے نیفتادہ باشد، ودر معنی آں واو ویا کہ تصحیح آں ضروری ست نباشد، ونیز مصدر وجمع نباشد آں واو ویا الف گردد، چوں قَالَ وبَاعَ وبَابٌ ونَابٌ ودعَا ورَمیٰ وعصَا وهُدٰی ـــــ واو در دعَوَا ویا در رَمَیَا الف نگشت زیراکہ از التباس مفرد ایمن نیست ـــــ ودر طوی ورَوِیٰ الف نگشت زیراکہ تعلیل دیگر از جنس وے افتادہ است ـــــ ودر عوِرَ وصیِدَ وعینَ الف نگشت زیراکہ درمعنی اِعوَرَّ واِصیَدَّ واِعیَنَّ است ـــــ ودر دَوَرَانٌ وجَوَلاَنٌ الف نگشت زیراکہ مصدر است ـــــ ودر حوَکَۃٌ وشوَکَۃٌ الف نگشت زیراکہ جمع است۔

ترجمہ: قَالَ اصل میں قَوَلَ تھا، واو الف ہوا تو قَالَ ہو گیا۔ اس لئے کہ ہر وہ واو اور یا جو کہ متحرک ہوں اور ان کا ما قبل مفتوح ہو اور (۱) کلمہ مفرد کے ساتھ مشتبہ ہونے سے محفوظ ہو (۲) اور اس کلمہ میں کوئی دوسری تعلیل اس کی جنس سے نہ ہوئی ہو (۳) اور اس کے معنی میں وہ واو اور یا نہ ہو جس کو صحیح رکھنا ضروری ہو (۴) اور نیز وہ کلمہ مصدر اور جمع نہ ہو ـــــ تو وہ واو اور یا الف ہو جاتے ہیں، جیسے قَال، بَاعَ، بَابٌ، نَابٌ، دَعَا، رَمیٰ، عَصَا اور هُدیٰ ـــــ دَعَوَا میں واو اور رَمَیَا میں یا الف نہیں ہوئے کیونکہ مفرد کے ساتھ مشتبہ ہونے سے محفوظ نہیں ہیں ـــــ اور طَویٰ اور رَویٰ میں واو، الف نہیں ہوا کیونکہ دوسری تعلیل اسی قبیل سے ہو چکی ہے ـــــ اور عَوِرَ، صَیِدَ اور عَیِنَ میں واو اور یا الف نہیں ہوئے اس لئے کہ یہ افعال اِعوَرَّ، اِصیَدَّ اور اِعیَنَّ کے معنی میں ہیں ـــــ اور دَوَرَانٌ اور جَوَلاَنٌ میں واو الف نہیں ہوا کیونکہ مصدر ہیں ـــــ اور حوَکَۃٌ اور شوَکَۃٌ میں واو الف نہیں ہوا اس لئے کہ جمع ہیں۔

﴿ قَالَ کی تعلیل ﴾ قَالَ اصل میں قَوَلَ تھا، واو الف ہو کر قَالَ ہو گیا

_____ یہ تو عمل ہوا اب زیرا کہ الخ سے وہ قاعدہ بتاتے ہیں جس کے ماتحت قَالَ اور اس کے امثال میں یہ عمل ہوا ہے۔ فارسی میں لفظ زیرا تعلیل کے لئے آتا ہے اس کا ترجمہ ہے "اس لئے" یعنی یہ اس لئے ہوا کہ :

﴿یہ قاعدہ﴾ ہے کہ جب واو ویا متحرک ہوں اور ان کے ماقبل میں فتح موجود ہو تو ارتفاع موانع کی صورت میں جن کا ذکر آگے آرہا ہے وہ واو ویا الف سے بدل جایا کرتے ہیں۔ لہٰذا یہاں قَوَلَ کا واو الف سے بدل گیا۔

﴿اجرائے قاعدہ کے لئے موانع﴾ وہ کون کونسی چیزیں ہیں جو اس قاعدہ کے اجرا میں رکاوٹ ڈالتی ہیں؟ ان کا ذکر و کلمہ از التباس الخ سے شروع ہوتا ہے یعنی قاعدہ کا اجراء وہاں ہوگا۔

(۱) جہاں اس عمل سے وہ کلمہ مفرد کے ساتھ ملتبس اور مشتبہ نہ ہوتا ہو، اس قید کا فائدہ یہ ہوگا کہ دَعَوَا کا واو اور رَمَيَا کی یا اس کی زد سے محفوظ ہو جائیں گے یعنی اگر کوئی یہ کہے کہ دَعَوَا اور رَمَيَا (تثنیہ) میں اس قاعدہ کا عمل کیوں نہیں ہوا، حالانکہ دونوں میں واو ویا متحرک ہیں اور ماقبل پر فتحہ بھی موجود ہے؟ تو اس کا بآسانی یہ جواب ہو گیا کہ یہاں التباس بالمفرد مانع تعلیل بن گیا کیونکہ تعلیل کے بعد ان کی صورت ان کے مفرد دَعیٰ اور رَمیٰ سے مشتبہ ہو جائے گی اور یہ پتہ نہیں چل سکے گا کہ اس میں تثنیہ کے معنی ہیں یا افراد کے، حالانکہ تثنیہ کے معنی خود بذاتہ مقصود ہیں۔

(۲) دوسرا مانع یا دوسری شرط اجراء یہ ہے کہ اس کلمہ میں اس جنس کی دوسری تعلیل واقع نہ ہوئی ہو اس سے طَویٰ بمعنی لپیٹا اور رَویٰ (روایت بیان کی) اور ان کے امثال میں اس قاعدہ پر عمل نہ کرنے کی وجہ معلوم ہو گئی اور خلاف ورزئی قاعدہ کا الزام ہٹ گیا یعنی چونکہ ان کے لام کلمہ میں اسی قسم کا اعلال ہو چکا ہے لہٰذا عین کو اعلال سے محفوظ رکھا تاکہ ایک ہی کلمہ میں ایک قسم کے دو اعلال جمع نہ ہو جائیں کہ یہ معیوب ہے۔ اصل میں طَوَيَ رَوَيَ تھے بقاعدۂ مذکورہ(۱) یا الف ہو گئی۔

---

(۱) یعنی زیر بحث قاعدہ ہی کی وجہ سے ۱۲

(۳) تیسرا مانع یا تیسری شرط یہ ہے کہ وہ واو ویا جن کا ماقبل مفتوح ہو وہ کسی ایسے کلمہ میں واقع نہ ہوں جو ہم معنیٰ اس کلمہ کا ہو جس میں ان کی تصحیح یعنی ان کا علیٰ حالہ باقی رکھنا ضروری سمجھا گیا ہو۔ اس کے فائدہ کے طور پر عَوِرَ (کانا ہوا) صَیِدَ (ٹیڑھی گردن ہوا) عَیِنَ (آنکھ کی پتلی پھیل گئی) کو ذکر کیا ہے ان تینوں کا ظاہری عیوب سے تعلق ہے جس کے لئے باب اِفْعِلَالٌ اور اِفْعِیْلَالٌ مخصوص ہیں کسی دوسرے باب سے ان کا استعمال مسموع نہیں۔ لہٰذا جہاں اور جس شکل میں بھی عیوب ظاہری کا ذکر ہوگا وہ دراصل انہیں دوبابوں میں سے کسی باب کے معنیٰ میں ہوگا اور یہ دونوں باب اعلال سے محفوظ ہیں تو ان کی فروعات کی محفوظیّت بھی لازم ہوگئی۔ گویا عَوِرَ، اِعْوَرَّ یا اِعْوَارَّ کے معنیٰ میں ہوا اسی طرح صَیِدَ اِصْیَدَّ یا اِصْیَادَّ کے معنٰی میں ہوگا فافہم۔

(۴) چوتھی شرط یا چوتھا مانع یہ ہے کہ وہ واو ویا مصدر یا جمع میں نہ ہوں، ورنہ قاعدہ کا عمل نہ ہوگا۔ چنانچہ دَوَرَانٌ (گھومنا) جَوَلَانٌ (گھومنا) میں بربنائے مصدریت اور حَوَکَةٌ جمع حَائِكٌ بمعنی جولاہا اور شَوَکَةٌ جمع شَائِكٌ (درخت خاردار) میں بربنائے جمع قاعدہ کا عمل نہیں ہوسکا۔

قُلْنَ: گفتند آں ہمہ زناں کہ دراصل قَوُلْنَ بودہ است، نقل کردہ از قَوُلْنَ بہ قَوْلُنَ آوردند، واو اخت ضمہ بود، ضمہ دیگر بروے دشوار داشتند، نقل کردہ بماقبل دادند، دو ساکن بہم آمدند، واو افتاد، قُلْنَ شد ﴿سوال﴾ از قَوَلْنَ بہ قَوُلْنَ چرا نقل کردند؟ ﴿جواب﴾ زیرا چہ واو خواست کہ الف شدہ بیُفتد، و دلیلے نبود بر حذفِ واو، پس ضمہ در آوردند تا دلیل باشد بر حذفِ واو، و دیگر اَخَوَاتِ او را ہم بریں قیاس کنند۔

ترجمہ: قُلْنَ (کہا ان سب عورتوں نے) جو کہ اصل میں قَوَلْنَ (بروزن نَصَرْنَ) رہا ہے۔ قَوَلْنَ سے نقل کر کے قَوُلْنَ بنایا۔ واو پیش کی بہن ہے، دوسرا پیش اس پر بھاری سمجھا صرفیوں نے، نقل کر کے ماقبل کو دیا، تو دو ساکن

اکھٹا ہو گئے، واو گر گیا۔ قُلْنَ ہوا۔﴿سوال﴾ قَوَلْنَ سے قَوُلْنَ کی طرف کیوں نقل کیا؟ ﴿جواب﴾ اس لئے کہ واو نے چاہا کہ الف ہو کر گر جائے اور کوئی دلیل واو کے حذف کی نہ تھی اس لئے پیش لائے تاکہ وہ واو کے حذف پر دلیل ہو اور قُلْنَ کی دوسری بہنوں کو اسی پر قیاس کرتے ہیں۔

﴿قُلْنَ کی تعلیل﴾ قُلْنَ دراصل قَوَلْنَ تھا اول اس کو قَوَلْنَ بفتحِ واو سے قَوُلْنَ بضمِ واو کی طرف نقل کیا۔ واو اخت ضمہ تھی۔ اس پر دوسرا ضمہ ثقیل سمجھ کر ما قبل کی طرف منتقل کر دیا، لیکن فا کی حرکت حذف کرنے کے بعد، اب واو اور لام دو ساکن جمع ہو گئے، واو گر گئی قُلْنَ ہوا۔

﴿سوال﴾ اس کی کیا ضرورت پیش آئی کہ قَوَلْنَ بفتحِ واو کو قَوُلْن بضمِ واو کی طرف منتقل کیا، پھر تعلیل کی؟

﴿جواب﴾ یہ اس لئے کرنا پڑا کہ واو نے چاہا کہ الف بن کر گر جائے اور حذف واو پر کوئی دلیل نہ تھی، جس سے اصل کا سراغ ملتا، لہٰذا ضمہ لے آئے تاکہ حذف واو پر دلیل رہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قَوَلْنَ بفتحِ واو میں تعلیل کا دوسرا طریق ہوتا (یعنی اختیار کیا جاتا) کیونکہ فتحہ سے واو میں ثقل نہیں بڑھتا۔ یہ تو تمام حرکتوں میں ہلکی حرکت ہے لہٰذا بجائے ثقل حرکت، قانون قال کے مطابق واو کو الف کر کے بالتقائے ساکنین حذف عمل میں آتا تو اس صورت میں یہ کس طرح معلوم ہوتا کہ یہاں سے واو حذف ہوا ہے؟ اور اعلال بعد الانتقال میں ضمہ حذفِ واو کی دلیل باقی رہتا ہے، اس لئے یہ طول عمل کیا گیا۔

﴿اخوات کا بیان﴾ آگے قُلْنَ جمع مؤنث غائب کے صیغہ سے لے کر تا قُلْنَا صیغہ جمع متکلم کی تعلیلات کا فیصلہ کرتے ہیں کہ ان سب کو بانداز قُلْنَ سمجھیں یعنی اول مفتوح العین سے مضموم العین کی طرف نقل کریں، پھر قُلْنَ والا اعلال جاری کر دیں۔ (اور قَالَ والی تعلیل قَالَتَا تک جاری ہو گی)

قِیْل دراصل قُوِلَ بود، واو حرفِ علت ضعیف، وکسرہ حرکت قوی ست حرف

ضعیف حرکت قوی را احتمال نتواست کرد، کسرہ بر واو دشوار داشتند، نقل کردہ بما قبل دادند، بعد ازالۂ حرکتِ ما قبل، واو از جہت کسرۂ ما قبل یا گشت قِیْلَ شد۔

ترجمہ: قِیْلَ اصل میں قُوِلَ (بروزن نُصِرَ تھا) واو کمزور حرف علت ہے اور کسرہ قوی حرکت ہے۔ کمزور حرف قوی حرکت کو اٹھا نہیں سکتا کسرہ واو پر بھاری سمجھا، نقل کر کے ما قبل کو دیا، ما قبل کی حرکت دور کرنے کے بعد پھر واو ما قبل کے کسرہ کی وجہ سے یا ہو گیا قِیْلَ ہوا۔

﴿قِیْلَ کی تعلیل﴾ چونکہ حروف علت میں واو اثقل ترین حرف ہے اس لئے سب سے زیادہ کمزور ہے۔ ذرا کوئی بات ہوئی اور یہ گرا، بر خلاف یا اور الف کے کہ الف میں تو ثقل ہے ہی نہیں، یا ضرور ثقیل ہے مگر نہ اتنی کہ جتنا واو ثقیل ہے اور کسرہ قوی حرکت ہے کیونکہ یہ اخت یا ہے اور یا بہ نسبت واو کے قوی ہے یہ دو مقدمہ ہوئے اول واو حرف ضعیف ہے دوم کسرہ قوی حرکت ہے اب تیسرا مقدمہ سنیے کہ کمزور حرف قوی حرکت کو برداشت نہیں کر سکتا لہٰذا بحکم مقدمات ثلاثہ کسرہ کو واو پر دشوار رکھا یعنی مزید ثقل کا باعث سمجھا پس اسکو وہاں سے ہٹا کر ما قبل کو دیدیا۔ بعد ازالۂ حرکتِ ما قبل قِوْلَ بکسر قاف و سکون واو ہوا اب بقاعدۂ مِیْزَانٌ واو کو یا کر لیا گیا قِیْلَ ہو گیا۔

یَقُوْلُ در اصل یَقْوُلُ بود، حرکت واو نقل کردہ بما قبل دادند یَقُوْلُ شد، برائے موافقت باب۔ اگر منظور موافقت باب بنودے اعلال نشدے، زیرا کہ اگر ما قبل واو و یا ساکن باشد حرکت بر اں ثقیل ندارند، حکم آں واو و یا حکمِ حرف صحیح باشد۔ چوں دَلْوٌ وظَبْیٌ

ترجمہ: یَقُوْلُ اصل میں یَقْوُلُ تھا، واو کی حرکت نقل کر کے ما قبل کو دی یَقُوْلُ ہوا (اور ایسا) باب کی موافقت کے لئے (کیا گیا) اگر باب کی موافقت پیش نظر نہ ہوتی تو تعلیل نہ ہوتی، کیونکہ اگر واو اور یا کا ما قبل ساکن ہو تو اس

پر حرکت ثقیل نہیں سمجھتے اس واو اور یاء کا حکم حرف صحیح کا حکم ہوتا ہے، جیسے دَلْوٌ اور ظَبْیٌ۔

﴿ یَقُوْلُ کی تعلیل ﴾ یَقُوْلُ اصل میں یَقْوُلُ تھا واو کا ضمہ ما قبل کو دیدیا یَقُوْلُ ہوگیا۔ یہ تصرف اگرچہ غیر ضروری اور خلاف اصول نظر آرہا ہے مگر موافقتِ باب کی رعایت ایک اہم اصول ہے اگر موافقت باب منظور نہ ہوتی تو یَقُوْلُ میں اعلال نہ ہوتا۔ اس لئے کہ بصورتِ سکون ما قبل واو ویا، واو ویا پر حرکت کو ثقیل نہیں مانتے تاکہ انتقال حرکت کی حاجت پیش آئے ایسا واو ویا حرف صحیح کے حکم میں ہوتا ہے چنانچہ دَلْوٌ کا واو اور ظَبْیٌ کی یا اپنے حال پر باقی ہیں۔ دَلْوٌ: ڈول۔ ظَبْیٌ: ہرن۔

﴿ نقد ﴾ بہرحال مولف کتاب نے اپنی رائے ظاہر کردی۔ کوئی قبول کرے یا نہ کرے اس سے بحث نہیں عند الجمہور تو یہ نقل(۱) قاعدہ میں ہے کہ اجوف کے مضموم واو اور مکسور یا کی حرکت اس کے ما قبل کی طرف وجوباً منتقل کی جاتی ہے جبکہ اس کا ما قبل ساکن غیر مدّہ ہو یعنی حرف صحیح ہو (اور) دَلْوٌ اور ظَبْیٌ ناقص ہیں اجوف نہیں (اس لئے یہاں نقل حرکت ضروری نہیں)

یُقَالُ در اصل یُقْوَلُ بود، فتحۂ واو نقل کردہ بقاف دادند، واو در اصل متحرک بود ما قبل او اکنوں مفتوح گشت واو را با الف بدل کردند یُقَالُ شد ﴿سوال﴾ فتحۂ واوِ یُقْوَلُ چرا نقل کردہ بقاف دادند؟ ﴿جواب﴾ از برائے آں کہ مجہول از معروف ساختہ می شود، چوں در معروف نقل کردند، در مجہول نیز نقل کردند، تا حکمِ ہر دو، یکے شود۔

ترجمہ: یُقَالُ اصل میں یُقْوَلُ تھا واو کا زبر نقل کرکے قاف کو دیا (پھر) واو اصل میں متحرک تھا اور اس کا ما قبل اب مفتوح ہوگیا تو واو کو الف سے بدلا یُقَالُ ہوا ﴿سوال﴾ یُقْوَلُ کے واو کا زبر نقل کرکے قاف کو کیوں دیا؟

---

(۱) یعنی واو کی حرکت نقل کرکے ما قبل کو دینا۔ مطابق قاعدہ ہے کہ اجوف الخ

﴿جواب﴾ اس لئے کہ مجہول، معروف سے بنایا جاتا ہے (پس) جب معروف میں نقل کیا (تو) مجہول میں بھی نقل کیا تاکہ دونوں کا حکم ایک ہو جائے۔

﴿یقال کی تعلیل﴾ یُقَالُ اصل میں یُقْوَلُ بروزن یُنْصَرُ تھا واو کا فتحہ قاف کو دیا اس کے بعد قاعدہ پایا گیا: واو اصل میں متحرک تھا اب اس کا ما قبل مفتوح ہو گیا، واو کو الف سے بدل لیا، یُقَالُ ہو گیا۔

﴿سوال﴾ ہو تا ہے کہ یُقَالُ میں واو کا فتحہ قاف کو کیوں دیا گیا؟

﴿جواب﴾ اس وجہ سے کہ مجہول معروف سے بنایا جاتا ہے جب معروف میں واو کی حرکت ضمہ ما قبل کو دی گئی تو مجہول میں ایسا کرنا ضروری ہوا تاکہ مجہول اور معروف کا حکم یکساں رہے۔ جواب کی بنیاد یہ ہے کہ یہ نقل بھی خلاف اصول ہے مگر کیا کیا جائے توافق بالمعروف کی مجبوری ایسا کرا رہی ہے۔

﴿تنقید﴾ اور معروف میں نقل حرکت کو خود ہی غیر اصولی قرار دے چکا ہے ہمارے نزدیک یہ از قبیل بنائے فاسد علی الفاسد ہے معروف اور مجہول دونوں میں ما قبل ساکن کی طرف حرکت کا انتقال عین مقتضائے اصول ہے۔

بداں کہ ہر جا کہ لام کلمہ ساکن باشد در معتل عین، آں عین از جہت اجتماع ساکنین بیفتد، چوں لم یَقُلْ ولم یَبِعْ ولاتَقُلْ ولْيَقُلْ وقُلْ وقُلْنَ ولْيَقُلْنَ ولاتَقُلْنَ.

ترجمہ: جان لیجئے کہ معتل عین میں جہاں بھی لام ساکن ہو عین کلمہ دو ساکنوں کے اکٹھا ہونے کی وجہ سے گر جاتا ہے، جیسے لم یَقُلْ الخ۔

تشریح: معتل عین میں نقل حرکت کے بعد لام کلمہ کے ساکن ہونے کی صورت میں چونکہ عین اور لام دو ساکن جمع ہو جاتے ہیں اور ساکنین کا اجتماع ثقل کلمہ کا باعث ہو تا ہے لہٰذا عین کلمہ کو حذف کر دیتے ہیں۔ لام کلمہ کا سکون خواہ:

(۱) دخول جوازم کا اثر ہو، جیسے لم یَقُلْ، لم یَبِعْ، لاتَقُلْ (نہی) لِیَقُلْ (امر غائب) میں۔

(۲) یا سکون وقفی ہو، جیسے قُلْ امر حاضر میں۔
(۳) یا نونِ جمع کے الحاق سے آخر میں سکون آیا ہو، جیسے قُلْنَ، لِیَقُلْنَ، لاتقُلْنَ میں

﴿لم یَقُلْ وغیرہ کی تعلیل﴾ لم یَقُلْ اصل میں لم یَقُوْلْ اور لاتَقُلْ، لا تَقُوْلْ اور لِیَقُلْ اصل میں لِیَقُوْلْ اور قُلْ اصل میں اُقْوُلْ تھے، ان تمام میں واو کا ضمہ قاف کو دے کر واو کو بالتقائے ساکنین حذف کر دیا۔

﴿لم یبع کی تعلیل﴾ لم یَبِعْ اصل میں لم یَبْیِعْ تھا، یہاں کسرہ ما قبل کی طرف منتقل ہوا ہے اور یا باجتماع ساکنین ساقط ہوئی ہے۔

﴿قُلْنَ وغیرہ کی تعلیل﴾ قُلْنَ خواہ صیغہ جمع مؤنث غائب ہو جس کی اصل قَوَلْنَ ہے اور اس کی تعلیل گذر چکی ہے یا جمع مؤنث حاضر امر ہو اور اُقْوُلْنَ اصل ہو اسی طرح لِیَقُلْنَ اصل میں لِیَقْوُلْنَ اور لاتَقُلْنَ اصل میں لاتَقْوُلْنَ تھے، ان سب میں تعلیل بمثل سابق ہوئی۔

اور قُلْ صیغہ امر میں ہمزہ کا سقوط رفع ضرورت کی بناء پر ہوا یہ تمام امور ظاہر ہیں۔

قَائِلٌ در اصل قَاوِلٌ بود، واو ہمزہ گشت، قَائِلٌ شد، زیرا کہ ہر واو ویا کہ در طرف افتد یا نزدیک طرف، وبعد الفِ زائد باشد، ہمزہ گردد، چوں قَائِلٌ وبَائِعٌ ودُعَاءٌ وبِنَاءٌ واِعْلَاءٌ واستِعْلَاءٌ۔

﴿قَائِلٌ کی تعلیل﴾ قَائِلٌ اصل میں قَاوِلٌ تھا، واو ہمزہ ہو گیا، کیونکہ جو واو ویا طرف میں یا نزدیک طرف کے الف زائد کے بعد واقع ہوں، وہ ہمزہ ہو جاتے ہیں قَائِلٌ، بَائِعٌ نزدیک بطرف کی مثالیں ہیں اور دُعَاءٌ، بناءٌ، اِعْلَاءٌ، اِستِعْلَاءٌ طرف کی امثلہ ہیں۔ دُعَاءٌ اصل میں دُعَاوٌ تھا اور بناءٌ اصل میں بنایٌ تھا۔ دَعَا یدْعُوْ دُعَاءً: بلانا۔ بَنیٰ یَبْنِی بنَاءً: بنانا، تعمیر کرنا ۔ اِعْلَاءٌ، اِستِعْلَاءٌ اصل میں اِعْلَاوٌ اور اِستِعْلَاوٌ تھے، بلند کرنا اور بلند

کرانا۔اول کی دو مثالیں ثلاثی مجرد کے مصادر کی ہیں۔ آخر کی دونوں مثالیں ثلاثی مزید کے مصادر کی ہیں۔

مقُوْلٌ در اصل مَقْوُوْلٌ بود، حرکتِ واو نقل کردہ بقاف دادند، برائے موافقت باب، دو ساکن بہم آمدند یکے را انداختند، مَقُوْلٌ شد ـــــ بعضے واو اول را حذف کردند، زیرا کہ واو دوم علامت ست وَالْعَلَامَۃُ لَاتُحْذَفُ ـــــ وبعضے واو آخر را حذف کردند، زیرا کہ زیادہ است وَالزَّوَائِدُ اَوْلٰی بِالْحَذْفِ۔

ترجمہ مَقُوْلٌ اصل میں مَقْوُوْلٌ تھا واو کی حرکت نقل کر کے قاف کو دی، موافقت باب کے لئے، دو ساکن جمع ہوگئے کسی ایک کو گرادیا مَقُوْلٌ ہوا ـــــ بعض حضرات پہلے واو کو حذف کرتے ہیں، اس لئے کہ دوسرا واو (مفعول کی) علامت ہے اور علامت حذف نہیں کی جاتی ـــــ اور بعض حضرات آخری واو کو حذف کرتے ہیں اس لئے کہ وہ زائد ہے اور زائد کا حذف کرنا زیادہ بہتر ہے۔

﴿مَقُوْلٌ کی تعلیل﴾ مَقُوْلٌ اصل میں مَقْوُوْلٌ تھا موافقت باب کی رعایت سے واو کا ضمہ قاف کو دیا، دو ساکن جمع ہوگئے یعنی مفعول کا واو اور عین کلمہ کا واو جن میں ایک کا حذف لابدی ہے۔ سو بعض نے تو عین کلمہ کا واو حذف کردیا کہ دوسرا واو علامت مفعول ہونے کی بناء پر قابل حذف نہیں، کیونکہ العلامۃ لاتُحذف ایک مسلمہ اصول ہے۔ علامت حذف ہوجائے تو ذی علامت کا دوسروں سے امتیاز دشوار ہوجائے۔

یہ تو اخفش کی رائے ہے لہٰذا ان کے نزدیک مَقُوْلٌ مَفُوْلٌ کے وزن پر ہوا۔ اور عند البعض جن میں خلیل اور سیبویہ داخل ہیں واو ثانی ساقط ہوا، کیونکہ وہی زائد ہے اور بمقابلہ اصلی حرف کے زائد کا حذف اولی ہوتا ہے پھر وہ ہے بھی کنارے کے قریب، جہاں عموماً تغیرات ہوتے رہتے ہیں۔

رہا معاملہ علامت کا سو اول تو یہ علامت نہیں، بلکہ ضمۂ عین کے اشباع سے واو کی صورت پیدا ہو گئی ہے یعنی اصل میں مَفْعُلٌ تھا، دوسرے یہ عذر اس وقت صحیح ہو تا کہ جب کلمہ میں مفعول کی دوسری علامت موجود نہ ہوتی یہاں تو واو کو علامت مان کر بھی حذف کرنے میں کلمہ کی مفعولیت پر اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ یہاں مفعول کی دوسری علامت یعنی میم موجود ہے۔ جس کا بدون واو مستقل مفعول کی علامت ہونا اس سے ظاہر ہے کہ ثلاثی مزید فیہ میں مفعول کی علامت تنہا میم ہے اور بس!

ہاں اخفش کی طرف سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ دو ساکنوں میں جہاں زائد اور اصلی کا اجتماع ہو وہاں اصلی کو حذف کرتے ہیں۔ چنانچہ قَاضٍ میں یا کو حذف کر کے تنوین کو باقی رکھا گیا، حالانکہ یا لام کلمہ کی جگہ تھی۔ اسی طرح ساکنین کے اجتماع میں جہاں ساکن اول مدہ ہو وہاں مدہ کو حذف کرتے ہیں، جیسا قُلْ، بِعْ، خَفْ میں معلوم ہے لہٰذا مَقْوُوْلٌ میں ہر دو امر کے لحاظ سے واوِ اول کا حذف مقتضائے اصول ٹھہرتا ہے کیونکہ اصلی بھی ہے اور مدہ بھی۔

سو اس کا جواب بھی سن لیجئے کہ آپ کا ارشاد بجا ہے بے شک یہی قاعدہ ہے مگر اس کی ایک ضروری شرط بھی ہے، اس پر توجہ نہیں فرمائی گئی۔ وہ شرط یہ ہے کہ ثانی ساکن حرفِ صحیح ہو، چنانچہ امثلہ سابقہ سے یہ امر بخوبی ظاہر ہے لیکن جہاں دوسرا ساکن حرف علت ہو وہاں قابل حذف وہی ثانی حرف علت ہو گا نہ غیر،

پس سیبویہ اور خلیل کے مذہب پر مَقُوْلٌ کا وزن مَفُعْلٌ ہو گا۔

﴿فائدہ﴾ نصر ینصر کے باب سے معتل عین صرف واوی ہی آتا ہے جیسا کہ ضرب یضرب سے صرف یائی آتا ہے البتہ سمع یسمع میں واوی اور یائی دونوں آتے ہیں، جیسے خَافَ یَخَافُ واوی ہے اور هَابَ یَهَابُ یائی اور کرم یکرم میں واوی اور یائی دونوں ہیں مگر یائی شاذ ہے۔

(اس کے بعد معتل عین یائی کی گردانیں ہیں از باب ضرب یضرب

چوں البیع: خریدنا اور بیچنا)

قانون بعْنَ: فروختند آں ہمہ زناں، دراصل بَیَعْنَ بودہ است نقل کردہ از بَیَعْنَ بہ بَیِعْنَ آوردند، یا اخت کسرہ بود۔ کسرۂ دیگر بروے دشوار داشتند، نقل کردہ بما قبل دادند، بعد ازالۂ حرکتِ ما قبل، پس دو ساکن بہم آمدند، یا افتاد بِعْنَ شد۔

ترجمہ ضابطہ بِعْنَ بیچا ان سب عورتوں نے، اصل میں بَیَعْنَ تھا بَیَعْنَ سے نقل کر کے بَیِعْنَ میں لائے، یا کسرہ کی بہن تھی، دوسرا کسرہ اس پر بھاری سمجھا، نقل کر کے ما قبل کو دیا۔ ما قبل کی حرکت دور کرنے کے بعد پس دو ساکن جمع ہو گئے یا گر گئی بِعْنَ ہوا۔

﴿بِعْنَ کا ترجمہ کرنے کی وجہ﴾ بِعْنَ کا ترجمہ کر کے اس کی تعلیل شروع کی، اسی طرح قُلْنَ میں قبل از تعلیل اس کا ترجمہ کیا تھا دیگر صِیَغْ کی تعلیل میں صرف صیغہ اور اس کا طریق اعلال بیان کرتے ہیں، ترجمہ نہیں کرتے سو اس کی وجہ یہ ہے کہ قُلْنَ اور بِعْنَ یہ دونوں صیغے خود ماضی میں بھی معروف اور مجہول دونوں کے، جمع مؤنث غائب کے مشترک صیغے ہیں۔ پھر امر کا جمع مؤنث حاضر بھی یہی ہے اس لئے ترجمہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ صیغہ ماضی کا ہے اور یہ امر کا پھر ماضی میں معروف ہے یا مجہول بہر حال یہاں جو خاص طرز اعلال کا اختیار کیا جا رہا ہے اس کے لحاظ سے ترجمہ کرنا ضروری تھا تاکہ معلوم ہو جائے کہ ابتداءً بَیَعْنَ (مفتوح العین) کو بَیِعْنَ (مکسور العین) میں لے جانا، پھر کسرہ کو یا پر ثقیل قرار دیتے ہوئے با کی طرف منتقل کرنا اور التقائے ساکنین سے یا کو حذف کرنا۔ یہ مجموعہ عمل صرف جمع مؤنث غائب بحث ماضی معروف کے ساتھ مخصوص ہے ماضی مجہول میں ابتدائے نقل کی حاجت نہیں، وہاں ویسے ہی قاعدہ کا اجراء ہو رہا ہے اور اسی طرح امر حاضر میں فافہم۔

بِیْعَ در اصل بُیِعَ بودہ است، یا اخت کسرہ بود، کسرۂ دیگر بروے دشوار داشتند، نقل کردہ بما قبل دادند، بعد دور کردنِ حرکت ما قبل بِیْعَ شد۔

ترجمہ: بِیْعَ اصل میں بُیِعَ تھا۔ یا کسرہ کی بہن ہے، دوسرا کسرہ اس پر بھاری سمجھا صرفیوں نے، نقل کر کے ما قبل کو دیا، ما قبل کی حرکت دور کرنے کے بعد، بِیْعَ ہوا۔

﴿ بِیْعَ کی تعلیل ﴾ بِیْعَ اصل میں بُیِعَ تھا۔ یا پر کسرہ ہونے کے معنی تین کسروں(۱) کا اجتماع تھا، جس کا ثقل ظاہر ہے، لہٰذا ما قبل کا ضمہ ہٹا کر یہ کسرہ اس کو دیدیا گیا بِیْعَ ہو گیا۔

یَبِیْعُ دراصل یَبْیِعُ بودہ، حکم او حکم یَقُوْلُ است ــــــ و حکم یُبَاعُ، یُقَالُ است ــــــ و بَائِعٌ چوں قَائِلٌ ــــــ مَبِیْعٌ دراصل مَبْیُوْعٌ بود، از مَبْیُوْعٌ نقل کردہ بہ مَبِیُوْعٌ آوردند، واو یا گشت مَبِیْیْعٌ شد، بعد ازاں کسرۂ یا بباد دادند، دو ساکن بہم آمدند، یکے را بیفکندند، مَبِیْعٌ شد۔

﴿ یبیع کی تعلیل ﴾ یَبِیْعُ مضارع معلوم کی اصل یَبْیِعُ بروزن یضرب ہے، اس کا حکم یَقُوْلُ جیسا سمجھیں کہ اگرچہ کسرہ یا کے ثقل کے لئے کوئی قانونی مجبوری تو نہیں ہے، کیونکہ بحالت سکونِ ما قبل، یا پر کسرہ ثقیل نہیں مانا گیا، پھر بھی موافقتِ باب کی خاطر نقلِ کسرہ کا عمل کیا گیا اور بُیِعَ ماضی مجہول میں ما قبل کے تحرک نے یا کا کسرہ ثقیل بنا دیا تھا، ورنہ اصل سے ثقیل نہ تھا ہم اس کے متعلق یَقُوْلُ میں عرض کر چکے ہیں اسی کو یہاں جاری سمجھیں۔

﴿ تنقید ﴾ رہا موافقتِ باب کا قصہ، سو نہ معلوم کس کا توافق مراد ہے؟ ماضی کا کہ ماضی اصل ہے اور مضارع اس سے ماخوذ؛ تو ماضی معلوم میں یا اور واو میں ابدال کا عمل ہوا ہے یعنی ان کی جگہ الف لایا گیا ہے نقل حرکت کا عمل

(۱) یا کسرہ کے اشباع سے پیدا ہوتی ہے اس لئے وہ دو کسروں کے برابر مانی جاتی ہے ۱۲

نہیں ہوا ـــــــ ماضی مجہول میں نقل کا طریق اختیار کیا گیا ہے تو اس کا اثر مضارع مجہول پر پڑتا نہ کہ معلوم پر اور یہاں بحث معلوم میں ہے واللہ اعلم۔

ہم نے یَقُوْلُ کے بیان میں موافقتِ باب کے متعلق اپنا خیال ظاہر کر دیا ہے، اسی قیاس پر اس کو بھی سمجھ لیا جائے۔

﴿یُبَاعُ کی تعلیل﴾ اور یُبَاعُ مضارع مجہول کی تعلیل یُقَالُ کے طرز پر کرلی جائے۔

﴿بَائِعٌ کی تعلیل﴾ بَائِعٌ، قَائِلٌ جیسا ہے۔

﴿مَبِیْعٌ کی تعلیل﴾ مَبِیْعٌ صیغہ اسم مفعول، اصل میں مَبْیُوْعٌ تھا۔ اولاً مَبْیُوْعٌ سے مَبِیُوْعٌ بکسر یا کی طرف نقل کیا۔ زاں بعد واو ساکن کسرہ ما قبل کی وجہ سے یا ہو گیا۔ مَبِیْیْعٌ ہوا، پھر یا کا کسرہ با کو دے کر یا کو بعلت اجتماع ساکنین ساقط کر دیا، مَبِیْعٌ ہو گیا۔

(اس کے بعد معتل عین واوی کی گردانیں ہیں از باب سَمِعَ یَسْمَعُ، چوں اَلْخَوْفُ: ڈرنا)

بداں کہ اسم مفعول چوں واوی باشد بر مَقُوْلٌ قیاس کنند، مانند مَخُوْفٌ، مَخُوْفَانِ، وچوں یائی باشد بر مَبِیْعٌ، مانند مَنِیْلٌ، مَنِیْلَانِ مَنِیْلُوْنَ۔ مَنِیْلَةٌ، مَنِیْلَتَانِ، مَنِیْلَاتٌ

ترجمہ جان لیجئے کہ اسم مفعول جب واوی ہو تو مَقُوْلٌ پر قیاس کرتے ہیں، جیسے مَخُوْفٌ، مَخُوْفَانِ۔ اور جب یائی ہو تو مَبِیْعٌ پر قیاس کرتے ہیں، جیسے مَنِیْلٌ الخ۔

باب سمع سے معتل عین واوی اور یائی: اس عبارت میں تنبیہ کر دی کہ سمِع یسمَع کے معتل عین میں واوی اور یائی دونوں مسموع ہوئے ہیں۔ چنانچہ خَافَ یَخَافُ خَوْفًا الخ واوی کی مثال ہے اور نَالَ یَنَالُ نَیْلاً فھو نَائِلٌ یائی کی مثال۔ واوی کا مفعول مَخُوْفٌ بر وزن مَقُوْلٌ ہے، جو اصل

میں مَخُوْوْفٌ ہمچوں مَقُوْوْلٌ تھا اس میں اعلال بطرز مَقُوْلٌ ہوا ـــــــ اور یائی کا مفعول مَنِیْلٌ بروزن مَبِیْعٌ ہے جو اصل میں مَنْیُوْلٌ بروزن مَبْیُوْعٌ تھا، دونوں کا اعلال مساوی ہے۔

خَافَ ترسید آں یک مرد، دراصل خَوِفَ بود، واو متحرک ما قبل او مفتوح واو الف گشت، خَافَ شد بر حکم قَالَ ـــــــ خِفْنَ دراصل خَوِفْنَ بود، واو حرف ضعیف حرکت قوی را احتمال نتوانست کرد، کسرہ از واو نقل کردہ بما قبل دادند، چنانچہ در قُوْلْنَ مذکور شد،، دو ساکن بہم آمدند، واو افتاد خِفْنَ شد۔
یَخَافُ می ترسد آں یک مرد، دراصل یَخْوَفُ بود، حرکتِ واو نقل کردہ بما قبل دادند، واو دراصل متحرک بود، ما قبل او اکنوں مفتوح گشت، واو الف گشت، یَخَافُ شد ـــــــ وقِسِ الْبَوَاقِیَ فِی الْإِدْرَاكِ۔

ترجمہ خَافَ : ڈرا وہ ایک مرد، اصل میں خَوِفَ تھا، واو متحرک، اس کا ما قبل مفتوح، واو الف ہو گیا خَافَ ہوا، قَالَ کے حکم پر ـــــــ خِفْنَ اصل میں خَوِفْنَ تھا، واو کمزور حرف، قوی حرکت کو برداشت نہیں کر سکتا، واو کا کسرہ نقل کر کے ما قبل کو دیا، جیسا کہ قُوْلْنَ میں مذکور ہوا، دو ساکن اکٹھا ہو گئے، واو گر گیا، خِفْنَ ہوا ـــــــ یَخَافُ ڈرتا ہے وہ ایک مرد، اصل میں یَخْوَفُ تھا، واو کی حرکت نقل کر کے ما قبل کو دی (پھر) واو اصل میں متحرک تھا (اور) اس کا ما قبل اب مفتوح ہو گیا (تو) واو الف ہو گیا، یَخَافُ ہوا اور اندازہ لگا لو باقی ماندہ (صیغوں) کا (ان کے) حاصل کرنے میں۔
﴿بے وجہ ترجمہ﴾ مصنفؒ نے خَافَ کا ترجمہ لکھا ہے مگر اس مقام پر ترجمہ لکھنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔
﴿کمزور حرف کا مطلب﴾ واو حرف ضعیف ہے ہم اس کے معنی اوپر لکھ چکے ہیں مگر یہاں بھی ایک معنی بیان کئے دیتے ہیں وہ یہ ہیں کہ حروف علت دیگر تمام حروف کے مقابلہ پر ضعیف قرار دیئے گئے ہیں گو ان کے آپس میں

بلحاظ ثقل تفاوت قائم ہے۔ پس ضعیف ہونا حروف علت کا وصف لازم ہے۔ جو واو، یا، الف تینوں میں مشترک ہے اور ان کے ضعف ہی کی بنا پر ادنی ٹھسک (ضرب، چوٹ) سے ان کا سقوط ہو جاتا ہے۔ ذرا اسقاط (گرانے) کا بہانہ ہاتھ لگا اور انہیں چلتا کیا۔ مثل مشہور ہے کہ نزلہ بر عضوِ ضعیف می ریزد (نزلہ کمزور عضو پر پڑتا ہے) وہی حال ان کا ہے۔

﴿بے ضرورت ترجمہ﴾ مصنف نے یَخَافُ کا ترجمہ بھی کیا ہے مگر تعلیل میں معروف اور مجہول یکساں ہیں اس لئے ترجمہ کی خاص ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔

قس البواقی الخ: قِسْ امر ہے قَاسَ یَقِیْسُ قِیَاساً کا اس کے معنی اندازہ لگانے کے آتے ہیں۔ بواقی جمع باقیۃ۔ ادراک مصدر بابِ افعال: پالینا پہنچنا ــــــــ ترجمہ اس طرح ہوا: اندازہ لگالو باقی ماندہ صیغوں کا ان کے حاصل کرنے میں یعنی ان صیغوں کو کس طرح بنایا جائے گا اور کس طرح اداء کئے جائیں گے اس کے لئے مذکورہ بیانات کی روشنی کافی ہے۔

﴿فائدہ﴾ واضح ہو کہ مضموم العین ماضی میں (یعنی باب کَرُمَ میں) جمع مؤنث غائب سے جمع متکلم کے صیغوں تک عین کلمہ کا ضمہ علامت باب کے طور پر لازم ہے (جیسے کَرُمْنَ الخ) اور مکسور العین ماضی میں (یعنی باب سمِعَ میں) بنائے باب کی حفاظت کے لئے صِیَغ مذکورہ میں فا کلمہ کا کسرہ ضروری ہے، خواہ واوی ہو جیسے خِفْنَ یایائی ہو، جیسے ھِبْنَ لیکن مفتوح العین میں (یعنی باب نصَر، ضرب اور فتح میں) فاکلمہ کا فتحہ تجویز نہیں ہوا، بلکہ وہاں واوی اور یائی کی رعایت سے واوی میں ضمہ اور یائی میں کسرہ کا عمل اختیار کیا گیا (جیسے قُلْنَ اور بِعْنَ)

وجہ یہ ہے کہ مَفتوح العین میں فاکلمہ کا فتحہ بنائے باب کی حفاظت کا مقصد پورا نہیں کرتا۔ پس مفتوح العین ماضی کے صِیَغِ مذکورہ میں فا کا فتحہ اس احتمال پر کہ یہ فتحہ اصلی ہے، جو خود ماضی کے فاکلمہ میں موجود تھا یا یہ فتحہ

بطور علامت باب ـــــ جس کے دوسرے معنی بنائے باب کی حفاظت ہیں
ـــــ لایا گیا ہو، کوئی مخصوص نشان مفتوح العین ہونے کا نہیں بن سکتا۔
پھر جب یہ مقصد حاصل نہ ہوا تو اس سے دوئیم نمبر کے مقصد پر نظر
گئی اور اس کی حفاظت کا اہتمام ضروری نظر آیا یعنی واوی الاصل اور یائی
الاصل کی رعایت۔ لہذا واوی میں ماقبل کا ضمہ اور یائی میں ماقبل کا کسرہ
مُجَوَّزْ ہوا، کہ ضمہ حذفِ واو کا نشان ہوگا تو کسرہ حذف یا کی علامت۔
مَثَل مشہور ہے مَالاَ یُدْرَكُ كُلُّهُ لاَیُتْرَكُ كُلُّهُ (جو چیز پوری حاصل نہ
ہوسکے، اسے کلیۃً نظر انداز نہیں کرنا چاہئے) بلکہ جتنا بھی حاصل ہوسکے
اسے غنیمت سمجھیں۔ چور سے جو ہاتھ لگے غنیمت ہے! واللہ اعلم۔

وصرفِ اجوفِ ابوابِ مُنْشَعِبْ ہم بریں قیاس کنند۔

ترجمہ: ابواب مزید فیہ کے اجوف کی گردان اسی انداز پر کرتے ہیں۔
﴿اجوف کے معنی اور وجہ تسمیہ﴾ ابواب منشعب مزید فیہ کے ابواب کہلاتے
ہیں۔ اجوف اور معتل عین دونوں ایک شئی ہیں۔ جوف کے معنی خالی۔ واو ویا
کا جوفِ کلمہ میں یعنی بجائے عین واقع ہونا کلمہ میں ایک قسم کا خلا ہوتا ہے
کیونکہ اکثر و بیشتر ان میں تغیرات اور اعلالات واقع ہوتے رہتے ہیں۔ یہ
دونوں کہیں الف سے بدل جاتے ہیں اور کہیں ان کی حرکت چھین لی جاتی
ہے، کہیں ان کو ساقط کردیا جاتا ہے۔ بہر حال کلمہ میں کسی نہج خلا ضرور رہتا
ہے اس مناسبت سے اس کا اجوف نام تجویز ہوا۔
﴿ابواب منشعب کی تعلیلات﴾ اَغَاثَ یُغِیْثُ اِغَاثَةً : فریاد کو پہونچنا۔
تعلیلات حاشیہ پنج گنج میں مذکور ہیں ـــــ اِسْتَعَانَ یَسْتَعِیْنُ اِسْتِعَانَةً
امداد طلب کرنا ـــــ اِخْتَارَ یَخْتَارُ اخْتِیَارًا : پسند کرنا، منتخب کرنا۔

اعلال ایں ابواب ازاں قوانین کہ یاد کردہ شد، بیروں آید، چوں تأمل کردہ شود۔

ترجمہ: اِن ابواب کی تعلیل اُن قوانین سے جو کہ یاد کر لئے گئے ہیں، اگر غور کیا جائے تو نکل سکتی ہے۔

تشریح: ان (مذکورہ) ابواب کے اعلال، قوانین مذکورہ بالا کے ماتحت نکل سکتے ہیں۔ ہاں تأمل درکار ہے، چوں تأمل کردہ شود شرطِ مؤخر ہے اور اعلال ایں ابواب الخ جزا مقدم (۱) یعنی جب تأمل کیا جائے تو ان ابواب کے اعلالات انہی مذکورہ قواعد سے نکل آئیں گے۔ معلوم ہوا کہ تأمل قواعد اور ابواب دونوں میں کرنا ہوگا۔

مثال کے طور پر اَغَاثَ کی اصل اَغْوَثَ اور یُغِیْثُ کی اصل یُغْوِثُ بروزن یُکْرِمُ تھی، مُغِیْثٌ کی اصل مُغْوِثٌ اور مُغَاثٌ کی اصل مُغْوَثٌ۔ ان سب میں واو کی حرکت ماقبل کی طرف منتقل ہوئی ہے پھر اَغَاثَ میں بباعث فتح ماقبل، واو الف ہو گیا اور دیگر صیغ میں برعایت کسرۂ ماقبل واو کو یا کر لیا ـــــــ امر اَغِثْ اصل میں اَغْوِثْ تھا واو کی حرکت ماقبل کو دے کر، بالتقائے ساکنین اس کو حذف کر دیا۔ ہمزہ باب افعال کی علامت ہے۔

ـــــــ اسی طرح اِسْتَعَانَ، یَسْتَعِیْنُ، مُسْتَعِیْنٌ، مُسْتَعَانٌ، اِسْتَعِنْ کو سمجھ لیں۔ اصل میں اِسْتَعْوَنَ، یسْتَعْوِنُ، مُسْتَعْوِنٌ مُسْتَعْوَنٌ، اِسْتَعْوِنْ تھے۔ تعلیلات ظاہر ہیں اسی طرح اِخْتَارَ الخ کو سمجھ لیں، یعنی اصل میں اِخْتَیَرَ، یَخْتَیِرُ، مُخْتَیِرٌ، مُخْتَیَرٌ، تھے ـــــــ اِنْقَادَ- اِنْقَوَدَ، یَنْقَادُ یَنْقَوِدُ اِنْقِیَادًا- اِنْقِوَادًا، مُنْقَادٌ - مُنْقَوِدٌ، اِنْقَدْ- اِنْقَوِدْ تھے۔ اِنْقَوِدْ میں کسرہ واو پر ثقیل تھا حذف کر دیا واو باجتماع ساکین ساقط ہو گیا۔ اِنْقَدْ ہو گیا۔

اَمَّا اِغَاثَة کہ در اصل اِغْوَاثًا بودہ است۔ حرکت از واو نقل کردہ بما قبل دادند، واو در اصل متحرک بود۔ ماقبلش اکنوں مفتوح شد، واو الف گشت وبیفتاد، از جہتِ اجتماعِ ساکنیں و تا در آخر عِوَض دادند، اغاثة شد۔

---

(۱) ہم نے ترجمہ اس تقدیر پر کیا ہے کہ بیروں آید جزاء مقدم ہے ۱۲

ترجمہ رہا اِغَاثَۃ جو کہ اصل میں اِغْوَاثًا تھا، واو کی حرکت نقل کرکے ماقبل کو دی، واو اصل میں متحرک تھا اس کا ماقبل اب مفتوح ہوا، واو الف ہو گیا اور گر گیا، دو ساکن اکٹھا ہونے کی وجہ سے اور تا آخر میں بدل دیدیا۔

﴿ اِغَاثَۃٌ اور اِسْتِعَانَۃٌ کی اصل کیا ہے؟ ﴾ اغاثۃٌ مصدر باب افعال اور اِسْتِعَانَۃٌ مصدر باب استفعال کی اصل کے متعلق مشہور رائے تو یہی ہے کہ ان کی اصل اِغْوَاثٌ اور اِسْتِغْوَانٌ ہے۔ اور یہی صاحب کتاب کا مختار ہے مگر ایک دوسرا قول اور بھی ملتا ہے اور وہ اقرب الی التحقیق ہے کہ اِغاثۃٌ اصل میں اِغْوَثَۃٌ بروزن اِفْعَلَۃٌ اور اِسْتِعَانَۃٌ ، اِسْتِغْوَنَۃٌ بروزن اِسْتِفْعَلَۃٌ ہوں۔ اجوف میں باب افعال کا مصدر اِفْعَلَۃٌ اور استفعال کا مصدر اِسْتِفْعَلَۃٌ کے وزن پر بھی آتا ہے ـــــــ واو کا فتحہ ماقبل کو دے کر اس کی جگہ الف لے آئے تاء اپنی جگہ پیشتر سے موجود ہے باہر سے لانے کی ضرورت نہیں۔

غالبًا ان ابواب کے تمام صیغوں کو چھوڑ کر خاص مصدر افعال کے اعلال کا ذکر اسی نظریہ کے ماتحت ہوگا البتہ اتنی کوتاہی پھر بھی باقی رہی کہ اعلال میں اِسْتِعَانَۃٌ کو شامل نہیں رکھا۔ شاید قیاسًا بر اِغَاثَۃٌ ذکر کی خاص ضرورت نہ سمجھی ہو واللہ اعلم ـــــــ مصنف کی تعلیل کا خلاصہ ظاہر ہے۔

چوں منشعب فرعِ ابواب ثلاثی مجرد ست، پس منشعب را در اعلال و تغییر بر ثلاثی مجرد قیاس کنند، تا حکم اصل و فرع یکے باشد۔

ترجمہ ومطلب: چونکہ منشعب کے ابواب، ثلاثی مجرد کے ابواب کی فروعات ہیں اور فروع میں حکم اصل کا چلتا ہے لہٰذا منشعب کو اعلال و تغییر میں ثلاثی مجرد پر قیاس کرلیں، تاکہ اصل اور فرع کا حکم یکساں رہے۔

(اس کے بعد ناقص واوی از باب نصر ینصر کی گردانیں ہیں)

قوانین دُعِیَ در اصل دُعِوَ بود، واو یا گشت دُعِیَ شد، زیرا کہ ہر واو کہ در

آخر کلمہ بود، و پیش از وے کسرہ باشد، آں واو یا گردد، زیرا کہ واو از پس کسرہ بمنزلہ ضمہ باشد، وضمہ پس کسرہ دشوار دارند، نہ بینی کہ بنائے فِعُلٌ در سخنِ عرب نیامدہ است۔

ترجمہ: ضوابط (ا) دُعِیَ اصل میں دُعِوَ تھا، واو یا ہو گیا تو دُعِیَ ہوا۔ اس لئے کہ ہر وہ واو جو کہ کلمہ کے آخر میں ہو اور اس سے پہلے کسرہ ہو، وہ واو یا ہو جاتا ہے، اس لئے کہ کسرہ کے بعد واو بمنزلہ پیش ہوتا ہے اور کسرہ کے بعد پیش بھاری سمجھتے ہیں۔ نہیں دیکھتے آپ کہ فِعُلٌ کا وزن عربی زبان میں نہیں آیا ہے۔

﴿دَعَا وغیرہ کی تعلیل کیوں بیان نہیں کی؟﴾ دَعَا ماضی معروف کی تعلیل کا طریق اور اس کا قانون قَالَ کی بحث میں گذر چکا۔ وہاں "ہر واو ویا" کا لفظ عام تھا کہ وہ واو ویا عین کلمہ ہوں یا لام کلمہ۔ لہٰذا دُعِیَ ماضی مجہول سے تعلیل کا آغاز کرتے ہیں، کیونکہ اس کی تعلیل کا قانون ناقص ہی سے تعلق رکھتا ہے۔

﴿دُعِیَ کی تعلیل﴾ تو بتادیا کہ دُعِیَ مجہول اصل میں دُعِوَ واو کے ساتھ تھا کیونکہ اس کا مصدر الدُّعَاءُ والدعوةُ: خواندن: بلانا ہے۔ واو یاء ہو گیا ـــــ یہ تو عمل ہوا، کس قانون کے ماتحت یہ تصرف ہوا؟ اس کی تقریر اس طرح فرمادی کہ جو واو کلمہ کے آخر میں ہو یعنی بجائے لام کلمہ ہو اور اس کا ماقبل مکسور ہو تو ایسا واو یا ہو جاتا ہے ـــــ اس کی وجہ یہ ہے کہ پس کسرہ واو کے معنی، ضمہ پس کسرہ کے ہیں، کیونکہ واو اخت ضمہ ہے اور ضمہ پس کسرہ کی صورت اہل زبان کے نزدیک بے حد ثقیل مانی گئی ہے۔ (دشوار بمعنی ثقیل) اس کے اَثْقَلُ الْبِنَاء ہونے کا ثبوت اس سے اور کیا زیادہ واضح ہو گا کہ تم لغت عرب میں فِعُلٌ بکسر فا وضم عین کی بناء (وزن) تلاش کرنے پر بھی نہ پاسکو گے، الا نادر یعنی تمہیں لغت عرب میں کوئی ایسا کلمہ نہ ملے گا جس میں فِعُلٌ ضمہ بعد کسرہ کا وزن بنتا ہو۔ اَشَذٌّ شُذُوْذ (نہایت ہی شاذ) کا اعتبار نہیں۔ پس اگر ایسے واو کو یا میں تبدیل نہ کریں تو یہ خرابی قبول کرنا پڑے گی۔ لہٰذا تبدیلی ضروری ٹھہری۔

دُعُوْا دراصل دُعِوُوْا بود، واو یا گشت، دُعِیُوْا شد، بعد ازاں ضمہ بروے دشوار داشتند، نقل کردہ بما قبل دادند بعد سلبِ حرکت ما قبل، دو ساکن بہم آمدند، واو ویا یکے را بیفگندند دُعُوْا شد۔

ترجمہ ومطلب: (۲) دُعُوْا (جمع مذکر غائب) اصل میں دُعِوُوْا تھا- اول بقاعدۂ مذکورہ واو کو یا کیا دُعِیُوْا بنا پھر یا کا ضمہ ثقل کے باعث عین کی حرکت دور کر کے عین پر رکھدیا۔ دو ساکن (واو اور یا) جمع ہوئے ایک کو یعنی یا کو حذف کر دیا۔ کیونکہ یا بین الضمتین (دو ضموں کے درمیان) گھر گئی تھی۔ ما قبل میں عین مضموم ہے اور مابعد میں واو موجود ہے جو تنہا دو ضموں کے برابر ہے۔ لہٰذا اس (یا) کا درمیان سے ہٹنا ہی مناسب ہوا۔

یَدْعُوْ دراصل یَدْعُوُ بودہ است، واو اخت ضمہ بود، ضمۂ دیگر بروے دشوار داشتند، ساکن کردند یَدْعُوْ شد۔

ترجمہ ومطلب: (۳) یَدْعُوْ دراصل یَدْعُوُ تھا واو اختِ ضمہ تھا اس پر دوسرا ضمہ ثقل بالائے ثقل (بوجھ پر بوجھ) کا مصداق ہو گیا، لہٰذا ضمہ گرا کر واو کو ساکن کیا گیا۔

یَدْعُوْنَ می خوانند ہمہ مرداں، دراصل یَدْعُوُوْنَ بود، واو اخت ضمہ بود ضمۂ دیگر بروے دشوار داشتند، ساکن کردند، دو ساکن بہم آمدند، واو اول را حذف کردند یَدْعُوْنَ شد ______ یَدْعُوْنَ می خوانند آں زناں بر اصل خود است۔

ترجمہ: (۴) یَدْعُوْنَ (بلاتے ہیں وہ سب مرد) اصل میں یَدْعُوُوْن (بروزن یَنصُرُوْنَ) تھا واو پیش کی بہن ہے، دوسرا پیش اس پر بھاری سمجھا، ساکن کیا، دو ساکن اکٹھا ہوئے، پہلے واو کو حذف کیا یَدْعُوْنَ ہوا ______
یَدْعُوْنَ (بروزن یَنصُرْنَ بلاتی ہیں وہ سب عورتیں) اپنی اصل پر ہے (اس

میں کوئی تعلیل نہیں ہوئی)

﴿فائدہ﴾ یَدْعُوْنَ : می خوانند آں ہمہ مردان، یہاں تو ترجمہ لکھنا ضروری تھا، کیونکہ یہ صیغہ جمع مذکر غائب اور جمع مؤنث غائب دونوں جگہ یکساں حالت میں ہے اور جمع مؤنث غائب اپنی اصل پر ہے اس میں کوئی تعلیل نہیں ہوئی، مصنف رحمہ اللہ خود بھی اس کی تصریح کرے گا اور جمع مذکر غائب میں موجودہ شکل بعد التعلیل قائم ہوئی ہے لہٰذا بدوں ترجمہ تعلیل کرنا دوسری جانب غلطی کا احتمال پیدا کرنا ہے ——— تعلیل ظاہر ہے۔

تَدْعِیْنَ دراصل تَدْعُوِیْنَ بود، کسرہ بر واو دشوار داشتند، نقل کردہ بما قبل دادند، بعد ازالۂ حرکت ما قبل، واو یا گشت، دو ساکن بہم آمدند یکے را بیفگندند تَدْعِیْنَ شد۔

ترجمہ و مطلب: (۵) تَدْعِیْنَ اصل میں تَدْعُوِیْنَ تھا، کسرہ واو پر ثقیل سمجھا گیا، لہٰذا ما قبل کی حرکت دور کر کے یہ کسرہ اسے دے دیا، پھر واو کسرۂ ما قبل کے باعث یا ہو گیا اور یا التقائے ساکنین سے گر گئی۔

یُدْعیٰ دراصل یُدْعَوُ بودہ است، واو یا گشت یُدْعَیُ شد، بعد آں یا الف گشت یُدْعیٰ شد زیرا چہ ہر واو کہ در کلمۂ ثالث باشد چوں رابع گردد یا زیادہ از رابع، و حرکت ما قبل واو مخالف او باشد، آں واو یا گردد چوں اَعْلَیْتُ و اِسْتَعْلَیْتُ۔

ترجمہ و مطلب: (۶) یُدْعیٰ (مضارع مجہول) اصل میں یُدْعَوُ تھا، واو یا ہو گیا تو یُدْعَیُ ہوا، ازاں بعد بقاعدۂ قَالَ یا الف سے بدل گئی یُدْعیٰ ہو گیا اس کا قاعدہ یہ ہے کہ جو واو کلمہ میں تیسری جگہ پر ہو پھر وہ چوتھی جگہ یا اس سے آگے پہونچ جائے اور ما قبل واو کی حرکت واو کے مخالف ہو یعنی کسرہ یا فتحہ ہو تو ایسا واو یا ہو جایا کرتا ہے۔ چنانچہ اَعْلَیْتُ اور اِسْتَعْلَیْتُ جو

اصل میں اَعْلَوْتُ اور اِسْتَعْلَوْتُ تھے ان کا واو اصل میں تیسری جگہ تھا یعنی ان کا مجرد عُلُوٌّ ہے باب افعال میں یہ واو چوتھی جگہ ہو گیا، کیونکہ اس کا مصدر اِعْلَاءٌ ہے جو اصل میں اِعْلَاوٌ تھا اور باب استفعال میں زائد از رابع ہے اس کا مصدر اِسْتِعْلَاوٌ ہے جو بعد التعلیل اِسْتِعْلَاءٌ بن گیا۔ بہر حال ان دونوں میں واو یا ہوا، کیونکہ ما قبل واو کی حرکت فتحہ، واو کے مخالف تھی۔

لَمْ یَدْعُ در اصل لَمْ یَدْعُوْ بودہ است، واو افتاد، لَمْ یَدْعُ شد، زیرا چہ ہر الف و واو و یا کہ در آخر ساکن باشد در حالت جزم و وقف بیفتد، چوں لَمْ یَخْشَ ولَمْ یَرْمِ وَلَمْ یَدْعُ واخْشَ وارْمِ وادْعُ۔

ترجمہ و مطلب: (۷) لَمْ یَدْعُ اصل میں لَمْ یَدْعُوْ تھا، واو گر گئی، لَمْ یَدْعُ رہ گیا کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جو واو، یا اور الف آخر کلمہ میں ساکن ہوں وہ حالت جزم اور وقف میں ساقط ہو جاتے ہیں ——— حالت جزم کا تعلق دخول جوازم سے ہے اور وقف کا تعلق صیغۂ امر حاضر سے۔ مثالوں سے دونوں امر واضح ہو رہے ہیں۔ لَمْ یَخْشٰی میں لَمْ یَخْشَ اور لَمْ یَرْمِیْ میں لَمْ یَرْمِ، لَمْ یَدْعُوْ میں لَمْ یَدْعُ، یہاں تو الف، یا اور واو کا سقوط لم جازم کا اثر ہوا ——— اِخْشَ، اِرْمِ، اُدْعُ امر حاضر میں حروف ثلاثہ کا سقوط بعلت وقفی ہوا کہ امر کا آخر موقوف ہوتا ہے

﴿فائدہ﴾ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ جازم کا عمل یہی ہے کہ آخر کلمہ سے حرکت ہٹادے صور مذکورہ میں یعنی جہاں کہ واو، یا، الف پیشتر سے ساکن ہوں وہاں لَمْ جازمہ کا یہ عمل تو ہو نہ سکا کہ آخر کی حرکت رفع کر دیتا، کیونکہ وہاں حرکت ہے ہی نہیں وہاں تو دخول جازم سے قبل ہی سکون آچکا ہے۔ لہٰذا بدخولِ جازم قابل سقوط حرکت کے موافق حرف علت کو بعلت اخوت حذف کرنا پڑا یعنی بجائے ضمہ واو ساکن اور بجائے کسرہ یائے ساکنہ، اور بجائے فتح الف کو حذف کیا گیا تاکہ عامل بے اثر نہ رہے گویا اسقاط واو بمعنی

اسقاط ضمہ ہے وقس علیه البواقی۔

﴿یہ شبہ﴾ نہ ہونا چاہئے کہ اسقاط واو سے دو ضموں کا سقوط اور اسقاط یا اور الف سے دو کسروں اور دو فتحوں کا سقوط لازم آتا ہے حالانکہ عامل جازم صرف ایک ضمہ ایک کسرہ ایک فتحہ کو ساقط کرتا ہے نہ دو کو لیکن مثلاً واو کے سقوط میں کہ واو دو ضموں سے مرکب ہوتا ہے بیک وقت دو ضموں کا سقوط ہو گیا یہ کس طرح جائز ہو گا؟ اسی طرح یا دو کسروں سے اور الف دو فتحوں سے بنتا ہے۔

﴿جواب﴾ وجہ یہ ہے کہ اسقاط حرف تو لابدی ٹھہرا جس کی وجہ ابھی معروض ہو چکی ہے کہ عدم اسقاط کا نتیجہ عامل کے عمل کا ابطال ہوتا ہے اور یہ ممکن نہیں ہے کہ حرف کے دو ٹکڑے کر کے ایک ٹکڑا حذف کر دیں اور ایک کو باقی رکھیں۔ پس نہ پورا حرف باقی رکھ سکتے ہیں اور نہ اس کے ٹکڑے کر سکتے ہیں اور اسقاط لابدی ہے تو پھر یہی متعین رہا کہ بالکل حذف کر دیا جائے غرض بہ مشابہت حرکت حرف کو ساقط کرنا پڑا۔

امر کے آخر سے حرف علت کیوں ساقط ہوتا ہے؟: رہا امر میں اسقاط کا عمل، سو حسب تصریح علامہ رضی وجہ یہ ہے کہ قیاس اس کو مقتضی تھا کہ امر غائب کی طرح امر حاضر بھی مجزوم بلام امر ہوتا مگر چونکہ تخاطب بالحاضر بار بار اور کثرت کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے کلمہ کو ہلکا رکھنے کی خاطر علامت مضارع اور لام امر دونوں کی تخفیف ہو گئی۔ ساتھ ہی ساتھ علت اعراب بھی ختم ہو گئی کیونکہ اس کا تعلق فعل مضارع سے مشابہت اور موافقت پر تھا وہ علامت مضارع کے حذف سے ختم ہو گئی لہٰذا امر حاضر فعل کی اصلی حالت بنا کی طرف لوٹ گیا (یعنی فعل میں اصل بناء ہے) اور چونکہ امر باللام میں ـــــ جو کہ مطابق قیاس ہونے کی بناء پر اصل امر ہے ـــــ آخر سے حروف علت ساقط ہیں لہٰذا امر حاضر میں بھی بعلت وقف ان کو ساقط کر دیا واللہ اعلم ھکذا ذکرہ فی نغزک(۱)

---

(۱) نُغزک فارسی لفظ ہے جس کے معنی ہیں ہر شئ نادر اور خوب اور لطیف اور نغزک فارسی زبان میں زرّادی کی شرح ہے جو مولانا محمد مسعود بن محمد یعقوب ملتانی کی تصنیف ہے اور مطبوعہ ہے ۱۲

دَاع در اصل دَاعِوٌ بودہ است، واو یا گشت، وبیفتاد، زیراچہ ہر واو کہ در اسم فاعل در آخر کلمہ باشد، وما قبل وے مکسور باشد، آں واو یا گردد وبیفتد ویا نیز، چوں مُعْلٍ و مُسْتَعْلٍ و قَاضٍ و دَاعٍ

ترجمہ ومطلب: (۸) دَاعٍ اصل میں دَاعِوٌ تھا، واو یا ہوکر گرگیا ایسا اس لئے ہوا کہ یہ قاعدہ ہے کہ جو واو اسم فاعل کے آخر میں واقع ہو وہ واو یا ہو کر گر جایا کرتا ہے اور یہی حکم یا کا بھی ہے یعنی یا بھی ساکن ہو کر بالتقائے ساکنین گر جاتی ہے ساکن کرنے کی وجہ وہی ضمہ کا یا پر ثقل ہے چنانچہ قَاضٍ میں جو اصل میں قَاضِیٌ تھا از قَضیٰ یَقْضِي قَضَاءً: فیصلہ کرنا، حکم کرنا، یا کا ضمہ بوجہ ثقالت حذف کر کے یا اور تنوین میں التقائے ساکنین کی صورت پیش آگئی، یا کو حذف کر دیا۔

دَاعٍ اور قَاضٍ میں فرق: دَاعٍ اور قَاضٍ میں فرق اتنا رہا کہ اول واو کو یا کیا، پھر دوسرا عمل کیا گیا یہاں یعنی قَاضٍ میں واو تھا ہی نہیں، لہٰذا واو کے یا بن جانے کے بعد دَاعٍ اور قَاضٍ یکساں طور پر معلول ہوئے۔

مُعْلٍ اور مُسْتَعْلٍ کی تعلیل: مُعْلٍ اور مُسْتَعْلٍ میں جو کہ باب افعال اور استفعال کے اسم فاعل ہیں، دونوں طرح سے اعلال ہو سکتا ہے یعنی دَاعٍ کے طرز کا بھی کہ اول مُعْلِوٌ اور مُسْتَعْلِوٌ کے واو کو بوجہ رابع اور زائد از رابع ہونے کے، یا سے بدلیں کیونکہ اس تبدیلی کی جو شرط تھی یعنی حرکت ما قبل واو کا واو کے مخالف ہونا یہاں موجود ہے، پھر اس تبدیلی کے بعد، یا پر ضمہ کی تخفیف کا آپریشن کریں۔ اور جب آپریشن کامیاب ہو جائے تو اسے نون ساکن یعنی تنوین سے ٹکرا کر منزل گاہ عدم میں پہنچادیں ـــــــــ یا پس کسرہ طرف میں ہونے کی بناء پر اسے یا کر کے پھر اس پر عمل جراحی کریں مصنف رحمہ اللہ نے بسلسلۂ اعلال اسم فاعل، اس کا ذکر فرمایا ہے، لہٰذا مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں واو کی یا سے تبدیلی اس مخصوص قاعدہ کے ماتحت رہے واللہ اعلم۔

صرف ناقص یائی از باب فَعَلَ يَفعِلُ.

تشریح یہاں غایت اختصار کی بناء پر وہ تشریحی الفاظ بھی چھوڑ دئے جن سے ماضی مضارع کے عین کا حال معلوم ہو تا یعنی بفتح العین فی الماضی، وکسرها في الغابر، کیونکہ صرف کبیر میں ماضی مضارع پر نظر کرنے سے باب کا تعین ازخود ہو جاتا ہے بہر حال یہ اختصار بھی خالی از لطافت نہیں تفنّنِ کلام سے تفنّنِ طبع پر دلالت ہو رہی ہے۔ خیر الكلام ما قَلَّ ودَلَّ! (بہترین کلام وہ ہے جو کم ہو اور بات واضح کر دے)

قوانین ایں ابواب چوں قوانین ابواب مقدم ست۔

ترجمہ: ان ابواب کے قوانین پہلے گذرے ہوئے ابواب کے قوانین کی طرح ہیں۔
تشریح: یعنی دَعَا يَدْعُو کے مختلف ابحاث وابواب کے سلسلہ میں جن قوانین کا ذکر ہو چکا ہے، وہی قوانین بفرق واوی ویائی یہاں بھی ابواب میں چلیں گے۔ ذکر میں تطویل لاحاصل کے سوا نتیجہ کچھ نہیں۔ العاقلُ تكفيهِ الإشارةُ عقل مند اشارہ سمجھتے ہیں اور اسی کے موافق کاربند ہو جاتے ہیں۔
ابواب سے مراد: باقی یہاں ابواب سے مراد ابحاث (گرادنیں) ہیں یعنی ماضی، مضارع، امر، نہی، اسم فاعل، اسم مفعول کی گردانیں اور ان کے صیغے۔ گویا ہر بحث ایک جداگانہ باب ہے جس میں ہر صیغہ کا ایک الگ محل وقوع ہے اور اس کی ایک جداگانہ شان ہے اور واقعہ اسی طرح ہے اب یہ شبہ نہ ہوگا کہ باب تو صرف رَمَى يَرْمِيْ یعنی ضَرَبَ يَضْرِبُ یا دَعَا يَدْعُوْ یعنی نَصَرَ يَنْصُرُ ہے۔ یہ ابواب (جمع) کہاں سے آگئے؟
یا یوں سمجھ لو کہ مصنف نے ناقص واوی اور ناقص یائی کے ابواب میں سے نمونۃً ایک ایک باب پیش فرما دیا ہے۔ کیونکہ مقصود قواعد کا اجراء اور طریق اعلال پر تنبیہ ہے جو جملہ ابواب ناقص میں برابر طور پر جاری اور

ساری ہے ابواب کا احاطہ مقصد سے زائد امر ہے اس لئے مصنف رحمہ اللہ نے "قوانین ایں ابواب" کا عنوان اختیار کر کے اصل مطلب پر تنبیہ فرمادی۔ غرض ابواب ناقص میں انہیں قواعد کا اجراء اور عمل ہوگا جن کا اوپر تذکرہ ہو چکا ہے۔

اَمَّا مَرْمِیٌّ دراصل مَرْمُوْیٌ بودہ است واو را یا کردند، و یا را در یا ادغام کردند وما قبل یا مکسور کردند، برائے موافقت یا، مَرْمِیٌّ شد زیرا کہ ہر جا کہ واو و یا بہم آیند، و اول ایشاں ساکن باشد، و بدل از چیزے نباشد، و محمول بر جمع تکثیر نہ باشد واز التباس ایمن باشد، آں واو را بیا بدل کنند و یا را در یا ادغام نمایند، وما قبل وے کسرہ دہند، اگر مضموم باشد، چوں مَرْمِیٌّ و سَیِّدٌ و طَیٌّ و لَیَّانٌ کہ دراصل مَرْمُوْیٌ و سَیْوِدٌ و طَوْیٌ و لَوْیَانٌ بودہ است۔

ودر دِیْوَانٌ واو یا نہ شد زیراچہ یا بدل از واو است کہ دراصل دِوْوَانٌ بودہ است، نہ بینی کہ جمع وے دَوَاوِیْنُ می آید ـــــــ ودر اُسَیْوِدُ واو یا نہ شد، زیراچہ محمول ست بر اَسَاوِدُ ـــــــ ودر اَیْوَمُ واو بسلامت ماند زیراچہ از التباس ایمن نیست ـــــــ ودر حَیْوَۃٌ و ضَیْوَنٌ واو بسلامت ماند، بنا بر شذوذ۔

ترجمہ: رہا مَرْمِیٌّ تو وہ اصل میں مَرْمُوْیٌ تھا، واو کو یا کیا اور یا کو یا میں ادغام کیا اور یا کے ما قبل کو کسرہ دیا یا کی موافقت کے لئے، مَرْمِیٌّ ہوا اس لئے کہ جہاں بھی واو اور یا جمع ہوں اور ان کا پہلا ساکن ہو، اور کسی چیز سے بدلا ہوا نہ ہو اور جمع مکسر پر محمول نہ ہو اور اشتباہ سے محفوظ ہو، اس واو کو یا سے بدل لیتے ہیں اور یا کو یا میں ادغام کرتے ہیں اور اس کے ما قبل کو کسرہ دیتے ہیں اگر مضموم ہو، جیسے مَرْمِیٌّ، سَیِّدٌ، طَیٌّ اور لَیَّانٌ کہ اصل میں مَرْمُوْیٌ، سَیْوِدٌ، طَوْیٌ اور لَوْیَانٌ تھے ـــــــ اور دِیْوَانٌ میں واو یا نہ ہوئی، کیونکہ یا واو سے بدلی ہوئی ہے کیونکہ اصل میں دِوْوَانٌ تھا نہیں دیکھتے آپ کہ اس کی

جمع دَوَاوِینُ آتی ہے ـــــــ اور اُسَیْوِدُ میں واو یا نہیں ہوئی، کیونکہ اَسَاوِدُ پر محمول ہے ـــــــ اور اَیْوَمُ میں واو سلامت رہا، کیونکہ اشتباہ سے محفوظ نہیں ہے ـــــــ اور حَیْوَۃٌ اور ضَیْوَنٌ میں واو سلامت رہا شاذ ہونے کی بناء پر

مَرْمِیٌّ کی تعلیل: مَرْمُوْیٌ، مَرْمِیٌّ کس طرح بنا؟ تو بتادیا کہ واو کو یا کر کے یا میں ادغام کر دیا اور موافقت یا کے لحاظ سے ماقبل یا کو مکسور کر دیا، مَرْمِیٌّ ہوگیا۔

قانون: یہ عمل کس قانون کے ماتحت ہوا؟ زیر اسے اس کا بیان ہے یعنی یہ قاعدہ ہے کہ جس کلمہ میں واو اور یا جمع ہوں خواہ واو مقدم ہو یا یا۔ اور ان دونوں میں کا پہلا حرف ساکن ہو، وہ خواہ واو ہو یا یا، ہاں یہ شرط ہے کہ۔

(۱) وہ واو اور یا کلمہ میں اصلی ہوں کسی دوسرے حرف کے بدلے میں نہ ہوں۔

(۲) اور کلمہ محمول بر جمع تکسیر بھی نہ ہو۔

(۳) اور قاعدے پر عمل کرنے سے اس کلمہ کیلئے دوسرے کلمہ سے التباس کا خطرہ بھی نہ ہو۔ (ان قیود کے فوائد خود مصنف کے بیان سے آگے آرہے ہیں)

تو ایسے واو کو یا سے بدل کر یَایَن کا باہم ادغام کر دیا جاتا ہے اور بہ صورت مضمومیت ماقبل یاء اس کو مکسور کر دیا جاتا ہے۔

امثلہ مَرْمِیٌّ، سَیِّدٌ، طَیٌّ، لَیَّانٌ ـــــــ طَیٌّ: لپیٹنا لَیَّانٌ: قرضہ ادانہ کرنا ـــــــ ان کی اصل مَرْمُوْیٌ، سَیْوِدٌ، طَوْیٌ، لَوْیَانٌ ہے تعلیل کی صورت مَرْمِیٌّ میں بیان ہوچکی ہے وہی باقی امثلہ میں جاری کرلیں، البتہ یہاں ماقبل یا کے مضموم نہ ہونے کے باعث ماقبل کی حرکت علی حالہا باقی رہے گی۔

فوائد قیود: اب فوائد قیود سنیے: دِیْوَانٌ بمعنی دفتر، رجسٹر دِیْوَانٌ میں بظاہر واو اور یا کا اجتماع ہو رہا ہے پھر بھی واو قائم ہے؟

﴿جواب﴾ دِیْوَانٌ کی یا بجائے واو ہے اصلی نہیں اصل میں یا کی جگہ بھی واو ہی تھا، اس کا ثبوت یہ ہے کہ یہ قاعدہ ہے کہ کلمہ کی اصلی حالت کہ واوی ہے یا یائی اس کی جمع اور تصغیر کے دیکھنے سے صاف کھل جاتی ہے کیونکہ جمع اور

تصغیر میں اس کے اصلی حروف لوٹادئے جاتے ہیں۔ دِیْوَانٌ کی جمع دَوَاوِیْنُ ہے، لہٰذا اس کی اصل دِوْوَانٌ ہوئی بقاعدہ مِیْزَانٌ واوِ اول یا ہو گیا، اس لئے تمہیں واو اور یا کا اجتماع نظر آنے لگا۔ پس یہاں قاعدہ کی پہلی شرط کے انتفاء سے قاعدہ کا تحقق ہی نہیں ہوا، تو الزام کیسا؟!

﴿سوال﴾ اُسَیْوِدٌ میں جو کہ تصغیر ہے اَسْوَدُ کی۔ اُسَیْوِدٌ کے معنی تھوڑا کالا۔ یہاں واو و یا کا اجتماع ہے اور اول ساکن بھی ہے اور دونوں اصلی بھی ہیں پھر بھی قاعدہ کا عمل نہیں ہو رہا ہے؟

﴿جواب﴾ یہاں مانع عمل دوسری شرط کا فقدان ہے، چونکہ اُسَیْوِدٌ، اَسَاوِدُ جمع تکسیر پر محمول ہے اور وہاں اجرائے قاعدہ کا کوئی موقعہ نہیں (چنانچہ اُسَیْوِدٌ میں بھی قاعدہ جاری نہ کیا گیا)

﴿سوال﴾ اَیْوَمُ بروزن اَفْعَلُ میں جملہ شرائط موجود ہیں، پھر کیوں عمل نہیں ہوا؟

﴿جواب﴾ یہاں عمل سے التباس بہ اَیَّمٌ ہونا مانع ہے یہ دونوں کلمے بالکل ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اَیْوَمُ بمعنی زیادہ روشن اور اَیِّمٌ بمعنی رنڈوا (مرد بے زن، زن بے مرد) غرض پیش کردہ مواد میں کسی نہ کسی شرط کا فقدان ہو رہا ہے اس لئے قاعدہ کا عمل نہ ہو سکا۔

اسی طرح حَیْوَۃٌ میں بعد التبدیل ادغام کرنے سے حَیَّۃٌ کا اشتباہ ہو جاتا ہے حَیَّۃٌ بمعنی سانپ اور حَیْوَۃٌ بفتح، حا، و اسکان یا، ایک شخص کا نام ہے۔

مصنف کی رائے: لیکن عند المصنف رحمہ اللہ حَیْوَۃٌ اور ضَیْوَنٌ بمعنی گربہ نر یعنی بلا، اس قاعدہ کے شواذ میں داخل ہیں، کیونکہ قاعدہ کے تمام شرائط موجود ہیں، پھر بھی ادغام نہیں ہوا لہٰذا ان کو شاذ کہا جائے گا یعنی خلاف قاعدہ اسی طرح منقول ہیں۔

﴿فائدہ﴾ عند المصنف رحمہ اللہ حَیْوَۃٌ کا واو اصلی ہے حَیِیَ اصل میں حَیِوَ تھا لیکن عند البعض واو یا کا بدل ہے اصلی نہیں لہٰذا ان کے مسلک پر اشکال ہی نہیں۔

وصرفِ ناقص از ابواب دیگر بریں اصول مذکور قیاس کنند۔

ترجمہ ومطلب: ناقص کے دوسرے ابواب کی گردانیں انہیں مذکورہ اصولوں پر قیاس کرلیں مقصد یہ ہے کہ مصنف رحمہ اللہ نے ناقص واوی میں صرف نصرینصر کے باب کاذکر کیا، حالانکہ سمع یسمع اور کرم یکرم بھی ناقص واوی کے ابواب ہیں اول کی مثال رَضِيَ يَرْضىٰ رِضًا وَرِضَاءً: راضی ہونا اور ثانی کی مثال رَخُوَ يَرْخُوْ رخواً ورَخَاوَةً: نرم ہونا ـــــــ اسی طرح ناقص یائی میں رَمیٰ یَرْمِيْ پر اکتفاء فرمائی، جو ضرب یضرب سے ہے حالانکہ سمع یسمع اور فتح یفتح بھی ناقص یائی کے ابواب ہیں۔اول کی مثال خَشِيَ يَخْشيٰ خَشْيَةً: ڈرنا ثانی کی مثال سَعیٰ يَسْعيٰ سَعْيًا: دوڑنا۔

تواب یہ کہنا چاہتا ہے کہ دیگر ابواب ناقص میں بھی یہی اصول مرعی ہیں ان کی صرف کبیر گردان کر، ان کے مواقع اعلال میں، برعایت قواعد مذکورہ تعلیلات جاری کرکے صیغوں کو صحیح کرلینا چاہئے۔

اَعْلیٰ اِعْلاَءً: بلند کرنا سَمّٰی تَسْمِيَةً: نام رکھنا۔ تَلَقّٰی تَلَقِّيًا: ملنا، حاصل کرنا۔ اِجْتَبیٰ اِجْتِبَاءً: چننا، اختیار کرنا۔

اما تَسْمِيَةٌ در اصل تَسْمِيْوٌ بود واو یا گشت بر حسب قاعدہ یک را افگندند، وتا در آخر عوض آں در آوردند، تَسْمِيَةٌ شد قانون ہر جا کہ دو حرف از یک جنس بہم آیند، یکے را تخفیف کنند بسہ طریق: یکے ادغام چوں فَرَّ وعَرَّ دوم حذف بر خلاف قیاس چوں ظَلْتُ ومَسْتُ سوم ابدال بر خلاف قیاس، چوں قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰها کہ در اصل دَسَّسَها بود۔

تَسْمِيَةٌ کی تعلیل: تَسْمِيَةٌ کی اصل تَسْمِيْوٌ تھی بقاعدہ مَرْمِيٌّ واو یا ہوگئی، پھر تخفیفاً ایک یا کو حذف کرکے بعوض محذوف آخر میں تا لگادی، تَسْمِيَةٌ ہوگیا۔

قانون جہاں ایک جنس کے دو حرف جمع ہو جائیں وہاں ایک کی تخفیف کر دیتے ہیں تخفیف کے تین طریق ہیں۔

ایک ادغام، جیسے فَرٌّ اور عَرٌّ، دو متجانسین کے علحدہ علحدہ ادا کرنے میں جو کلفت ہوتی ہے وہ ان دونوں کے بیک دم ادا کرنے میں باقی نہیں رہتی، بلکہ ادغام میں دو ہی نہیں رہتے، وہ ایک حرف بن جاتے ہیں اور اس میں ذرا مخرج پر زور بڑھ جاتا ہے فَرٌّ: بھاگا۔ عَرٌّ: سائل بن کر آیا۔

دوسرا طریق غیر قیاسی حذف کا ہے، جیسے ظَلَلْتُ میں ایک لام حذف کر کے ظَلْتُ کہا جائے اور مَسِسْتُ میں ایک سین حذف کر کے مَسْتُ کہا جائے یہ دونوں حذف غیر قیاسی ہیں مَسِسْتُ کے معنی ہیں: میں نے چھوا ظَلَلْتُ: میں نے دن گذارا، یا میں ہو گیا۔

سوم غیر قانونی ابدال، چوں قَدْخَابَ مَنْ دَسّٰهَا، اصل دَسَّسَهَا تھا، ایک سین کو الف سے بدل دیا یہ تبدیلی کسی قانون کے ماتحت نہیں آتی ترجمہ: بے شک نقصان میں رہا جس نے نفس کے ساتھ خیانت کی (اور لفظی ترجمہ ہے تحقیق نامراد ہوا جس نے نفس کو (فجور میں) دبا دیا)

تَلَقٍّ دراصل تَلَقُّوٌ بوده است، ضمہ قاف را بکسرہ بدل کردند، واو را بیا بدل کردند تَلَقِّیٌ شد، بعدہ یا را ساکن کردند، بسبب تحقق التقائے ساکنین میان یا و تنوین، یا را افگندند، تَلَقٍّ شد زیراچہ در سخن عرب ہیچ اسم متمکن نیابی کہ در آخر او حرف علت باشد، و پیش از وے ضمہ بود، اگر چنیں اتفاق افتد، ضمہ را بکسرہ بدل کنند، اگر حرف علت واو باشد یا کنند چوں تَلَقٍّ و تَلَاقٍ و قَلَنْسٍ و اَدْلٍ کہ دراصل تَلَقُّوٌ و تَلَاقُوٌ و قَلَنْسُوٌ و اَدْلُوٌ بوده است۔

تَلَقٍّ کی تعلیل: تَلَقٍّ اصل میں تَلَقُّوٌ تھا، قاف کا ضمہ کسرہ سے بدل کر واو کو بمناسبت کسرہ یا کر لیا، بعدہ ضمہ یا پر ثقیل رکھ کر ساقط کر دیا، یائے ساکنہ اور تنوین دو ساکن جمع ہوئے یا کو حذف کیا تَلَقٍّ بن گیا۔

ضمہ کسرہ میں کیوں تبدیل کیا؟اب وجہ بتاتے ہیں کہ قاف کا ضمہ کسرہ میں کیوں تبدیل کیا گیا، جس کے بعد واو کو یا بنانے کی نوبت آئی؟ وجہ یہ ہے کہ کلام عرب میں ایسا کوئی اسم متمکن نہیں ملے گا کہ جس کے آخر میں حرف علت ہو اور اس سے قبل ضمہ ہو اگر کہیں اتفاقاً ایسی صورت بن جائے تو اس کا فوری علاج کر دیا جاتا ہے کہ ضمہ کو کسرہ سے بدل دیتے ہیں اور حرف علت واو ہوتا ہے تو اس کو یا کر لیتے ہیں۔ امثلہ ملاحظہ ہوں (۱) تَلَقٍّ جو اصل میں تَلَقُّوٌ تھا اس کی تعلیل گذر گئی (۲) تَلَاقٍ مصدر باب تفاعل بمعنی آپس میں ملاقات کرنا، اصل میں تَلَاقُوٌ تھا (۳) قَلَنْسٍ (ٹوپی پہننا) اصل میں قَلَنْسُوٌ تھا (۴) اَدْلٍ جمع دَلْوٌ بمعنی ڈول اصل میں اَدْلُوٌ تھا ـــــــ ان سب میں وہی تَلَقُّوًا والا عمل ہوا ہے ان امثلہ سے یا بات واضح ہو گئی کہ تَلَقٍّ کے باب میں یہ تصرف عین مقتضائے قیاس تھا واللہ اعلم۔

صرف لفیف مفروق بریں اصول کہ یاد کردہ شد، بیروں می آید، فائے وے را بر معتل فاء قیاس کنند و لام وے را بر معتل لام۔

لفیف مفروق کی تعلیل: لفیف مفروق کی گردانیں بھی انہیں اصول پر نکلتی ہیں جو یاد کئے جا چکے ہیں یعنی کہ اس میں حرف علت فا اور لام کی جگہ ہوتا ہے پس اس کے فا میں معتل فا کا انداز رکھیں اور اس کے لام کو معتل لام پر قیاس کریں اور ہر دو اصول (یعنی معتل فا اور ناقص کے قواعد) کو سامنے رکھ کر قابل تعلیل صیغوں میں تعلیل کر لیں۔

الوقایۃُ: نگہداشتن، حفاظت کرنا۔ اَلْوَجٰیُ: ننگے پاؤں ہونا یا قدم گھسنا۔

اَمَّا لفیف مقرون پس لام وے را بر معتل لام قیاس کنند، و عین را بسلامت بگذارند، تا توالیِّ اِعْلَالَیْن لازم نیاید و کلمہ بداں مختل نشود۔

ترجمہ: رہا لفیف مقرون تو اس کے لام کو معتل لام پر قیاس کرتے ہیں اور

عین کو سلامت رکھتے ہیں تا کہ دو تعلیلیں پے بہ پے لازم نہ آئیں اور ان کی وجہ سے کلمہ بگڑنہ جائے۔

لفیف مقرون کی تعلیل: لفیف مقرون میں جو صورت کثیر الوقوع ہے وہ یہی ہے کہ عین کلمہ اور لام کلمہ اس کا حرف علت ہو۔ یَوْمٌ میں فا اور عین کا قِرَانْ ہے مگر وہاں تعلیل نہیں ہوئی۔ اسی طرح وَیْلٌ بمعنی ہلاکت میں بھی تعلیل نہیں ہوئی۔ غرض بلحاظ اعلال لفیف مقرون میں یہی صورت آسکتی ہے جس کو مصنف رحمہ اللہ نے اختیار فرمایا۔

پس اس کا قاعدہ یہ ہے کہ اس کے لام کو معتل لام کے لام پر قیاس کرتے ہوئے حسب قواعد ناقص اعلال کریں گے اور عین کلمہ سلامت چھوڑدیں گے تا کہ ایک کلمہ کے دو اصلی حروف اعلال کی زد میں آکر کلمہ کی بناء میں خلل واقع ہونے کا سبب نہ ہو جاویں ——— تَوَالِیْ کے معنی: پے در پے پہونچنا، آگے پیچھے آنا، مسلسل، لگاتار۔

ایک کلمہ میں دو مرتبہ اعلال کب جائز ہے؟ معلوم ہوا کہ ایک کلمہ کا دو موقع سے اعلال حسب ضرورت جائز ہے مگر توالی سے کلمہ کی صورت بگڑتی ہے لہٰذا توالی ممنوع ہے۔ اسی طرح یہ توالی زوائدات میں ہو یا ایک زائد اور ایک اصلی میں تب بھی چنداں مضائقہ نہیں ——— مُخْتَلْ اسم مفعول از باب افتعال اختلال کے معنی خلل پڑجانا، بگڑجانا۔

توالی اعلالین کے امتناع کے لئے تین شرطیں: ہم نے توالی اعلالین کے سلسلہ میں تین باتوں کی طرف اشارہ کردیا کہ وہ تینوں مجموعی حیثیت سے امتناع توالی کے لئے ضروری اور شرط ہیں۔

اوّل یہ کہ وہ توالی کلمہ کے دو اصلی حروف سے متعلق ہو۔

دوم توالی سے کلمہ کی بناء مختل ہوتی ہو۔

سوم بلا فصل ہو ——— اس کے لئے توالی کے ترجمہ میں اشارہ موجود ہے (مسلسل، آگے پیچھے آنا)

(البتہ) یہ کوئی ضروری امر نہیں کہ دونوں اعلال ایک ہی نوع کے ہوں۔ دونوں ابدال ہوں یا دونوں حذف ہوں یا ابدال اور حذف ہو۔

رضی اور سیرافی کی رائے: علامہ رضی نے فرمایا کہ شاید صرفیین ثلاثی مجرد میں توالی کو منع فرماتے ہوں گے، کیونکہ مزید میں تو ایسے کلمات کی کمی نہیں جن میں توالی اعلالین موجود ہے سیرافی کے نزدیک ممنوع توالی کی یہ شکل ہے کہ اعلال سے عین اور لام دونوں ساکن ہو جاویں۔

لیکن اس تمام کا نچوڑ وہ ہے جو ہم نے رکھ دیا۔ کیونکہ ثلاثی مجرد میں توالی سے کلمہ کی بنا مختل ہو جائے گی اسی طرح عین اور لام کے سکون میں بعلت اجتماع ساکنین ایک حذف ہوگا اور نَتِیْجَةً فعل ماضی میں اِجْحَاف پیدا ہو کر بنا ختم ہو جائے گی (اجحاف بمعنی استیصال یعنی جڑ سے نکال دینا۔ برباد کر دینا) مثلاً طَوٰی، شَوٰی کو لیجئے اصل میں طَوَیَ شَوَیَ تھے اولاً یا میں اعلال سے تغیر پیدا کیا کہ اس کو الف میں تبدیل کر دیا۔ اب واو میں جو عین کلمہ ہے اعلال کریں تو یہ واو بھی بقاعدۂ قَالَ الف ہی ہوگا۔ عین اور لام دونوں الف بن گئے اور الف قابل حرکت نہیں تو دو ساکن جمع ہو گئے اگر دونوں رکھے جائیں تو ادا کی کیا شکل ہو، لامحالہ ایک پر حرکت لائیں گے تو الف نہ رہے گا، ہمزہ ہو جائے گا اور اعلال سابق منتقض ہو جائے گا۔ پھر ہمزہ بہ نسبت حروف علت اثقل بھی ہے چلے تھے نماز بخشوانے، روزے سر پڑ گئے! اور اگر ایک کو حذف کریں تو ماضی کے دو حرف رہ جاتے ہیں۔ وہ بھی اس طرح کہ ایک متحرک اور دوسرا ساکن۔ ساکن کالمیّت ہونے کے باعث لَایُعْبَأُ بِہٖ ہوتا ہے تو گویا ایک ہی حرف ہے اس سے بڑھ کر اور کیا کلمہ کا استیصال ہو سکتا ہے! واللہ اعلم۔

طَیٌّ میں واو اور یا دونوں جمع ہیں پہلا واو ہے اور قُوَّۃٌ میں دونوں واو ہیں چنانچہ قَوِیَ کی اصل قَوِوَ مسطور ہے ——— تعلیلات ظاہر ہیں۔

فصل چہارم در صرف مضاعف

قوانین ذَبَّ در اصل ذَبَبَ بود۔ بائے اول را ساکن ساختند، ودر دوم ادغام کردند، ذَبَّ شد؛ زیراکہ ہرجاکہ دو حرف صحیح از یک جنس یا از یک مخرج یا از دو مخرج متقارب بہم آیند، وہر دو متحرک باشند بحرکت لازم، وکلمہ از التباس ہم ایمن باشد، وملحق برباعی وخماسی نہ باشد، حرف اول را ساکن کنند، اگر نہ باشد، ودر دوم ادغام نمایند، چوں ذَبَّ و عَضَّ وَعَدَّ و مَدَّ و عَبَدتُّ ولَبِثْتُّ.

ودر ذَبَبْنَ واخوات آں ادغام نہ شد، زیراکہ حرف دوم متحرک نیست ــــ ودر اُذْبُبِ الکلبَ ادغام نہ شد، زیراکہ حرکت حرف دوم لازم نیست ــــ ودر سَبَبٌ ادغام نہ شد زیراچہ از التباس ایمن نیست ــــ ودر قُعْدُدٌ ادغام نہ شد، زیراکہ ملحق بہ بُرْثُنٌ ست، اگر ادغام کنند الحاق باطل شود،

فصل چہارم مضاعف کی گردانوں کے بیان میں

ضوابط: (۱) ذَبَّ اصل میں ذَبَبَ تھا پہلی با کو ساکن کیا اور دوسری میں ادغام کیا، ذَبَّ ہوا، اس لئے کہ جہاں بھی دو حرف صحیح ایک طرح کے یا ایک مخرج کے یا دو قریب قریب مخرج کے جمع ہو جائیں اور دونوں لازمی حرکت کے ذریعہ متحرک ہوں اور کلمہ اشتباہ سے بھی محفوظ ہو اور رباعی اور خماسی کے ساتھ ملحق نہ ہو تو پہلے حرف کو ساکن کرتے ہیں اگر وہ ساکن نہ ہو اور دوسرے میں ادغام کرتے ہیں جیسے ذَبَّ ، عَضَّ، عَدَّ ، مَدَّ ، عَبَدْتُّ، اور لَبِثْتُّ۔

اور ذَبَبْنَ اور اسکی بہنوں میں ادغام اس لئے نہیں ہوا ہے کہ دوسرا حرف متحرک نہیں ہے ــــ اور اُذْبُبِ الکَلبَ میں ادغام اس لئے نہیں ہوا ہے کہ دوسرے حرف کی حرکت لازم نہیں ہے ــــ اور سَبَبٌ میں

ادغام اس لئے نہیں ہوا ہے کہ اشتباہ سے محفوظ نہیں ہے ــــــ اور قُعْدُدٌ میں ادغام اس لئے نہیں ہوا کہ بُرثُنٌ کے ساتھ ملحق ہے اگر ادغام کریں گے تو الحاق باطل ہو جائے گا۔

تعلیل مضاعف کے قوانین: سابقاً معلوم ہو چکا ہے کہ جس کلمہ کے دو حرف اصلی ایک جنس کے ہوں وہ مضاعف کہلاتا ہے۔ اب قوانین سنئے:

ذَبٌّ کی تعلیل: ذَبٌّ (دفع کیا، ہٹایا) اصل میں ذَبَبَ تھا۔ بائے اول کو ساکن کر کے ثانی میں ادغام کر دیا۔ اس عمل کے لئے یہ دلیل ہے کہ جس جا دو حرف صحیح ایک جنس کے یا ایک مخرج کے یا دو متقارب مخرجین کے جمع ہو جاویں اور دونوں بحرکت لازم متحرک ہوں اور وہ کلمہ التباس سے مامون ہو اور مُلْحقَاتِ رباعی یا خماسی میں سے نہ ہو تو وہاں حرف اول کو ساکن کر کے اگر ساکن نہ ہو، دوسرے مکرر حرف میں ادغام کر دیتے ہیں، جیسے ذَبٌّ باز داشتن از باب نصر ینصر۔ عَضٌّ: کاٹا مصدر عَضٌّ: دانتوں سے کاٹنا از باب سمع یسمع۔ عَدٌّ ،العدُّ: گننا شمار کرنا از باب نصر مَدٌّ ،المَدُّ: کھینچنا از نصر۔ عَبَدتُّ از نصر عبادۃٌ پوجا کرنا صیغہ واحد متکلم۔ لَبِثتُّ، اللَّبْثُ ٹھہرنا، توقف کرنا صیغہ واحد متکلم از باب سمع یسمع۔ فَرَّ یَفِرُّ از باب ضرب ،الفرار: بھاگنا لَبِثتُّ متقارب المخرجین کی مثال ہے ثا اور تا کا مخرج قریب قریب واقع ہوا ہے ثا کا مخرج زبان کا کنارہ اور زیریں دانتوں کی جڑ ہے اور تا کا مخرج زبان کا کنارہ اور انہیں نچلے دانتوں کا بالائی حصہ ہے یعنی نوک زبان دندانہائے زیریں کے سرے سے لگ کر تا ادا ہوتی ہے اور بیخ دندانہائے زیریں کی مدد سے ثا ادا ہو گی لہٰذا دونوں قریب المخرج ہوئے ــــــ عبدتُّ میں دال اور تا کا مخرج ایک ہی ہے۔

قاعدہ کی مختصر تشریح معروض ہے: (ا) دو متقارب مخرج میں تعمیم ہے کہ مخرجین کا تقارب حقیقۃً ہو یا حکماً ہو یعنی وہ دونوں حرف مخرج کے لحاظ سے قریب قریب ہوں، یا کسی خاص صفت میں اشتراک رکھتے ہوں، جیسے میم اور نون کا

اشتراک صفت غُنِّیَّت میں ہے کہ دونوں حروف غُنّہ ہیں یا مثلاً دو حرف صفت مجہوریت یا مہموسیت میں اشتراک رکھتے ہوں۔ غرض وصفی اشتراک کو تقارب فی المخرج کا حکم دیا گیا ہے اور ان میں باہم ادغام ہوتا ہے۔

(۲) حرکت لازم یعنی وہ حرکت قابل سقوط نہ ہو عارضی حرکت جو کسی دوسرے کلمہ کے اتصال کے باعث لائی جاتی ہے قابل اعتبار نہیں وہ عارض کے ہٹنے سے ہٹ جائے گی (جیسے اُذْہُبِ الْکَلْبَ میں ثانی با کی حرکت عارضی ہے)

(۳) کلمہ اشتباہ سے محفوظ ہو یہاں کَیْفَ مااتَّفق کسی کلمہ کا التباس مراد نہیں ہر التباس مانع ادغام نہیں ہوتا بلکہ وہ التباس مراد ہے جس میں قانونی اوزان ایک دوسرے سے مشتبہ ہو جائیں مثلاً مجہول بعد الادغام معلوم (معروف) سے مشتبہ ہونے لگے یا ایک باب کا صیغہ دوسرے باب کے صیغہ سے ملتبس ہوتا ہو، ایسا التباس لامحالہ مانع ادغام متصور ہونا چاہئے کیونکہ ادغام کا منشا کلمہ کا ہلکا کرنا ہے نہ کہ اس کو بگاڑ کر دوسرا کلمہ بنا دینا۔

(۴) رباعی اور خماسی کے ساتھ ملحق نہ ہو یعنی حرف مکرر کی زیادتی بغرض الحاق نہ ہو۔ عند البعض اس میں بھی تعمیم ہے کہ ایک مکرر حرف الحاقی ہو یا دونوں مکرر ـــــــ الحاق کے معنی پہونچنا اور پہونچانا ہیں۔ اصطلاحاً ثلاثی کو رباعی کے برابر کرنے کی غرض سے یا رباعی کو خماسی کے برابر بنانے کے لئے ان کے حروف اصلیہ کے بالمقابل ایک یا دو حرف کا اضافہ برعایت حرکات و سکنات کرنے کا نام الحاق ہے یعنی ملحق بہ کی حرکت کے مقابلہ پر ملحق میں حرکت، اور سکون کے مقابل پر سکون رکھا جائے ـــــــ یہ ضروری نہیں کہ بعد الالحاق اور قبل الالحاق کے معنی الگ الگ ہوں، بلکہ یہ بھی ضروری نہیں کہ قبل از الحاق وہ لفظ بامعنی ہو۔ مزید تفصیلات کا موقع نہیں مطولات میں سب کچھ موجود ہے۔

(۵) قولہ: دردوم ادغام کنند۔ یہاں تفصیل کی ضرورت تھی نہ معلوم مصنف رحمہ اللہ نے کیوں توجہ نہ فرمائی وہ یہ ہے کہ متقاربین کا ادغام بغیر اس کے کہ ان کو اول ہم جنس بنایا جائے، براہ راست غیر ممکن ہے پھر ہم جنس بنانے کی یہی صورت

متعین نہیں ہے کہ ہمیشہ اول کو ثانی کا ہم جنس بنایا جائے بلکہ ثانی کو اول کا ہم جنس بنانا بھی درست ہے اور واقع ہے۔

دیکھئے: اِنمَحیٰ ماضی از باب انفعال ہے، مَحوٌ مادہ ہے جس کے معنی مٹنے کے ہیں یہاں نون اور میم کا ادغام اس طرح ہوا کہ اول نون کو اشتراک فی الوصف کی بنا پر میم کیا پھر میمین کا ادغام کر دیا اِمَّحیٰ ہو گیا۔

اور اِذْبَحَّتُوْدًا (ذبح کرو بکری کے بچے کو) میں عین کو حا کر کے حا میں ادغام کیا ہے اصل میں اِذْبَحْ عَتُوْدًا تھا عین اور حا دونوں حلقی حرف ہیں۔ ادغام کے بعد اِذْبَحَّتُوْدًا بن گیا ——— لہٰذا یہ ضروری نہ ہوا کہ اول ہی کو ثانی کا مجانس بنائیں۔ مگر اکثر مواقع میں عمل یہی ہوا کہ اول کو ثانی میں مدغم کیا گیا۔

(۲) امثلہ سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ متماثلین یا متقاربین کا ادغام صرف اسی صورت میں ہو گا جبکہ یہ حروف عین اور لام کی جگہ ہوں فا اور عین کی جگہ ہونے سے ادغام نہ ہو گا، کیونکہ ابتداء بسکون متعذر ہے اور ادغام میں اول کو ساکن کرنا پڑتا ہے۔ ددَن (کھیل کود، بے نفع آدمی، کند تلوار بہت کاٹنے والی تلوار) میں ادغام نہ ہونے کی وجہ متجانسین کا اول کلمہ میں واقع ہونا ہے۔

قاعدہ کے فوائد قیود: اب چند مواقع جہاں بظاہر ادغام ہونا چاہئے تھا مگر نہیں ہوا، کیوں نہیں ہوا؟ اس کی وجوہات بتاتے ہیں یا بالفاظ دیگر فوائد قیود پر تنبیہ مقصود ہے فرماتے ہیں کہ

(۱) ذَبَبْنَ اور اس کی اخوات میں یعنی جمع مؤنث غائب اور اس کے مابعد کے صیغے جمع متکلم تک میں ادغام اس لئے نہیں ہوا کہ دوسری با ساکن ہے بسکونِ لازم اور شرائط ادغام میں ثانی کا تحرک بحرکت لازم مذکور ہو چکا ہے۔

(۲) اُذْبُبِ الْکَلْبَ (ہٹاؤ کتے کو) میں اگرچہ ثانی با اس وقت متحرک ہے مگر یہ حرکت عارضی ہے جو الکلب کے اتصال سے پیدا ہوئی ہے ورنہ اُذْبُبْ انفرادی

حالت میں ساکن ہے بسکون وقفی۔

(۳) سَبَبٌ (ذریعہ، رسی، وجہ) میں ادغام کریں تو سَبٌّ بمعنی دشنام (گالی) سے اشتباہ ہو جاتا ہے حالانکہ فَعَلٌ بفتح فاو عین اور فَعْلٌ بفتح فاو سکونِ عین یہ دونوں علحدہ علحدہ وزن ہیں اور دونوں قیاسی ہیں اور سابق میں معلوم ہو چکا ہے کہ ایسا التباس مانع ادغام ہے۔

(۴) قُعْدُدٌ بضم قاف وسکونِ عین وضم دال اول میں مانع ادغام اس کا بُرثُنٌ سے الحاق ہے۔ قُعْدُدْ اس شخص کو کہتے ہیں جس کا سلسلۂ نسب جدّ اکبر سے بہ نسبت اُدروں کے قریب ہو، مثلاً اگر اور افراد چار واسطہ سے وہاں تک پہونچتے ہوں تو یہ تین واسطہ رکھتا ہو۔ اور قُعْدُدْ ایک شخص کا نام بھی ہے۔

بُرثُنٌ: شیر کا پنجہ۔

یَذُبُّ در اصل یَذْبُبُ بود، حرکت بائے اول را نقل کردہ بما قبل دادند وبارا دربا ادغام کردند، یَذُبُّ شد، زیراکہ ہر جاکہ ادغام کنند بنگرند کہ ما قبل آں مدغم متحرک است یا ساکن اگر متحرک باشد حرکت حرف اول رابیند ازند و ساکن کردہ در دوم ادغام کنند، واگر ساکن باشد حرکت مدغم اورا دہند، پس ادغام کنند، چوں ذَبَّ یَذُبُّ وَعَضَّ یَعَضُّ وفَرَّ یَفِرُّ و اَحَلَّ یُحِلُّ واسْتَرَدَّ یَسْتَرِدُّ.

ترجمہ: (۲) یَذُبُّ اصل میں یَذْبُبُ تھا پہلی با کی حرکت منتقل کر کے ما قبل کو دی اور با کو با میں ادغام کیا یَذُبُّ ہوا اس لئے کہ جہاں بھی ادغام کرتے ہیں دیکھتے ہیں کہ اس مدغم کا ما قبل متحرک ہے یا ساکن اگر متحرک ہوتا ہے تو حرف اول کی حرکت کو ساقط کر دیتے ہیں اور ساکن کر کے حرف دوم میں ادغام کرتے ہیں اور اگر مدغم کا ما قبل ساکن ہوتا ہے تو مدغم کی حرکت اس کو دیتے ہیں پھر ادغام کرتے ہیں جیسے ذَبَّ الخ۔

یَذُبُّ کی تعلیل: یَذُبُّ اصل میں یَذْبُبُ (بروزن ینصر) تھا با کا ضمہ اٹھا کر ذال پر رکھ دیا اس کے بعد ادغام کر دیا کیونکہ۔

﴿قاعدہ﴾ یہ ہے کہ جس جگہ ادغام کرنا ہوتا ہے وہاں یہ دیکھتے ہیں کہ مُدْغَم کا ماقبل متحرک ہے یا ساکن؟ (مدغم یعنی جس کا ادغام کرنا ہے) اگر ماقبل متحرک ہو تو حرف اول کی حرکت گرادیتے ہیں اور ساکن ہو تو حرکت مدغم ساکن کی طرف منتقل کرکے ادغام کردیتے ہیں ــــــ یعنی متحرکین کا ادغام تو صحیح معنی میں ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ اول کو ساکن نہ کرلیں۔ کیونکہ مُدْغَم کی حرکت مدغم اور مدغم فیہ کے درمیان حائل رہے گی، پھر ادغام کہاں؟ وہاں تو ایک کو دوسرے میں داخل کرکے ایک بنایا جاتا ہے۔

بہرحال تحرک مانع ادغام ہے، لہٰذا اِسْکان ضروری ہوا اور اسکے دو طریق ہیں۔

(۱) اِسْکان باسقاط حرکت۔ جہاں ماقبل خود متحرک ہو

(۲) اور اسکان بنقل حرکت الی ماقبل، جہاں ماقبل ساکن ہو

چوں ذَبَّ يَذُبُّ . عَضَّ يَعَضُّ. فَرَّ يَفِرُّ یہ تینوں ثلاثی مجرد کے باب ہوگئے۔ پہلے لکھا جاچکا ہے کہ مضاعف ثلاثی صرف تین بابوں سے آتا ہے نصر سمع ضرب ــــــ اَحَلَّ يُحِلُّ اصل میں اَحْلَلَ يُحْلِلُ بروزن اَكْرَمَ يُكْرِمُ۔ حلال اور احلال کے معنی حلال کرنا ــــــ اِسْتَرَدَّ يَسْتَرِدُّ اِسْتِرْدَادًا: لوٹانا باب استفعال، اصل میں اِسْتَرْدَدَ يَسْتَرْدِدُ ــــــ ان سب کی تعلیلات بطرز يَذُبُّ کرلیجئے

لَمْ يَذُبَّ در اصل لَمْ يَذْبُبْ بود بائے اول ساکن شد از جہت ادغام و ثانی ساکن شد بہ لَمْ جازمہ، پس دو ساکن بہم آمدند۔ ودر سخنِ عرب دو ساکن بہم نیایند مگر در وقف، حرف آخر را حرکت دادند، بعضے فتحہ لِاَنَّ الْفَتْحَةَ اَخَفُّ الْحَرَكَاتِ وبعضے کسرہ لِاَنَّ السَّاكِنَ اِذَا حُرِّكَ حُرِّكَ بِالْكَسْرِ وبعضے ضمہ از جہت موافقت ماقبل وبعضے بر اصل خود داشتہ اند ــــــ وحکم امر ونہی بریں قیاس است۔

ترجمہ: لَمْ يَذُبَّ اصل میں لَمْ يَذْبُبْ تھا۔ پہلی با ساکن ہوئی ادغام کی وجہ

سے اور ثانی ساکن ہوئی لَمْ جازمہ کی وجہ سے پس دو ساکن اکٹھا ہوئے اور عربی زبان میں دو ساکن اکٹھا نہیں ہوتے مگر حالت وقف میں (اس لئے) آخری حرف کو حرکت دی، بعض نے فتحہ دیا اس لئے کہ فتحہ سب سے ہلکی حرکت ہے اور بعض نے کسرہ دیا اس لئے کہ ساکن کو جب حرکت دی جاتی ہے تو کسرہ کی حرکت دی جاتی ہے اور بعض نے ضمہ دیا ما قبل کی موافقت کی وجہ سے اور بعض اپنی اصل پر رکھتے ہیں ـــــــ اور امر و نہی کا حکم اسی انداز پر ہے۔

لَمْ یَذُبَّ کی تعلیل: لَمْ یَذُبَّ اصل میں لَمْ یَذْبُبْ تھا ادغام کی صورت میں بقاعدۂ مذکورہ بائے اول کو ساکن کیا اور ثانی بعلامت جزمی ساکن ہوئی، پس دو ساکن جمع ہوگئے اور لغت عرب میں بجز حالت وقف دو ساکنوں کا اجتماع نہیں ہو سکتا، لہٰذا سکون جزمی کو ختم کرنا پڑا ـــــــ کسی نے یہ سوچ کر کہ فتحہ اخف الحرکات ہے فتحہ تجویز کیا، گویا رفع سکون کی ضرورت ادنیٰ قسم کی حرکت سے پوری ہوتی ہو تو اعلیٰ اور ثقیل حرکات کیوں اختیار کی جاویں۔ کسی نے سکون اور کسرہ کی طبعی مناسبت کا خیال کیا اور حرکت کسرہ کی تجویز کی، لان السّاکن اذا حُرِّكَ حُرِّكَ بالكسر یہ بھی ایک قاعدہ کی بات ہے ـــــــ اور کسی نے بمناسبت ضمۂ ما قبل ضمہ اختیار کیا مناسبات کی رعایت یہ بھی ایک اصول ہے جرِ جوار کی بنیاد اسی اصول پر ہے یعنی اعراب میں پڑوس سے اثر لینا ـــــــ اور بعض اس کو اپنے اصل پر رکھتے ہیں اور لَمْ یَذْبُبْ بدون ادغام کہتے ہیں۔

لہٰذا چار صورتیں ہوگئیں لَمْ یَذُبَّ، لَمْ یَذُبِّ، لَمْ یَذُبُّ، لَمْ یَذْبُبْ ـــــــ امر اور نہی کا حکم بھی اسی قیاس پر سمجھیں، کیونکہ امر میں آخر کا سکون وقفی ہوتا ہے اور نہی میں جزمی۔

و در باب تفعیل و تفعُّل ادغام نشود، زیرا کہ ادغام در اصل باب است

تفعیل و تفعُّل میں ادغام کیوں نہیں ہوتا؟: باب تفعیل اور تفعُّل

میں ادغام نہیں ہوتا، کیونکہ ان دو بابوں کی وضع ہی ادغام پر ہے یعنی ان بابوں کا عین کلمہ اصل وضع اور بنیادی حیثیت سے خود مُضَعَّف واقع ہوا ہے، یہاں ادغام کرنے سے یا ادغام اول کا ابطال لازم آئے گا یا پھر دو حرف کا ایک حرف میں ادغام ہوگا اور دونوں باطل ہیں ادغام اول کے توڑنے میں تو بنائے باب فاسد ہو جائے گی اور اس کے قائم رکھتے ہوئے دوسرے میں ادغام إِدْغَامُ حَرْفَيْنِ فِيْ حَرْفٍ ہونے کے باعث خلاف اصول ہوگا واللہ اعلم۔

بداں کہ تعلیلاتے کہ در مہموز ومعتل ومضاعف آمدہ یاد کردہ شد، اَمَّا تعلیلاتے چند دیگر کہ بداں حاجت افتد نیز یاد کنم

ترجمہ: جان تو کہ جو تعلیلات مہموز، معتل اور مضاعف کے بیان میں آئی ہیں وہ یاد کرلی گئی ہیں۔ رہی چند اور تعلیلات جن کی ضرورت پیش آتی ہے ان کو بھی یاد کرتا ہوں۔

بحث تعلیلات کا تکملہ: اس کو بحث تعلیلات کا تکملہ سمجھئے۔ جاننا چاہئے کہ جو تعلیلات مہموز، معتل، مضاعف میں آئی ہیں وہ ذکر کردی گئیں ان کے علاوہ اور بھی چند دوسری تعلیلات ہیں جن کی ضرورت پڑتی ہے ان کو بھی بیان کرتا ہوں توجہ سے سنیں!

﴿فائدہ﴾ "جو تعلیلات" سے مراد انوع تعلیلات ہیں کہ فلاں فلاں طریق سے تخفیف یا اعلال ہوسکتا ہے ایسے ایسے مواقع میں تعلیلات کا اجراء ہوتا ہے باقی صیغوں میں تفصیلی تعلیلات کا ذکر نہ مصنف رحمہ اللہ نے کیا اور نہ ایسا کرنا ضروری تھا یہ کام تو خود طلبہ کا ہے کہ وہ اسی نہج پر تفصیلی تعلیلات نکالتے چلے جاویں۔

تعلیل اوّل: ہر الفے کہ ماقبل آں مضموم باشد واو گردد، چوں خَادَعَ وخُوْدِعَ وخَالِدٌ وخُوَيْلِدٌ۔

تعلیل کا پہلا قاعدہ: کلیہ ہے کہ جس الف کا ماقبل مضموم ہو وہ واو ہو جائے گا، جیسے خَادَعَ ماضی معلوم باب مفاعلہ کا الف، مجہول میں ضمہ ماقبل کے باعث واو ہو گیا یعنی خُوْدِعَ کا واو وہی خَادَعَ کا الف ہے لیکن ماضی مجہول بنانے کی غرض سے جب خا کو ضمہ دیا گیا تو الف پس ضمہ ہو گیا، لہٰذا واو سے بدل گیا مُخَادَعَةٌ: فریب دینا خَالِدٌ کی تصغیر بنانی تھی تو لامحالہ خا کو مضموم کرنا پڑا اس کے نتیجہ میں الف واو بن گیا خُوَیْلِدٌ ہوا باقی واو کا فتحہ تو وہ تصغیری وزن فُعَیْعِلٌ کی بناء پر ہے۔

تعلیل آخر: ہر الفے کہ ماقبل آں مکسور باشد یا گردد، چوں مِحْرَابٌ ومَحَارِیْبُ ومِفْتَاحٌ ومَفَاتِیْحُ۔

دوسرا قاعدہ: کلیہ ہے کہ جس الف کا ماقبل مکسور ہو گا وہ یا سے تبدل ہو جائے گا۔ مِحْرَابٌ کا الف مَحَارِیْبُ (جمع) میں کسرۂ ماقبل کے باعث یا ہو گیا۔ اسی طرح مِفْتَاحٌ بمعنی کنجی کی جمع مَفَاتِیْحُ میں یا وہی تبدیل شدہ الف ہے۔

تعلیل آخر: ہر حرف مدہ ولین کہ سوم جا باشد وزائدہ بود، وپس از الف فَعَائِلُ افتد، ہمزہ گردد، چوں کَرِیْمٌ وکَرَائِمُ وصَحِیْفَةٌ وصَحَائِفُ ورَکُوْبٌ ورَکَائِبُ ——— اما در مَعِیْشَةٌ ومَعَایِشُ ہمزہ نہ گشت زیراکہ زائدہ نیست، بلکہ اصلی ست ——— ودر مُصِیْبَةٌ ومَصَائِبُ باآں کہ اصلی ست ہمزہ گشت برخلاف قیاس ——— واگر در چہارم جا باشد، چوں در جمع پنجم جا افتد یا گردد، چوں مِحْرَابٌ ومَحَارِیْبُ وعُصْفُوْرٌ وعَصَافِیْرُ۔

ترجمہ ایک اور تعلیل: ہر حرف مدہ ولین جو کہ تیسری جگہ ہو اور زائد ہو اور (جمع منتہی الجموع کے وزن) فَعَائِلُ کے الف کے بعد آئے تو وہ ہمزہ ہو جاتا ہے، جیسے کریم کی جمع کرائم اور صحیفة کی جمع صحائف اور رَکوب

کی جمع رکائب ـــــــــ لیکن معیشۃ کی جمع معایش میں ہمزہ اس لئے نہیں ہوا کہ زائد نہیں ہے بلکہ اصلی ہے ـــــــــ اور مصیبۃ کی جمع مصائب میں باوجودیکہ اصلی ہے ہمزہ خلاف قیاس ہوا ہے ـــــــــ اور اگر (وہ الف) چوتھی جگہ ہو، جب وہ جمع میں پانچویں جگہ ہو جائے تو یا ہو جاتا ہے جیسے محراب کی جمع محاریب اور عصفور کی جمع عصافیر۔

تیسرا قاعدہ: مد اور لین کا ہر حرف یعنی حرف علت ساکن جس کے ماقبل کی حرکت اس حرف کے موافق ہو، واو ماقبل مضموم ہو یا یا ماقبل مکسور ہو یا الف ماقبل مفتوح ہو، غرض ایسا حرف جب کلمہ میں تیسری جگہ پر ہو اور ہو بھی زائدہ اور الف فَعَائِلُ یعنی جمع منتہی الجموع کے الف کے بعد واقع ہو تو وہ حرف مدو لین ہمزہ ہو جائے گا ـــــــــ جیسے کَرِیْمٌ کی یا جو کہ مدہ زائدہ ہے یعنی بمقابلۂ حروف اصلیہ واقع نہیں ہے، کَرَائِمُ جمع منتہی الجموع میں ہمزہ سے بدل گئی۔ کَرَائِمُ بالہمزہ بولا جاتا ہے بالیاء نہیں ـــــــــ ایسے ہی صحیفۃٌ کی یا صحائفُ میں بالہمزہ ادا ہوتی ہے۔ رَکُوْبٌ کا واو مدہ زائدہ رَکَائِبُ جمع میں ہمزہ سے بدل گیا۔ رَکُوْب بفتح را: سواری کا اونٹ۔

﴿ایک شبہ﴾ مَعِیْشَۃٌ مصدر ہے عَاشَ یَعِیْشُ عَیْشًا ومَعِیْشَۃً فھو عَائِشٌ: زندگی گزارنا یہاں سے اس شبہ کا جواب دیتا ہے کہ معیشۃ کی جمع معایش میں یا ہمزہ نہ ہوئی، حالانکہ مفرد میں تیسری جگہ واقع ہے؟

﴿جواب﴾ یہ ہوا کہ یہ مدہ زائدہ نہیں ہے بلکہ مدہ اصلیہ ہے جو بجائے عین کلمہ واقع ہے اس کی اصل مَعْیِشَۃٌ بروزن مَفْعِلَۃٌ بفتح میم و سکون فا و کسر عین ہے یا کا کسرہ عین کو دے دیا گیا غرض قاعدہ کا تعلق مدہ زائدہ سے ہے، اصلیہ میں یہ قاعدہ جاری نہیں۔

ایک اور شبہ: اگر کسی کو مَصَائِبُ کی یا سے یہ شبہ پیدا ہو کہ یہاں اصلی ہونے کے باوجود بھی اس کو ہمزہ سے بدلا گیا ہے تو مَعَایِشُ میں عدم تبدیلی کا یہ عذر کس طرح صحیح ہوگا؟ مصائب، مصیبۃ کی جمع ہے جو اصل میں

مُصنْوبَۃٌ تھا بروزن مُفعِلَۃٌ بضم میم وسکون فا وکسر عین، ماخوذ از صَوْبٌ بمعنی نزول، واو کا کسرہ ما قبل کو دے کر واو کو یا کر لیا۔

تو جواب یہ ہے کہ یہ تبدیلی خلاف قاعدہ اور شاذ ہے اس کی وجہ سے قاعدہ پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

قاعدہ کا تتمہ اور اگر حرف مدّہ ولین مفرد میں چوتھی جگہ پر ہو اور جمع میں پانچویں جگہ پڑ جائے تو وہ یاء سے بدل جائے گا، جیسے محراب کا الف محاریب جمع میں یا ہو گیا اور عصفور کا واو مدہ عصافیر جمع میں یا ہو گیا۔ عصفور: چڑیا۔

تعلیل آخر: ہر جا کہ الف جمع، درمیان دو واو یا دو یا افتد، آخرین را بہمزہ بدل کنند، چوں اَوَّلُ و اَوَائِلُ کہ در اصل اَوَاوِلُ بودہ است، وخَیِّرٌ وخَیَائِرُ کہ در اصل خَیَایِرُ بودہ است۔ وبعضے یا را سلامت دارند ودر طَوَاوِیْسُ ودَوَاوِیْنُ ہمزہ نہ گشت، زیراچہ از طرف دور است۔

ترجمہ ایک اور تعلیل: جہاں بھی جمع کا الف دو واوں یا دو یاؤں کے درمیان واقع ہو تو سب سے بعد والے کو ہمزہ سے بدل لیتے ہیں جیسے اَوَّلُ کی جمع اَوَائِلُ (اگلے لوگ) جو کہ اصل میں اَوَاوِلُ تھا اور خَیِّرٌ کی جمع خَیَائِرُ (پسندیدہ لوگ) جو کہ اصل میں خَیَایِرُ تھا اور بعضے یا کو سلامت رکھتے ہیں ——

اور طواویس (مور، جمع طاؤس کی) اور دَوَاوِیْن (دفتر، رجسٹر جمع دیوان) میں یا ہمزہ نہیں ہوئی اس لئے کہ آخری حرف کنارہ سے دور ہے۔

چوتھا قاعدہ: جس جگہ جمع کا الف دو واو یا دو یا کے مابین واقع ہو، خواہ دوسرا واو و یا اصلی ہو یا زائد، وہاں آخری واو و یا کو ہمزہ سے بدل لیتے ہیں ——

اس عبارت میں اٰخِرِیْن، آخر بکسر خا کا تثنیہ ہے، جس کے معنی ہیں دوسرا اور پچھلا (۱) —— چنانچہ اَوَّلُ کی جمع اَوَاوِل میں واو ہمزہ ہو کر اَوَائِل

---

(۱) یعنی پچھلے دو خواہ وہ واو ہو یا یا یہ لفظ آخریں نون غنہ کے ساتھ صفت کا صیغہ بھی ہو سکتا ہے جس کے معنی ہیں آخر کا سب سے بعد کا ۱۲۔

اور خَیِّرٌ کی جمع خَیَایِرُ میں یا ہمزہ ہو کر خَیَائِرُ مستعمل ہے ــــــــــ بعض یا کو سلامت رکھتے ہیں اور خَیَایِرُ کہتے ہیں۔ خَیِّرٌ بمعنی پسندیدہ۔

لیکن طاؤس کی جمع طواویس میں اور دیوان کی جمع دواوین، میں بینَ الواوین الف جمع واقع ہے پھر بھی دونوں کلموں کا آخری واو اپنی جگہ پر قائم ہے، نہ طواویس، طَوَائِیس بنا۔ اور نہ دَوَاوِیْنُ، دَوَائِین ہوا وجہ یہ ہے کہ وہاں جمع سے مراد وہ جمع ہے جو مَفَاعِلُ کے وزن پر ہو اور یہ دونوں مَفَاعِیْل کے وزن پر ہیں۔ علاوہ بریں یہاں یہ واو محل تغیر یعنی آخر سے دور ہے بر خلاف اوائل اور خیائر کے۔ لہٰذا اعتراض ساقط ہو گیا۔ طاؤس: مور دیوان: دفتر۔

تعلیل آخر ہر واو کہ در اول کلمہ افتد، مکسور باشد یا مضموم، جائز ست کہ وے را بدل کنند بہ ہمزہ، چوں وُجُوْهٌ واُجُوْهٌ ووُقِّتَتْ واُقِّتَتْ ووِشَاحٌ واِشَاحٌ ــــــــــ ودر واو مفتوح ابدال از دو جابیش نیامدہ است، چوں اَحَدٌ کہ دراصل وَحَدٌ بودہ است، واَنَاةٌ کہ دراصل وَنَاةٌ بودہ است۔

ترجمہ ایک اور تعلیل: جو بھی واو شروع کلمہ میں واقع ہو خواہ وہ مکسور ہو یا مضموم، جائز ہے کہ اس کو ہمزہ سے بدل لیں، جیسے وُجُوْہ اور اُجُوہ اور وقتت اور اُقتت اور وشاح اور اشاح ــــــــــ اور واو مفتوح میں دو جگہ کے علاوہ تبدیلی نہیں آئی، جیسے اَحَدٌ کہ اصل میں وَحَدٌ تھا اور اَناةٌ کہ اصل میں وَنَاةٌ تھا۔

پانچواں قاعدہ (واو منفردہ فی اول الکلمہ کے بارے میں) اول کلمہ کا واو مضموم ہو یا مکسور، اس کو ہمزہ سے بدلنا جائز ہے، خواہ مفرد میں ہو یا جمع میں، اسم میں ہو یا فعل میں جیسے (۱) وُجُوْهٌ جمع وَجْهٌ بمعنی چہرہ میں اُجُوْهٌ (اسم میں) (۲) وُقِّتَتْ ماضی مجہول از تَوْقِیْت: وقت معین کرنا میں اُقِّتَتْ (فعل میں) (۳) اور وِشَاحٌ: ہار بدھی (از قسم زیور جس کو گلے میں پہنتے ہیں) میں

اِشَاحٌ (یہ واو مکسور کی مثال ہے)

اور واو مفتوح میں یہ ابدال دو کلموں سے زائد میں ثابت نہیں۔ لہٰذا شاذ ہوگا ایک اَحَدٌ میں جو اصل میں وَحَدٌ تھا بمعنی ایک یا اکیلا دوسرا اَنَاةٌ جو دراصل وَنَاةٌ تھا، ماخوذ از ونیٌ بمعنی توقف کرنا، درنگ کرنا اَنَاةٌ: مہلت، توقف (یہ قانون تو واو منفردہ فی اول الکلمہ کا تھا)

اگر در اول کلمہ دو واو باشند، وہر دو متحرک باشند، و واو دوم بدل از چیزے نہ باشد، واجب است ابدال واو اول بہ ہمزہ، اگرچہ مفتوح باشد، چوں اَوَاعِدُ کہ دراصل وَوَاعِدُ بودہ است وَاَوَاصِلُ کہ دراصل وَوَاصِلُ بودہ است ——— و در وُوْرِیَ بدل نہ گشت، زیرا کہ واو دوم بدل است از الف وَارٰی، اگر واو اول را بدل کنند، توالی اعلالین شود، و ایں روانیست۔

ترجمہ اگر کلمہ کے شروع میں دو واو ہوں اور دونوں متحرک ہوں اور دوسرا واو کسی چیز سے بدلا ہوا نہ ہو تو واو اول کو ہمزہ سے بدلنا واجب ہے اگرچہ وہ مفتوح ہو، جیسے اَوَاعِدُ کہ اصل میں وَوَاعِدُ تھا اور اَوَاصِلُ کہ اصل میں وَوَاصِلُ تھا ——— اور وُوْرِیَ میں تبدیلی نہیں ہوئی اس لئے کہ دوسرا واو وَارٰی کے الف سے تبدیل شدہ ہے پس اگر واو اول کو بدلیں گے تو دو تعلیلیں پے بہ پے ہو جائیں گی اور یہ جائز نہیں ہے۔

قاعدہ کا تتمہ: اگر دو واو اول کلمہ میں جمع ہوں، اور ہوں بھی متحرک، لیکن واو ثانی کسی دوسرے حرف کا بدل نہ ہو تو واو اول کا ابدال ہمزہ سے ضروری ہوگا، اگرچہ پہلا واو مفتوح ہی ہو، جیسے وَاعِدَةٌ (وعدہ کرنے والی) کی جمع وَوَاعِدُ میں اَوَاعِدُ اور وَاصِلَةٌ (جوڑنے والی) کی جمع وَوَاصِلُ میں اَوَاصِلُ پڑھنا لازم ہے۔

وُوْرِیَ سے اشکال کا جواب: وُوْرِیَ ماضی مجہول از باب مفاعلہ وَارٰی یُوَارِیْ مُوَارَاةً چھپانا۔ حسب بیان مصنف رحمہ اللہ یہ اشکال واقع نہیں

ہوتا کیونکہ یہاں واو دوم ساکن ہے اور قاعدہ ہر دو متحرک واو کی صورت میں مذکور ہوا ہے۔

قاعدہ کی ضروری تفصیل: اصول اکبری (۱) میں بحوالہ اِرْتشاف وکافی، اس قاعدہ میں تفصیل مذکور ہے۔ وہ یہ ہے کہ جس صورت میں ثانی واو مدّہ مُبْدَلہ مِن حرفٍ زَائِدٍنہ ہو، وہاں تو واو اولی کا ہمزہ سے بدلنا واجب ہوگا۔ اور اگر ثانی واو مدّہ مبدلہ من حرف زائد ہو تو وہاں یہ تبدیلی واجب تو نہ ہوگی البتہ جائز رہے گی۔

مَدّہ مُبْدَلَہ مِنْ حرفٍ زَائِدٍنہ ہونے کی چند صورتیں ہیں:

(۱) واو ثانی مدہ نہ ہو، جیسے اَوْعَدٌ بروزن کَوْکَبٌ کہ ما قبل واو کی حرکت واو کے موافق نہیں یعنی فتحہ ہے ضمہ نہیں (اس لئے یہ واو مدہ نہیں ہے)

(۲) واو ثانی مدہ ہو مگر زائد ہو، جیسے وَعْدٌ سے اُوْعَادٌ بروزن طُوْمَارٌ بنایا جائے (فُوْعَالٌ) یہاں واو مدہ ہے مگر مدہ زائدہ ہے، اگرچہ کسی دوسرے حرف کا بدل نہیں۔

(۳) واو ثانی مدہ ہو اور مُبْدَلٌ مِنْ حَرْفٍ اَصْلِيٍّ ہو، جیسے اُوْلٰی کا ثانی واو کہ اصل میں وُوْلٰی بروزن فُعْلٰی تانیث اَوَّلُ ہے۔

ان تمام صورتوں میں واوِ اولی کی تبدیلی ہمزہ سے لازم ہے اور جہاں ایسا نہ ہو جیسے وُوْرِی کا ثانی واو کہ وَارٰی ماضی معلوم کے الف زائد کا بدل ہے، وہاں یہ ابدال جائز ہوگا۔ پس وُوْرِیَ کو اُوْرِیَ کہنا درست ہے مگر واجب نہیں لہٰذا مصنف رحمہ اللہ کے کلام کا صحیح مفہوم یہ ہو سکتا ہے کہ وُوْرِیَ میں بطور وجوب اس قاعدہ کا عمل اس لئے نہیں ہوا کہ واوِ اول کو

---

(۱) اصول اکبری اور اس کی شرح خود مصنف کی لکھی ہوئی عربی میں ہیں اور مطبوعہ ہیں اور انہی کی فصول اکبری ہے جو فارسی میں ہے اور درسی کتاب ہے ان تینوں کتابوں کے مصنف علامہ علی اکبر بن علی الہ آبادی رحمہ اللہ ہیں اور ارتشاف الضرب فی لسان العرب علامہ ابو حیّان اندلسی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۵ھ) کی ہے اور کافی سے مراد غالباً ابو جعفر نَحّاس (متوفی ۳۳۸ھ) کی کتاب ہے جو فن نحو میں ہے ۱۲

ہمزہ سے بدلیں تو ایک ہی کلمہ میں دو تبدیلیاں بلا فصل جمع ہو جائیں گی اور یہ ناجائز ہے۔

استدراک: یہ جواب نہایت درجہ رکیک اور کمزور ہے ہم توالی اعلالین کا مسئلہ مفصل بیان کر چکے ہیں، اسے نظر میں رکھا جائے اور وُوْدِیٌ میں عدم اعلال کی وجہ وہی سمجھی جائے جو ابھی بالتفصیل مذکور ہو چکی۔

تعلیل آخر: ہر واو کہ در جمع، میان الف و کسرہ افتد، و در مفرد ساکن باشد، یا گردد، چوں حَوْضٌ وحِیَاضٌ ورَوْضٌ ورِیَاضٌ کہ دراصل حِوَاضٌ ورِوَاضٌ بودہ است۔

چھٹا قاعدہ: جو واو جمع میں الف اور کسرہ کے مابین واقع ہو اور مفرد میں ساکن ہو، وہ یا ہو جاتا ہے۔ حَوْضٌ کا واو حِیَاضٌ جمع میں یا ہو گیا۔ اسی طرح رَوْضٌ کا واو رِیَاضٌ میں یا ہو گیا۔ یہ دونوں اصل میں حِوَاضٌ اور رِوَاضٌ تھے۔ رَوْضٌ: سبزہ زار، باغات۔

تعلیل آخر: ہر جمع کہ بروزن فُعُوْلٌ باشد از معتل لام واوی، آں ہر دو واو را یا کنند، و ما قبل وے کسرہ دہند، برائے تخفیف، چوں دُلِیٌّ وحُقِیٌّ کہ در اصل دُلُوْوٌ وحُقُوْوٌ بودہ است زیرا کہ در اسمائے متمکنہ ہیچ اسمے نیابی کہ در آخر آں واو باشد و ما قبل آں مضموم۔

ساتواں قاعدہ: معتل لام واوی جمع، جو فُعُوْلٌ کے وزن پر ہو، اس کے دونوں واو یعنی لام کلمہ کا واو، اور وزن فُعُوْلٌ کا واو یا کر لئے جاتے ہیں۔ مگر اس کا عمل اس طرح پر ہوتا ہے کہ پہلے ضمہ ما قبل کو کسرہ سے بدلتے ہیں پھر بغرض تخفیف ہر دو واو کو یا کر لیتے ہیں یا بعد تبدیلی حروف، حرکت کی تبدیلی کی جائے تاکہ یا اور کسرہ کی مناسبت پیدا ہو جائے ——— بہر حال اجتماع وَاوَیْن کے مقابلہ پر اجتماع یائین اخف ہے، اور کسرہ بہ نسبت ضمہ

حرکت خفیفہ ہے اور ضمہ سے کسرہ کی طرف انتقال جس درجہ ثقیل ہے وہ ثقالت انتقال من کسرہ الي کسرہ میں نہیں رہتی۔

مثال دُلِيٌّ، دَلْوٌ کی جمع میں کہ اصل میں دُلُوْوٌ تھا اور حُقِيٌّ جمع حَقْوٌ بمعنی کولا یعنی کمر بند باندھنے کی جگہ اصل میں حُقُوْوٌ تھا ــــــــ

مصنف رحمہ اللہ خود ہی اس طریق تخفیف کی وجہ بیان کرتا ہے کہ تم اسمائے متمکنہ میں کوئی ایسا اسم نہ پاؤگے کہ جس کے آخر میں واو ہو اور اس کا ما قبل مضموم ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل زبان اس کو بہت ہی زیادہ ثقیل سمجھتے ہیں۔ لہٰذا بد قسمتی سے اگر کہیں ایسی صورت بن جائے تو اسے فی الفور مذاق اہل عربیت پر ڈھال لینا چاہئے، مگر قاعدہ میں لاکر۔

بداں کہ کلمۂ چند را از معتل و مضاعف بر اصل خود داشتہ اند، تا بر اصل کلمات دیگر دلیل باشند، چوں عَوِرَ وصَيِدَ وعَيِنَ واَرْوَحَ واَحْوَجَ واعْتَوَرَ واسْتَحْوَذَ واسْتَصْوَبَ، ولَحِحَتْ عَيْنُه واَلِلَ السِّقَاءُ وضَبَبَ الْبَلَدُ۔

فائدۂ مہمہ: معتل اور مضاعف کے چند کلمات کو اپنی اصل پر باقی رکھا ہے تاکہ یہ کلمات دیگر کلمات کی اصل پر جن میں تعلیلات ہوئی ہیں، دلیل کا کام دیں۔ عَوِرَ، صَيِدَ عَيِنَ یہ ثلاثی مجرد میں ان کلمات کی اصل پر دال ہیں جن میں قاعدۂ قَالَ کا عمل ہوا ہے۔ (عَوِرَ: کانا ہوا، صَيِدَ: ٹیڑھی گردن والا ہوا عَيِنَ: آنکھ کی بڑی چوڑی پتلی والا ہوا۔ یہ تینوں معتل عین ہیں) اسی طرح اَرْوَحَ الصيدُ: شکار نے ہوا پائی، اَحْوَجَ: محتاج ہوا (باب افعال میں) اِعْتَوَرَ: ہاتھ در ہاتھ لیا (باب افتعال میں) اِسْتَحْوَذَ: غالب آیا۔ اِسْتَصْوَبَ: درست سمجھا (باب استفعال میں) نمونہ کے طور پر اپنے حال پر چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ لَحِحَتْ عَيْنُهٗ: چرک آلود ہوئی اس کی آنکھ (مضاعف از باب سمع) اَلِلَ السقاءُ: بدبودار ہوگئی مشک (مضاعف از

سمع) ضَبَبَ البلدُ: شہر میں گوہ جانور زیادہ ہوگئے (مضاعف از باب ضرب) یہ سب اور ان کے امثال جو بحال خود متروک ہیں اور قواعد اعلال و تضعیف کے ماتحت ان میں واجبی تغیرات نہیں ہوئے یہی دیگر متغیر شدہ کلمات کے اصول پر دلیل ہو سکتے ہیں۔ ورنہ یہ بات مشکل سے باور ہوتی ہے کہ کلمات معلولہ متغیرہ اپنی اصل سے ایسے نہ تھے بعد التعلیل ایسے بن گئے، واللہ اعلم۔

فصل پنجم در شناختن خاصیت بابہا، و آنچہ بداں تعلق دارد

پانچویں فصل

اس فصل میں بابوں کی خاصیتوں اور ان کے متعلقات کا ذکر ہوگا یعنی وہ خاص خاص معانی جو ان ابواب کے ذریعہ ظاہر ہوتے ہیں اور اہل زبان ان ابواب کے خاص مادوں کو خاص خاص مقاصد اور معانی کے لئے استعمال کرتے ہیں ان کا ذکر ہوگا یہ ضروری نہیں کہ ایک باب کے معانی اسی باب کے ساتھ مخصوص ہوں اور دوسرے باب میں دوسری قسم کے معانی ہوں اور وہ باب ان معانی کے لئے مخصوص ہو، بلکہ چند چند ابواب میں ایک ایک معنی کا اشتراک ہو سکتا ہے مثلاً تعدیہ باب افعال میں بھی ہے اور تفعیل میں بھی۔ اسی طرح سلب ماخذ کے معنی دونوں جا مشترک ہیں۔

خاصہ اور خاصیت: خاصہ منطقیوں کی اصطلاح میں ایک خاص معنی رکھتا ہے یعنی جو اس شئی کے سوا جس کا خاصہ ہے دوسری اشیاء میں موجود نہ ہو۔ مگر علمائے عربیت نے اپنے یہاں اس اصطلاح کو معمول نہیں بنایا ہے اور نہ انہیں میزانیوں کا اتباع مناسب ہے بعض نے خاصہ اور خاصیت میں فرق کیا ہے خاصہ میں خصوص ہوتا ہے اور خاصیت میں ایسی کوئی قید ملحوظ نہیں، بلکہ خاصیت وہ معانی ہیں جن میں باب کا استعمال ہوتا ہے۔

باب فعل یفعِل و فعَل یفعُل و فعِل یفعَل مقید نیست بخاصیتے، بلکہ برائے معنیٔ کثیر مستعمل اند کہ آں معانی مضبوط نیست۔

امہات الابواب کثیرالخواص ہیں: باب ضرب یضرب، نصر ینصر، سمع یسمع جو اُمَّہَاتُ الابواب کہلاتے ہیں یہ کسی ایک یا چند خاصیتوں کے ساتھ مقید نہیں ہیں جس طرح دیگر ابواب کہ ان کے خواص محدود اور معدود ہیں(۱) اور یہ ابواب معانی کثیرہ کا خزانہ ہیں۔ اور تقریباً ہر مقصد میں کسی نہ کسی نہج ان کا استعمال ثابت ہے اسی لئے علمائے عربیت نے ان کا اس طرح انضباط نہیں فرمایا، جس طرح خاص خاص عنوانات مقرر کر کے دیگر ابواب کا انضباط فرمایا ہے اور یہ سب کچھ کثرتِ معانی و مطالب کی بناء پر ہوا۔

امّا خاصیّت باب فعَل یفعَل آں ست کہ ہمیشہ بجائے عین یا لام وے حرفے باشد از حروفِ حلْق۔ و مجموع آں حروف ایں است حَخَغْعَھَا مگر دریں چند کلمات، چوں رَکَنَ یَرْکَنُ، وسَجیٰ یَسْجیٰ و قَلیٰ یَقْلیٰ وَاَبیٰ یَابیٰ وعَضَّ یَعَضُّ۔

باب فتح کی خاصیت: فتح یفتح میں ایک مخصوص بات یہ ہوگی کہ اس کے عین یا لام کلمہ کی جگہ کوئی حرف حلقی ضرور ہوگا ——— حروف حلقی چھ ہیں جن کا مجموعہ حَخَغْعَھَا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

حرف حلقی شش بود اے نور عین
ہمزہ ہاؤ حاؤ خاؤ عین غین

مگر چند کلمات ایسے ہیں جو فتح سے آئے ہیں اور ان کے عین یا لام میں حرف حلقی نہیں ہے رَکَنَ یَرْکَنُ رُکُوْناً: مائل ہونا سَجیٰ یَسْجیٰ سَجْیاً: پردہ

(۱) یعنی گنتی میں لائے جاسکتے ہیں کیونکہ زیادہ نہیں ہیں مثلاً یہ کہیں کہ فلاں باب کی خاصیتیں آٹھ ہیں۔

ڈالنا، ڈھانکنا۔ قَلٰی یَقلٰی قَلًی: دشمنی کرنا۔ اَبیٰ یابیٰ اِباءً : انکار کرنا۔ عَضَّ یَعَضُّ عَضاً : دانتوں سے کاٹنا ــــــ پس یہ کلمات اگر ان کا فتح یفتح سے آنا متعین ہو تو از قبیل شواذ فی الباب کہلائیں گے۔

ورنہ عَضَّ یَعَضُّ سمع سے اور سَجیٰ یَسْجیٰ نصر سے آئے ہیں۔ اور رَکَنَ یَرکَنُ کو از قبیل تداخل ابواب کہا گیا ہے یعنی یہ فتح کا مستقل باب نہیں ہے بلکہ ایک باب کی ماضی اور دوسرے باب کا مضارع لے کر ــــــ کہ دونوں علیحدہ علیحدہ مستعمل ہیں ــــــ دونوں کو یک جا کر دیا گیا لہٰذا ماضی اور مضارع مفتوح العین ہو گئے اور ایسا محسوس ہونے لگا کہ یہ بھی فتح کا باب ہے حالانکہ فتح سے اس کا تعلق نہیں ــــــ صرف اَبیٰ یَابیٰ ایسا ہے جو خالص فتح میں شمار ہوا ہے، سوا سکے شاذ کہنے کا مضائقہ نہیں۔

وخاصیت باب فعُل یفعُل آں ست کہ خُلق وطبائع را باشد، وجمیع لغات او لازم باشند۔ چوں کرُم یکرُم وجسُم یجسُم۔

باب کرم کی خاصیت: کرُم یکرُم کی خاصیت یہ ہے کہ اس باب سے عموماً وہ اشیاء یا اوصاف منقول ہوتے ہیں جو خِلقی اور طبعی ہوں۔ خواہ واقعی خلقی امور ہوں یا اکتسابی ہوں مگر خِلقی جیسے ہو گئے ہوں یا ایسے عوارضات ہوں جو دیرپا ہونے کے باعث امور طبعیہ کے مشابہ ہو گئے ہوں مثلاً۔

(۱) حُسن وقبح طبعی یعنی اعضاء کی موزونیت یا ناموزونیت کہ یہ محض فطری اور طبعی ہیں ان میں کسب واکتساب کا دخل نہیں کسب واکتساب سے رنگ کا نکھار اعضاء کی لینت اور ظاہری خوشنمائی کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوتا ایسے ہی صِغر وکِبر اس کا تعلق نمو کی تمامیت اور ناتمامیت سے ہے اور یہ افعال طبعیہ کے نتائج ہیں۔

(۲) مثلاً تَفقُّہ یہ اکتسابی ہے مگر ملکۂ فقاہت پیدا ہو جانے کے بعد اس میں اور خلقی اوصاف میں کافی اتصال ہو جاتا ہے اس لحاظ سے فقُہَ از باب کرُم مستعمل ہے۔

(۳) ایسے ہی طہارت ایسا عارض ہے جو دیرپا ہونے کی بنا پر خلقی امور سے مشابہ ہو گیا لہٰذا طَهُرَ از باب کَرُمَ لایا جائے گا۔ جنابت ضد طہارت ہے، بقاعدۂ حَمْلُ الضِّدِّ علی الضِّدِّ اس کے ساتھ بھی معاملہ طہارت کا ہوا وقس علیها.

اور چونکہ اوصاف خلقی و طبعی خود اس شئی کے اوصاف ہوتے ہیں ان کا غیر سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، اس لئے یہ باب لازم ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ مصنف رحمہ اللہ نے فرمایا وجمیع الخ یعنی اس باب کے تمام لغات لازم ہوں گے جیسے کرُم یکرُم ۔ جسُمَ یَجْسُمُ جَسَامَةً : قدآور ہونا ـــــــ لغات سے مراد مواد ہیں یعنی جو بھی مادۂ فعل اس باب سے آئے گا وہ لازم ہی ہو گا۔

وخاصیّت باب اِفْعَال ہشت چیز ست تعدیہ چوں خَرَجَ وأَخْرَجْتُهُ ونَزَلَ وانْزَلْتُهُ وسلب چوں شَكٰی گلہ کرد واَشْكٰی گلہ بردور فتن در چیزے چوں اَصْبَحَ: در بامداد شد واَعْرَقَ: بعراق شد و آمدن بہ چیزے، چوں اَلْاَمَ: بچیزے نکوہیدہ آمد ودادن چیزے چوں اَقْبَرَهُ: جائے گور داد اورا وخداوند چیزے شدن چوں اَلْبَنَ: خداوند شیر شد واَتْمَرَ: خداوند خرما شد ویافتن چیزے بر صفتے چوں اَحْمَدتُّهُ: ستودہ یافتم اورا وابتدائے فعل چوں اَشْفَقَ: بترسید واَلْحَجَ :الحاج کرد۔

ثلاثی میں اضافہ دو مقصد سے ہوتا ہے: ثلاثی میں کسی حرف کا اضافہ دو طرح پر ہو سکتا ہے یا لفظی غرض کی بنا پر تاکہ ثلاثی لفظ رباعی لفظ کے ہم وزن ہو جائے اس کی شناخت مصدرین کے توافق سے بآسانی ہو جاتی ہے، جیسے شَمَلَ ثلاثی مجرد کے آخر میں ایک لام بڑھا کر شَمْلَلَ بروزن دَحْرَجَ کر لیا۔ مُلْحَقْ بہ کا مصدر دَحْرَجَةٌ ہے اور ملحق کا شَمْلَلَةٌ بمعنی شتافتن شتر (اونٹ کا دوڑنا) ہے اس زیادتی کو الحاق کہتے ہیں۔ دوسری زیادتی معنوی

اغراض کی بنا پر ہوتی ہے یعنی وہاں اضافہ سے کوئی خاص معنی حاصل کرنا مقصود ہوتے ہیں جو غیر زیادت کی صورت میں اس خاص مادہ فعل کے اندر موجود نہیں ہوتے مثلاً ذَهَابٌ کے معنی "جانا" ہیں "لے جانا" نہیں، مگر ہمزہ افعال نے اس میں یہ دوسرے معنی پیدا کر دیئے۔

الحاصل مزید فیہ میں زیادت اگر الحاق کے لئے نہ ہو تو ضرور کسی معنی کے افادہ کی خاطر ہوگی، ورنہ عَبَث اور بے کار سمجھی جائے گی پس وہی معانی اور اغراض خاصیات ابواب کہلاتے ہیں خوب سمجھ لیں۔

باب افعال کی آٹھ خاصیتیں

اس کے بعد ہم ان خاصیات کو ذکر کرتے ہیں جنکو صاحب کتاب نے بیان فرمایا ہے۔

پہلا خاصہ تعدیہ ہے تعدیہ کے معنی: لازم کو متعدی بنا دینا یعنی فعل لازم پر ہمزہ افعال لانے سے یہ زیادتی ہوتی ہے کہ فعل پہلے فاعل پر تمام ہو جاتا تھا اب اس کو مفعول کی حاجت ہو گئی۔ خَرَجَ زَيْدٌ کے معنی نکلا زید خرج فعل لازم زید اس کا فاعل لیکن اَخْرَجْتُ زیداً کہنے سے زید مفعول کی جگہ ہو گیا اور معنی بدل گئے میں نے زید کو نکالا۔

اصل یہ ہے کہ ہمزہ افعال نے اس میں جَعَلَ کے معنی پیدا کر دیئے۔ اَخْرَجْتُ زیدًا کے معنی جَعَلْتُ زیدًا خَارِجًا کے ہیں۔ پس خروج فعل کا تو زید فاعل ہے کیونکہ خارج ہونے والا اب بھی زید ہی ہے اور جعلتُ فعل کا زید مفعول ہے اور اس کا فاعل تُ ضمیر مرفوع متصل ہے ــــــــ

پھر اگر وہ فعل پہلے بھی متعدی ہو تو ہمزہ افعال سے اسکی شان تعدیہ اور قوی ہو جائیگی۔ متعدی بیک مفعول، متعدی بدو مفعول اور متعدی بدو مفعول متعدی بسہ مفعول ہو جائے گا۔ امثلہ کی تفصیل ان شاء اللہ ایک مستقل رسالہ میں تحریر کریں گے جو صرف خواص ابواب سے متعلق ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ (۱)

---

(۱) غالباً حضرت یہ رسالہ تحریر نہیں فرما سکے ہیں ۱۲

نَزَلَ: اترا فعل لازم تھا اَنْزَلْتُہٗ میں متعدی ہو گیا میں نے اس کو اُتارا۔ اَنْزَلَ کے ساتھ ضمیر مفعول لگا کر اس کا تعدیہ ظاہر کر دیا۔ یہاں بھی ہمزۂ افعال نے جعلتُ زیدًا نازلاً کے معنی پیدا کر دئے: میں نے زید کو اترنے والا بنادیا۔

دوسرا خاصہ سلب ہے سلب کے معنی: دور کرنا ہیں کس چیز کا دور کرنا؟ اور کس سے دور کرنا؟ فعل مجرد کے فاعل سے معنی حَدَثی کا ازالہ۔ اس کی تعبیر دوسری کتب میں سلب مأخذ کے لفظ سے کی گئی ہے۔ مأخذ وہی معنیٔ حَدَثی ہوئے جو صیغۂ فعل سے مأخوذ ہیں دیکھئے شَکیٰ زیدٌ: زید نے شکایت کی، جب شَکیٰ پر ہمزۂ افعال داخل کیا اور اَشکیٰ بنالیا تو ہمزہ نے اس میں سلب اور ازالہ کے معنی پیدا کر دئے اور لازم سے متعدی بنادیا۔ چنانچہ اَشْکَیْتُہٗ کے معنی ہوئے میں نے اس کی شکایت دور کر دی۔ یہ سلب مأخذ ہوا ــــــ گلہ کرد بکسر کاف فارسی (یعنی گاف) و تخفیف لام بمعنی شکایت، گلہ کرد: شکایت کی۔ گلہ بُرد، بردن لے جانا، دور کرنا، گلہ برد: شکایت دور کی۔

تیسری خاصیت: رفتن در چیزے۔ لفظ "چیز" سے ہر موقعہ پر مأخذ مراد ہے۔ لہٰذا رفتن در چیزے کے معنی رفتن در مأخذ کے ہوئے۔ مأخذ میں جانا یعنی ہمزۂ افعال بعض مواد میں یہ بتاتا ہے کہ فاعل فعل اس فعل کے ماخذ میں، جو یا زمان ہو گا یا مکان، داخل ہوا یا گیا مثلاً اَصْبَحَ زیدٌ۔ اَصْبَحَ کا مأخذ صبح ہے یعنی زید صبح کے وقت میں داخل ہوا یعنی زید پر صبح ہوئی۔ اَعْرَقَ زیدٌ: زید عراق میں گیا۔ اَعْرَقَ فعل کا مأخذ عراق ہے۔ عراق ملک ہے پہلی مثال زمان کی ہے اور دوسری مکان کی۔

چوتھی خاصیت: آمدن بچیزے: آنا ماخذ کے ساتھ یعنی فاعل کا ایسا فعل کرنا جو اس کو ماخذ فعل کا مستحق بنادے، جیسے اَلَامَ بچیزے نکوہیدہ آمد (بکسر نون و ضم کاف و سکون واو و کسر ہا و فتح دال) اَلَامَ ماخوذ از لوم بمعنی بُرائی، خرابی

اَلَامَ کا ترجمہ برائی لایا، ملامت کا کام کیا یعنی ایسا کام کیا جو سزاوار ملامت ہے۔ عربی میں یوں کہیں گے جَاءَ زیدٌ باللُّوْم۔

پانچویں خاصیت: دادن چیزے یعنی فاعل کا مفعول کو وہ شئی دینا جو اس فعل میں موجود ہے وہی ماخذ کہلاتا ہے وہی معنی حدثی ہوئے جیسے اقبرہٗ: جائے گور داد اورا۔ گور بمعنی قبر۔ قبر کی جگہ دی اس کو یعنی اعطیتُ له قبرًا.

اس خاصیت کا عنوان دوسری معتبرات میں تعریض کا لفظ ہے تعریض کے معنی پیش کرنا، علامہ رضی نے اس کی یوں تشریح فرمائی ہے کہ ثلاثی کے مفعول کو اصل حدث کے مقام پر اس غرض سے پہونچانا کہ وہ اصل حدث کا مفعول بن سکے، خواہ بنے یا نہ بنے۔ غرض مفعول ثلاثی کو معرَّض بنانا اصل معنیٔ حدثی کے لئے۔ یہ سب کچھ ہمزۂ افعال کا کرشمہ ہے مثلاً اَقْبَرْتُ زیدًا کے معنی جَعلت له قبرًا کے ہیں قَبَرْتُ زیداً (میں نے زید کو دفن کیا) کو جب اَقْبَرْتُ زیدًا کی شکل دی تو اس کے معنی یہ ہو گئے کہ میں نے زید کو قبرستان پہنچا دیا تاکہ دفن کیا جائے اب مدفون ہو یا نہ ہو اس سے بحث نہ رہی۔

چھٹی خاصیت: خداوند چیزے شدن: ماخذ کا مالک ہونا اَلْبَنَ زیدٌ زید دودھ والا ہوا یا دودھ کا مالک ہوا اَتْمَرَ (تمر بمعنی خرما) کھجور والا ہوا یا کھجوروں کا مالک ہوا۔

ساتویں خاصیت: یافتن چیزے بر صفتے ای یافتن فاعل مفعول را بر صفتے یعنی فاعل کا مفعول کو ایسی صفت کے ساتھ متصف پانا جو اصل فعل سے ماخوذ ہو۔

اختصار مخل: مصنف رحمہ اللہ نے یہاں عبارت میں اختصار کر کے سخت اغلاق (پیچیدگی) پیدا کر دی سابق میں لفظ "چیز" سے مراد ہر جگہ ماخذ تھا مگر یہاں "چیزے" مفعول سے عبارت ہے اس لئے عنون میں لفظ مفعول اختیار کرنا چاہئے تھا تاکہ التباس نہ ہوتا ــــــ ایسے ہی "بر صفتے" کے اطلاق

سے غلطی کا قوی ایہام ہے یا صفت کو مقید ذکر کرتے یعنی صفتے کہ ماخوذ از فعل باشد یا یوں کہتے: یافتن مفعول متصف بماُخذ۔

بہر حال عبارت کا مفہوم وہ ہے جو ہم نے اپنے لفظوں میں ادا کیا ہے ـــــــ پھر جہاں اصل فعل لازم ہو گا وہاں وہ صفت بمعنی فاعل ہو گی، جیسے اَبْخَلْتُه ،بَخِلَ بخل کیا فعل لازم تھا لہٰذا اَبْخَلْتُہٗ میں صفت بمعنی فاعل رہی اور اس کا عربی ترجمہ یہ ہوا وَجَدْتُّہٗ بخیلاً اردو میں یوں کہیں گے: میں نے اس کو بخیل پایا۔ پایا فعل، میں نے فاعل، اس کو مفعول، بخیل صفت مفعول جو اَبْخَلْتُ فعل سے ماخوذ ہے ـــــــ اور جہاں اصل فعل متعدی ہو وہاں وہ صفت بمعنی مفعول ہو گی، جیسے اَحْمَدْتُّہٗ کا ترجمہ وَجَدْتُّہٗ محمودًا ہے وَجَدْته حامدًا نہیں اس لئے کہ حَمِدَ فعل متعدی ہے جس کے معنی ہیں تعریف کی اور تعریف جس چیز کی بھی ہو وہ اس کا مفعول ہو تا ہے اس کے بغیر حمد کا مفہوم نا تمام رہتا ہے اَحْمَدْتُّہٗ: میں نے اس کو اچھا پایا یعنی خوبیوں والا پایا۔

آٹھواں خاصہ: ابتدائے فعل یعنی مجرد میں اس کے وہ معنی نہیں تھے جو باب افعال میں پیدا ہوئے یعنی ہمزہَ افعال کبھی لفظ میں بالکل ایک نئے معنی پیدا کر دیتا ہے، جو پیشتر سے مجرد میں نہیں ہوتے، خواہ اس کا مجرد ہو مگر دوسرے معنی میں مستعمل ہو یا سرے سے مجرد ہی نہ ہو غرض اس معنی کی ابتداء اسی ہمزہ سے ہوئی ہو، پہلے کچھ ہو نہ ہو اس سے بحث نہیں جیسے اَشْفَقَ بترسید: ڈرا، مجرد میں شَفَقَ کے معنی مہربانی کی تھے اَلْحَجَ: الحاج کرد (بتقدیم حا علی الجیم) الحاج کا ترجمہ مضطر کرنا لیکن مجرد میں لَحَجَ کے معنی نیام میں تلوار کرنے کے تھے۔

باب افعال کے خواصِ ثمانیہ یہ ہیں (۱) تعدیہ (۲) سلب ماُخذ (۳) بلوغ (در ماُخذ) (۴) لیاقت (۵) اعطائے ماخذ (تعریض) (۶) صیرورت (۷) وجدان (۸) ابتداء

وخاصیت باب تفعیل شش چیزست تعدیہ چوں خَرَجَ: بیروں آمد وَخَرَّجْتُہٗ: بیروں آوردم اورا ومبالغہ چوں قَطَّعْتُہٗ: پارہ پارہ کردم اورا وسلب چوں قَذِیَتْ عَیْنُہٗ: پر خس شد چشم او و قَذَّیْتُ عَیْنَہٗ: خس از چشم او بُردم ونسبت چوں فَسَّقْتُہٗ: فاسق خواندم اورا و کَفَّرْتُہٗ: کافر خواندم اورا ودعا چوں حَیَّیْتُہٗ: حَیَّاكَ اللہ گفتم اورا و سَقَّیْتُہٗ: سَقَاكَ اللہ گفتم اورا وابتدائے فعل چوں کَلَّمْتُہٗ: سخن گفتم باو۔

باب تفعیل کی خاصیتیں چھ ہیں

(۱) تعدیہ چوں خَرَجَ: بیروں آمد (باہر نکلا) وَخَرَّجْتُہٗ: بیروں آوردم اورا میں نے اس کو باہر نکال لایا۔

(۲) مبالغہ یعنی فعل میں زیادتی دکھلانا، جیسے قَطَّعْتُہٗ: پارہ پارہ کردم: ٹکڑے ٹکڑے کر دیا میں نے اس کو یہاں اصل فعل میں تکثیر ہے یعنی بار بار کاٹا، یہاں تک کہ وہ شئی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی ــــــ لیکن یہ تکثیر کبھی جانب فاعل میں ہوتی ہے جیسے مَوَّتَ الابلُ: بہت سے اونٹ مر گئے اور کبھی جانب مفعول میں جیسے غَلَّقْتُ الابوابَ: بہت سے دروازے بند کئے میں نے ــــــ اصل فعل میں زیادتی کی واضح مثال جَوَّلْتُ طَوَّفْتُ ہے بہت گھوما بہت چکر لگائے۔

(۳) سلب چوں قَذِیَتْ عَیْنُہٗ: چرک (پیپ) آلود ہوئی اس کی آنکھ پُرخس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس کی آنکھ میں قَذی یعنی تنکے وغیرہ پڑ گئے قَذَّیْتُ عَیْنَہٗ: میں نے وہ خس وخاشاک اس کی آنکھ سے نکال دئے۔ قَذِیَتْ عَیْنُہٗ میں فاعل فعل عَیْنٌ تھا اس سے قَذی کا سلب اس کے معنی ہوئے فاعل فعل سے اصل فعل کا سلب یہی معنی ہیں سلب ماخذ کے۔

(۴) نسبت یعنی مفعولِ فعل کی طرف اصل فعل کی نسبت کرنا، جیسے فَسَّقْتُهٗ: فاسق خواندم اورا (اس کو یا فاسق کہہ کر پکارا یا اس کو منسوب بفسق کیا میں نے) و کَفَّرْتُهٗ: کافر خواندم اورا یعنی منسوب بکفر کیا میں نے اس کو۔
(۵) دعا یعنی صیغۂ تفعیل کا مقصد مفعول فعل کے حق میں اصل فعل کی دعا یا بد دعا ہوتا ہے۔ دعا کی مثالیں حَیَّیْتُهٗ: میں نے اس کو حَیَّاكَ اللّٰہ کہا۔ تَحِیَّةٌ: دعائے حیات کو کہتے ہیں۔ حَیَّاكَ اللّٰہ کے معنی خدا تمہیں زندہ رکھے۔ دوسری مثال: سَقَّیْتُهٗ یعنی میں نے اس کو سَقَاكَ اللّٰہ کہا۔ سَقْیٌ کے معنی سیراب کرنا سقاك اللّٰہ کا ترجمہ اللہ تم کو سیراب کرے ـــــــ بد دعا کی مثال جَدَّعْتُهٗ یعنی میں نے اس کو جَدْعاً لَكَ کہا جَدْعٌ: ناک کاٹنا، جَدْعاً لَكَ: تیری ناک کٹ جائے۔
(۶) ابتدائے فعل چوں کلمته : سخن گفتم با او (میں نے اس سے بات کی) اس کا مجرد کَلْمٌ ہے کَلْمٌ کے معنی زخمی کرنا، باب تفعیل نے اس مادہ میں ایک نئے معنی کا آغاز کیا اس لئے اس خاصہ کا نام "ابتدائے فعل" ہوا۔
باب تفعیل کے چھ خاصے ہیں (۱) تعدیہ (۲) مبالغہ (۳) سلب ماخذ (۴) نسبت (۵) دعا (۶) اور ابتدائے فعل

وخاصیت باب تَفَعُّل پنج چیز ست مطاوعت تفعیل چوں قَطَّعْتُهٗ فَتَقَطَّعَ: پارہ پارہ کردم اورا پس پارہ پارہ شد و سلب چوں حَابَ: گناہ کرد و تَحَوَّبَ: از گناہ باز آمد، و تکلف چیزے کہ خواہان وے باشی چوں تَحَلَّمْتُ: از خویشتن حلم نمودم و تَشَجَّعْتُ: از خویشتن شجاعت نمودم و اندک گرفتن چیزے چوں تَجَرَّعَ: جرعہ جرعہ خورد و تَعَلَّمَ: مسئلہ مسئلہ آموخت، وابتدائے فعل چوں تَکَلَّمَ : سخن گفت۔

باب تَفَعُّل کی خاصیتیں پانچ ہیں

(۱) مُطَاوَعَتِ تفعیل: مطاوعت بمعنی موافقت۔ یہاں فعل سابق کے

اثر قبول کرنے میں موافقت کرنا مراد ہے پس یہاں دو فعل ہوئے ایک مطاوِع (بکسر واو) وہ فعل اول ہوا جو دوسرے کو اپنے اثر میں لینا چاہتا ہے اور دوسرا مطاوَع (بالفتح) جو اپنے سابق کے زیر اثر آ چکا ہے۔ اس لئے اس کی تعریف یوں کی جاتی ہے کہ ایک فعل متعدی کے بعد دوسرے فعل لازم کو اس لئے ذکر کرنا تاکہ فعل ثانی اس بات کا پتہ دے کہ فعل اول کے فاعل کے اثر کو اس کے مفعول نے قبول کر لیا۔

مطاوعتِ تفعیل میں پہلا فعل باب تفعیل کا ہوگا اور دوسرا باب تفعل کا، جیسے قَطَّعْتُهُ فَتَقَطَّعَ: میں نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کیا پس وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

(۲) سلب مأخذ اس کے معنی گذر چکے، چوں حَابَ: گناہ کرد از باب نصر حُوْبٌ: گناہ حَابَ: گناہ کیا تَحَوَّبَ: گناہ سے رُک گیا۔

(۳) تکلف چیزے کہ خواہان وے باشی: اور تکلف کرنا اس چیز میں جس کے تم خواہش مند ہو یعنی ایسی چیز جس کے حصول کی فاعل کو خواہش اور طلب ہو اس کے لئے بار بار اپنے آپ کو مشقت میں ڈالنا اور کوشش کرنا تاکہ وہ حاصل ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ سعیٔ پیہم اور مشقت برداشت کرنے میں کلفت لاحق ہوتی ہے۔ باب تَفَعُّل سے اس قسم کے تکلف کا اظہار مقصود ہوتا ہے، جیسے تَحَلَّمْتُ: میں نے اپنے اندر حلم دکھلایا و تَشَجَّعْتُ: میں نے اپنے میں شجاعت دکھلائی ——— بردباری، بہادری اوصاف مطلوبہ ہیں۔ فاعل چاہتا ہے کہ اس میں یہ خوبیاں پیدا ہوں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ بار بار بتکلف غصہ کے موقع پر تحمل اور برداشت سے کام لیتا رہے تا ایں کہ مقصد میں کامیاب ہو جائے اسی طرح مواقع جنگ میں بہادری کے کام کرتا رہے اگرچہ ابتداءً تکلف کرنا پڑے، حتی کہ بہادر بن جائے۔

(۴) واندک اندک گرفتن چیزے: اور تھوڑا تھوڑا لینا کسی چیز کا یعنی باب تفعل کے ذریعہ کہیں اس امر کا اظہار مقصود ہوتا ہے کہ اصل فعل کے

حصول میں تدریج کا طریق رہا ہے یعنی یک مرتبہ یہ فعل نہیں ہوا، بلکہ بار بار تھوڑا تھوڑا کر کے اس کام کو انجام تک پہنچایا گیا ہے جیسے تَجَرَّعَ: گھونٹ گھونٹ پیا یعنی فعل شرب مرۃً بعد مرۃ ہوا، دفعۃً نہیں ہوا، جرعہ: گھونٹ۔ فارسی محاورہ میں آب نوشیدن کی جگہ آب خوردن مستعمل ہے۔ تَعَلَّمَ: مسئلہ مسئلہ آموخت۔ آموختن سیکھنا۔ ایک ایک مسئلہ کر کے سیکھا یعنی ایک ہی مرتبہ تمام علم حاصل نہیں ہوا بلکہ مسئلہ مسئلہ کر کے اسے سیکھا گیا۔

(۵) ابتدائے فعل چوں تَكَلَّمَ: سخن گفت۔ اس کی تشریح گذر چکی ہے۔

باب تفعُّل کی پانچ خاصیتیں یہ ہیں (۱) مطاوعتِ تفعیل (۲) سلب مأخذ (۳) تکلف (در ماخذ) (۴) تدریج (۵) اور ابتدائے فعل

وخاصیت باب مُفَاعَلَة مشارکت ست چوں حَارَبَهُ: جنگ کرد با او وقَاتَلَهُ: کارزار کرد با او ـــــــ مگر لغتے چند، چوں، عَاقَبْتُ اللِّصَّ وطَارَقْتُ النَّعْلَ۔ ودعا چوں عَافَاهُ اللّٰهُ مِنَ الْمَرَضِ۔

باب مُفَاعَله کی خاصیتیں دو ہیں۔

(۱) مشارکت: باب مفاعلت کی خاصیت مشارکت ہے یعنی اس کا فاعل اور مفعول ہر ایک دوسرے کے ساتھ فاعلیت اور مفعولیت میں شریک ہوتا ہے یعنی اگرچہ لفظوں میں صورۃً ایک فاعل اور دوسرا مفعول ہوتا ہے اور بظاہر صدور فعل کا تعلق مرفوع سے اور وقوع فعل کا تعلق منصوب سے ہو رہا ہے مگر حقیقۃً دونوں ہی فاعل اور دونوں ہی مفعول ہوتے ہیں، حَارَبَه یعنی حَارَبَ زیدٌ عمرًا میں صورۃً زید فاعل ہے اور عمرو مفعول، مگر معنیً دونوں فاعل اور دونوں مفعول ہیں کیونکہ مثال مذکور کے معنی یہ ہیں کہ زید اور عمرو نے باہم جنگ کی۔ فعل جنگ دونوں کے ساتھ قائم ہوا ایسے ہی قَاتَلَ زیدٌ عمرًا کے معنی سمجھ لیجئے۔ دونوں نے باہم قتال کیا۔ کارزار بمعنی قتال یعنی لڑائی۔

﴿قولہ﴾ مگر لغتے چند چوں عَاقَبْتُ اللِّصَّ، وطَارَقْتُ النعل یعنی چند الفاظ میں مشارکت کے معنی نہیں بنتے، وہاں اصل فعل کے معنی مراد ہوتے ہیں۔
عَاقَبْتُ اللِّصَّ: چور کو سزا دی۔ عِقَاب: سزا دینا۔ لِصٌّ: چور
طَارَقْتُ النعلَ: تہ بہ تہ چمڑا سیا میں نے جوتے پر۔ طِرَاق مصدر باب مفاعلت: تہ بہ تہ چمڑا سینا۔ ظاہر ہے کہ جوتے کے ساتھ فعل طراق ہوتا ہے، لیکن جوتہ موچی کے ساتھ فعل طِراق نہیں کر سکتا۔ ایسے ہی چور مُعَاقَب یعنی سزایاب ہوتا ہے سزا دینا حاکم کا کام ہے نہ کہ چور کا۔
(۲) دعا چوں عَافَاہُ اللّٰہ مِنَ المرض: اللہ اس کو بیماری سے عافیت بخشے۔

وخاصیت باب تَفَاعُلْ دو چیز ست، مشارکت چوں تَضَارَبْنَا: بزدیم با یکدیگر وتَقَابَلْنَا: در برابر یکدیگر افتادیم وتکلف چیزے کہ خواہان وے نہ باشی، چوں تَمَارَضْتُ: خویشتن را بیمار ساختم وفرق میان تفاعل و مفاعلت آں ست کہ مفاعلت از روئے لفظ مفعول خواہد، چوں ضَارَبْتُہٗ، وتفاعل مفعول نخواہد لہٰذا تَضَارَبْتُہٗ نہ گویند، وبجائے او تَضَارَبْنَا گویند۔

باب تفاعل کی خاصیتیں بھی دو ہیں

(۱) مشارکت یعنی اصل فعل میں دو یا دو سے زائد کی شرکت بتانا بغیر اس کے کہ اس کا تعلق کسی شئی سے ہو۔ تَضَارَبْنَا: آپس میں مار دی ہم نے تَقَابَلْنَا: ہم ایک دوسرے کے مقابلہ میں آگئے، باب تفاعل میں دونوں اسم مرفوع ہوتے ہیں اور دونوں فاعل ہوتے ہیں اور چونکہ تعلق بالغیر مقصود نہیں ہوتا اس لئے اسے مفعول کی حاجت نہیں ہوتی، برخلاف مفاعلت کے کہ وہاں ایک مرفوع ہوتا ہے جو فعل کا فاعل صریح کہلاتا ہے اور دوسرا منصوب ہوتا ہے جو اس کا مفعول صریح کہلاتا ہے۔ پس تَضَارَبْتُہٗ: کہنا یعنی ذکر مفعول کے ساتھ اس کا استعمال غلط ہوگا۔ خواہ مفعول اسم ظاہر ہو یا ضمیر

وہاں تَضَارَبْنَا یا تَضَارَبَ زیدٌ وعمروٌ کہیں گے اور مفاعلت میں ضَارَبَ زیدٌ عمراً یا ضَارَبْتُہٗ کہنا ضروری ہے۔ خوب سمجھ لیں۔ اس فرق کو خود مصنف رحمہ اللہ نے اختصار کے ساتھ بعنوان "وفرق میان تفاعل ومفاعلت آں ست الخ" بیان فرمایا ہے۔

(۲) تکلف یعنی اپنے اندر بہ تکلف ایسی چیز کا دکھانا جس کا فاعل خواہش مند نہ ہو۔ تَمَارَضْتُ: بہ تکلف اپنے کو بیمار بنالیا میں نے حالانکہ بیماری نہ تھی اور نہ وہ کوئی پسندیدہ شئی ہے جس کے اختیار کرنے کی خواہش ہوتی۔

اس سے باب تفعل اور تفاعل کے مقصدِ تکلف کا فرق ظاہر ہو گیا یعنی اگرچہ اتنی بات دونوں جگہ مشترک ہے کہ فاعل کو وہ شئی جس کا اظہار مقصود ہے نہ وہاں حاصل ہے نہ یہاں، ورنہ تکلف کی نوبت کیوں آتی؟ مگر پھر بھی یہ دونوں اظہار بہ لحاظ مطلوبیت ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ تفعُّل میں وہ شئ مطلوب ہے۔ لہٰذا تکلف کا حاصل ممارستِ فعل اور بار بار کرنا ہے تاکہ حصول میں کامیابی ہو۔ اور تفاعل میں وہ شئ مطلوب نہیں اس لئے وہاں تکلف میں طلب کی شان اور تکرار عمل کا مظاہرہ نہیں ہوتا بلکہ خلاف واقع ایک فعل کا اظہار ہے جس میں تکلف کی نوبت آئی۔ تَمَارُضٌ: بہ تکلف اپنے کو بیمار ظاہر کرنا ہے، فافہم

وخاصیت باب اِفْتِعَال سہ چیز ست۔ اشتراک چوں اِقْتَتَلْنَا: بایک دیگر کارزار کردیم واتخاذ چیزے از برائے خود چوں اِشْتَوَيْتُ: بریاں کردم از برائے خود۔ وَاطَّبَخْتُ: طَبْخ ساختم از برائے خود، وابتدائے فعل چوں اِفْتَقَرَ: درویش شد۔

باب افتعال کی خاصیتیں تین ہیں

(۱) اشتراک یعنی یہ باب شرکت کے لئے ہے جیسے اِقْتَتَلْنَا: ہم نے جنگ

میں شرکت کی۔
(۲) اتخاذ یعنی لینا کسی شئی کا اپنے لئے، چیز سے مراد وہی ماخذ ہے یعنی معنی مصدری جس کو معنی فعل بھی کہتے ہیں یعنی فاعل کا معنی فعل کو اپنے لئے اختیار کرنا، جیسے اِشْتَوَیْتُ: بریاں کردم برائے خود۔ بریاں کردن: بھوننا۔ شَیٌّ: برشتن: بھوننا شِوَا بھونی ہوئی چیز۔ اِشْتَوَیْتُ: میں نے اپنے لئے بھونا یعنی اِخْتَرْتُ الشِّوَاءَ لِنَفْسِیْ ——— اِطَّبَخْتُ: ماخوذ من الطبخ: پکانا۔ اِطَّبَخْتُ: میں نے اپنے لئے پکایا ای اخترت الطبخ لنفسی۔
(۳) ابتدائے فعل چوں اِفْتَقَرَ: درویش شد: فقیر ہوا مجرد فَقَرَ یَفْقِرُ از باب ضرب یضرب، فَقْرٌ کے معنی کمر کا مہرہ ٹوٹنا ہیں۔

وخاصیت باب استفعال پنج چیز ست سوال چوں اِسْتَطْعَمَہٗ: خورش خواست از وے، وایں اصل باب ست، و ظن چوں اِسْتَحْسَنَہٗ: نیکو پنداشت اورا وَاسْتَقْبَحَہٗ: زشت پنداشت اورا، ووجدان کسے ہر صفتے، چوں اِسْتَکْرَمْتُہٗ: کریم یافتم اورا وتحوّل چوں اِسْتَنْسَرَ الْبُغَاثُ: کرگس گشت مرغِ ضعیف وَاسْتَنْوَقَ الْجَمَلُ: ناقہ گشت جمل وابتدائے فعل چوں اِسْتَرْجَعَ: انا للّٰہ وانّا الیہ راجعون گفت۔

باب استفعال کی خاصیتیں پانچ ہیں

(۱) سوال اور طلب یعنی فعل کی فاعل کی طرف نسبت کرنا، بغرض تحصیل ماخذ فعل، جیسے اِسْتَطْعَمَہٗ: میں نے اس سے کھانا طلب کیا ———
باب استفعال کے خواص میں یہ خاصہ اصل ہے، کیونکہ اس باب میں سین کی زیادتی طلب ہی کے معنی پیدا کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ لیکن یہ طلب کہیں تو حقیقی ہوگی جیسا کہ مثال مذکور سے واضح ہے۔ اور کہیں مجازی اور تقدیری ہوگی، جیسے یوں کہیں: اِسْتَخْرَجْتُ الْوَتَدَ: وتد کہتے ہیں میخ کو،

ظاہر ہے کہ میخ سے نکلنے کی طلب کے معنی یہی ہو سکتے ہیں کہ نکالنے والا اس کے نکالنے کے لئے کوشش اور تدبیر اختیار کرے تاایں کہ وہ نکل آئے پس وہ حیلے اور تدبیریں یہی اس کی طلب ہے۔

(۲) ظن یعنی کسی شئی کو متصف بصفت ماخذ گمان کرنا، جیسے اِسْتَحْسَنَہٗ: اس کو اچھا سمجھا۔ اِسْتَقْبَحَہٗ: اسکو برا گمان کیا۔ استحسان کا مادہ حُسن اور استقباح کا مادہ قبح یعنی زِشتی (برائی) ہے۔

(۳) وجدان یعنی سین استفعال میں ایک معنی وجدان کے بھی نکلتے ہیں یعنی فاعل کا مفعول کو مأخذ کی صفت پر پانا جیسے اِسْتَکْرَمْتُہٗ: میں نے اسکو کریم پایا۔

(۴) تحوُّل۔ تحوُّل کے معنی منقلب ہونا یعنی فاعل کا اصل فعل میں تبدیل ہو جانا، گویا فاعل کا عین مأخذ بن جانا، جیسے اِسْتَنْسَرَ الْبُغَاثُ: بغاث ایک نہایت ہی کمزور قسم کا پرندہ ہے جو مردار کھاتا ہے اور نَسْر بڑا طاقت ور پرندہ ہے جو دوسرے جانوروں کا شکار کرتا ہے اسے فارسی میں کرگس اور اردو میں گدھ کہتے ہیں مثال کا ترجمہ: گدھ بن گیا بُغاث یعنی کمزور طاقتور ہو گیا ـــــــ اِسْتَنْوَقَ الجملُ۔ ناقۃ: اونٹنی، جمل: اونٹ یعنی اونٹ ناقہ بن گیا۔ اونٹ کمزور ہوتا ہے بمقابلہ اونٹنی کے۔ یہاں سین میں طلب کے معنی نہیں ہیں بلکہ اس کا فائدہ تحوُّل ہے ـــــــ اِسْتَنْسَرَ کا مادہ نَسْر اور اِسْتَنْوَقَ کا مادہ نوق ہے۔

(۵) ابتدائے فعل، جیسے اِسْتَرْجَعَ۔ استرجع کا مجرد رَجَعَ ہے، رجوع کے معنی لوٹنا اور اِسْتَرْجَعَ کے معنی ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہنا (ہم اللہ کی ملک ہیں اور یقیناً ہمیں انہیں کی طرف لوٹنا ہے)

اصل میں یہ مثال قصر کی تھی ایک بڑے جملہ کو ایک کلمہ میں سمو دینا یہ بھی اس باب کا ایک خاصہ ہے اور ابتدائے فعل کی مثال میں اِسْتَعَانَ ذکر کیا گیا ہے جس کے معنی زیر ناف بالوں کے مونڈنے کے ہیں اور مجرد میں یہ معنی نہیں ہیں۔

وخاصیت باب انفعال دو چیز ست مطاوعت ثلاثی مجرد چوں قَطَعْتُهٗ فَانْقَطَعَ وابتدائے فعل چوں اِنْطَلَقَ۔

باب انفعال کی خاصیتیں دو ہیں

(۱) مطاوعت ثلاثی مجرد۔ مطاوعت کی تشریح گذر چکی ہے باب انفعال اکثر وبیشتر ثلاثی مجرد کا مطاوع ہوتا ہے یعنی فعل ثلاثی مجرد کے بعد قبولیتِ اثر بتانے کے لئے باب انفعال مذکور ہوتا ہے جیسے قَطَعْتُهٗ: میں نے اس کو کاٹا فَانْقَطَعَ: پس وہ کٹ گیا یعنی اس نے قطع کو قبول کرلیا۔

(۲) ابتدائے فعل جیسے اِنْطَلَقَ۔ اِنْطِلَاقٌ: چلنا اور طَلَقَ مجرد کے معنی کشادہ روئی سے پیش آیا۔

وخاصیت باب اِفْعِلَال واِفْعِيْلَال سہ چیز ست الوان وعیوب چوں اِسْوَدَّ واسْوَادَّ: سیاہ شد آں واِحْوَلَّ واحْوَالَّ: کاژ چشم شد آں، وابتدائے فعل چوں اِرْفَضَّ الدَّمْعُ: پراگندہ شد آب چشم وابْهَارَّ اللیلُ نیمہ شب رسید۔

باب افعلال اور اِفْعِيْلَال کی خاصیتیں تین ہیں

(۱و۲) الوان وعیوب: الوان، لون کی جمع : رنگ۔ عیوب، عیب کی جمع: ظاہری نقائص ——— الوان کی مثال: اِسْوَدَّ اِسْوَادَّ: کالا ہوا وہ، عیوب کی مثال: اِحْوَلَّ ، اِحْوَالَّ: کاژ چشم شد آں، کاژ اور کژ کے معنی ”ٹیڑا“ کے ہیں کاژ چشم: ٹیڑھی آنکھ والا۔ اِحْوَلَّ: ٹیڑھی آنکھ والا ہوا، وہ یعنی بھینگا ہوا (کَژدُم: ٹیڑھی دم والا بچھو)

(۳) ابتدائے فعل چوں اِرْفَضَّ الدَّمْعُ (باب افعلال): پراگندہ شد آبِ چشم (بکھرے آنسو) مجرد رَفَضَ کے معنی چھوڑا اِبْهَارَّ اللیلُ (باب

افعیلال) آدھی ہو گئی رات۔ بُھْرَةُ الشيئِ نصف شئ کو کہتے ہیں اور بَھَرَ مجرد کے معنی غلبہ کیا۔

خاصیت باب اِفْعِیْعَال مبالغہ چوں اخشوشن: سخت درشت شد وَاحْمَوْمیٰ: سخت گرم شد۔

باب افعیعال کی خاصیت مبالغہ ہے یعنی اس میں زیادتِ معنی پر دلالت ہوتی ہے جیسے اخشوشن: زیادہ سخت کھردرا ہوا اِحْمَوْمیٰ: سخت گرم ہوا۔

باب اِفَّعُّل فرعِ باب تَفَعُّل ست، ازانچہ از باب تفعُّل کلماتے چند کہ فائے آں مجانس تائے تفعُّل بودہ است، تارابفابدل کردند وادغام کردند، والفِ وصل در آوردند، اِفَّعُّلْ شد، چوں اِدَّثُّرْ کہ دراصل تَدَثُّرْ بود، تارادال کردند، ودال رادردال ادغام کردند، چوں ازجہت ادغام اول کلمہ ساکن شد، الف وصل در آوردند، اِدَّثُّرْ شد———— وچنانکہ اِفَّعُّل فرع تفعُّل ست اِفَّاعُل نیز فرع تَفَاعُل ست، چوں اِدَّارُكْ وتَدَارُكْ۔

ترجمہ: باب اِفَّعُّل باب تفعُّل کی فرع ہے، اس وجہ سے کہ باب تفعُّل کے چند الفاظ جن کا فا کلمہ باب تفعُّل کی تا کے ہم جنس ہے ان میں تا کو فا سے بدل لیا اور ادغام کر دیا اور الف وصل لے آئے اِفَّعُّل ہو گیا، جیسے اِدَّثُّر کہ اصل میں تَدَثُّرْ تھا، تا کو دال کیا اور دال کو دال میں ادغام کیا، چونکہ ادغام کی وجہ سے اول کلمہ ساکن ہو گیا اس لئے الف وصل لے آئے تو اِدَّثُّرْ ہوا ———— اور جس طرح اِفَّعُّلْ تفعُّلْ کی فرع ہے اِفَّاعُل، تَفَاعُل کی فرع ہے، جیسے اِدَّارُكْ اور تَدَارُكْ۔

تشریح باب اَفَّعُّلْ، تفعُّل کی اور اِفَّاعُلْ، تَفَاعُلْ کی فرع ہیں: باب اِفَّعُّلْ باب تفعُّل کی فرع ہے اور فرعیت کا ثبوت یہ ہے کہ اصل اس طرح پر ہے کہ باب تفعُّل کے ایسے چند کلمات کہ جن کا فا کلمہ تائے تفعُّل کا ہم جنس تھا

یعنی فا کلمہ کی جگہ ایسے حروف تھے جو تائے تفعُّل سے بہ لحاظ مخرج قرب رکھتے تھے۔ ان کلمات میں تا کو فا سے بدل کر ادغام کیا گیا اور ابتداء میں ہمزۂ وصل لے آئے، پس تفعُّل، اِفَّعُّل ہو گیا، جیسے اِدَّثَّر جو کہ اصل میں تَدَثَّرَ تھا، اول تا کو دال کیا، پھر دال کا دال میں ادغام کیا، اور چونکہ ادغام کے باعث، اول کلمہ ساکن ہو گیا کہ بغیر اسکانِ اول متجانسین کا ادغام ممتنع ہوتا ہے، لہٰذا بضرورت تلفظ ابتداء میں ہمزۂ وصل لے آئے، تَدَثَّر سے اِدَّثَّر بروزن اِفَّعَّل ہو گیا ـــــــــ پھر جس طرح کہ اِفَّعَّلْ، تَفَعَّلْ کی فرع ہے اسی طرح اِفَّاعُلْ بھی تَفَاعُلْ کی فرع ہے، جیسے اِدَّارَكَ (پایا) اصل میں تَدَارَكَ سے بقاعدۂ مذکورہ بنایا گیا ہے۔

وبسیار باشد کہ بعضے کلمہ ازیں بابہا موافق بعض آید، چوں قَرَّ واسْتَقَرَّ وزَلَّ واسْتَزَلَّ ودَلَّ واسْتَدَلَّ ووَقَعَ ووَاقَعَ، ورَفَعَ ورَافَعَ، ورَوَّمَ وتَرَوَّمَ۔

توافق ابواب کا بیان

مذکورہ ابواب کے بعض کلمات دوسرے ابواب کے بعض کلمات کے ہم معنی بھی آتے ہیں، جیسے:

(۱) قَرَّ (بفتح قاف و تشدید راء) اور اِستَقَرَّ دونوں کے معنی "قرار پکڑا" ہیں، حالانکہ قَرَّ مجرد ہے از ضرب یضرب اور استقر مزید از باب استفعال ہے۔

(۲) اسی طرح زَلَّ اور اِسْتَزَلَّ کا معاملہ ہے کہ پہلا مجرد ہے از باب ضرب اور دوسرا باب استفعال ہے مگر یہاں طلب کے معنی نہیں، بلکہ یہ ہم معنی زَلَّ ہے یعنی پھسلا۔

استدراک: مگر اس توافق کے باوجود جو قوت اِسْتَقَرَّ اور اِسْتَزَلَّ میں ہے وہ زَلَّ اور قَرَّ میں نہیں۔ اِسْتَقَرَّ: مضبوطی کے ساتھ ٹھہرا اِسْتَزَلَّ: خوب پھسلا، لیکن قَرَّ کے معنی ٹھہرا اور زَلَّ کے معنی پھسلا ہیں۔ اس میں زور

نہیں پایا جاتا ـــــــــ یہ سب کچھ اس صورت میں ہے جب مصنف رحمہ اللہ کی بات تسلیم ہو کہ زَلَّ، اِسْتَزَلَّ معنیً متوافق ہیں۔ائمہ لغت کی تصریحات اس کے خلاف موجود ہیں وہ زَلَّ کو لازم لکھتے ہیں اور اِسْتَزَلَّ کو متعدی۔ پھسلا اور پھسلایا یہ دو جداگانہ چیزیں ہوئیں، واللہ اعلم مصنف نے کہاں سے توافق سمجھ لیا ہے ؟! شاید توافق کا مطلب اتنا ہی ہو کہ اِسْتِزْلَالْ میں بعض مواقع میں طلب کے معنی نہیں ہوتے، مجرد پھسلانے کے معنی ہوتے ہیں، جیسے زَلَّ میں طلب کے معنی نہیں ہیں۔ بس اتنا توافق کافی ہے۔

(۳) دَلَّ ،اِسْتَدَلَّ ۔استدلال کے معنی بہ لحاظِ سین طلبِ دلیل کے ہونے چاہئے تھے مگر عموماً دَلَّ کی جگہ اِسْتَدَلَّ کا استعمال ہوتا ہے اور دَلَّ ہی کے معنی میں ہوتا ہے۔دلالت کے معنی رہنمائی کرنا دَلَّ: دلیل پکڑی اِسْتَدَلَّ: دلیل بیان کی۔

(۴) وَقَعَ، وَاقَعَ اول مجرد از باب فتح دوسرا مزید از باب مفاعلت مگر وَاقَعَ بمعنی وَقَعَ بھی مستعمل ہے وقوع کے معنی واقع ہونا، پڑنا۔

(۵) ایسے ہی رَفَعَ اور رَافَعَ ہے اول مجرد از باب فتح دوسرا مزید از باب مفاعلت ، رَفْعٌ کے معنی اٹھانا، بلند کرنا۔

(۵) ایسے ہی رَوَّم، تَرَوَّمَ اول تفعیل دوسرا تفعُّل ہے۔ ترویم کے معنی قصد کرنا، تلاش کرنا تَرَوُّم اس معنی میں مستعمل نہیں۔ مصنف رحمہ اللہ کو کہیں سے پتہ چل گیا ہوگا، ورنہ سہو سمجھیں!

وخاصیت رُباعی آں ست کہ ہمیشہ صحیح ومضاعف باشد، ومہوز بر سبیل قلّت، چوں بَعْثَرَ وسَرْبَلَ وذَبْذَبَ وطَأْمَنَ۔ ومضاعف وے مرکب باشد از دو حرف چوں زَحْزَحَ ـــــــ فَامَّا حَوْقَلَ : سخت پیر شد، و دَهْوَرَ: روزگار گذرانید، و بَيْطَرَ: پیر شک ستور شد، وسَلْقیٰ: بر پشت بیفکند، ملحق ست از ثلاثی بر باعی بزیادت حروف علت۔

خاصیت رباعی

رباعی اکثر صحیح اور مضاعف ہوتا ہے اور مہموز بھی ہوتا ہے مگر بر سبیل قلت، جیسے بَعْثَرَ: ابھارا سَرْبَلَ: پیراہن پہنا۔ یہ دو صحیح کی مثالیں ہوئیں۔ ذَبْذَبَ: تیز چلا۔ یہ مضاعف ہوا طَأْمَنَ: ساکن ہوا، مطمئن ہوا یہ مہموز کی مثال ہوئی۔

﴿قاعدہ﴾ رباعی کا مضاعف دو حرف سے مرکب ہوتا ہے، جو مکرر ہوتے ہیں، جیسے ذَبْذَبَ میں دو ذال اور دو با ہیں۔ ذال اور با سے اس کی ترکیب ہوئی ہے۔ زَحْزَحَ: ہٹایا۔ زا اور حا سے مرکب ہے، تبکرارِ زا و حا۔

ایک شبہ: قوله: فاما حَوْقَلَ الخ یہاں سے اس شبہ کا جواب دیتے ہیں کہ تم تو ابھی یہ کہہ چکے ہو کہ رباعی ہمیشہ یا صحیح ہوتا ہے یا مضاعف اور بہ سبیل ندرت مہموز بھی ہو سکتا ہے یعنی اجوف اور ناقص نہیں ہوتا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ حَوْقَلَ (سخت بوڑھا ہوا) اجوف واوی ہے بَيْطَرَ (سالوتری(۱) ہوا) اجوف یائی ہے دَهْوَرَ (زمانہ گذرا) ناقص واوی ہے سَلْقیٰ (چت گرایا) ناقص یائی ہے اور یہ سب رباعی ہیں اور تمہارے دعوی کی تکذیب کر رہے ہیں!

﴿جواب﴾ مصنف رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ یہ رباعی مجرد کے کلمات نہیں، یہ اصل میں ثلاثی ہیں، جنکو بزیادت حرف علت رباعی سے ملحق کیا گیا ہے اور ہم نے وہ خاصیت رباعی مجرد کی بیان کی ہے ملحقات سے کوئی بحث نہیں کی۔

اَمَّا آں چیزہائے کہ تعلق دارند بفعل، پنج چیز ست: مصدر و زمان فعل و مکان فعل و فاعل و مفعول مصدر ہر بابے کہ در مصادر آمدہ است بذکر آں حاجت نیست، لیکن مصدر باب افعال: فَعْلٌ و فَعَالٌ نیز آمدہ است، چوں

---

(۱) سالوتری (ہندی لفظ ہے) گھوڑوں اور چوپایوں کا علاج کرنے والا ڈاکٹر۔ پرِشک (بکسر تین) فارسی لفظ کے بھی یہی معنی ہیں اور ستور کے معنی ہیں چوپایہ مثل بیل، اونٹ، خچر، گھوڑے اور گدھے کے۔ انگریزی میں وِٹرنری سرجن (Veterinary Surgeon) کہتے ہیں۔

فعل سے تعلق رکھنے والی پانچ چیزیں

جو چیزیں فعل سے تعلق رکھتی ہیں وہ پانچ ہیں (۱) مصدر یعنی معنی حَدَثی (کام) (۲) فعل کا زمانہ (۳) فعل کی جگہ (۴) فعل کرنے والا (فاعل) (۵) وہ شئی جو کی گئی (مفعول) یعنی فعل کا تعلق ان پانچ چیزوں سے ہوتا ہے۔ کام، کام کا کرنے والا اور وہ چیز جس میں اس نے کام کیا یعنی جو اس کے کام سے بنی (مفعول) نیز کام کا وقت اور کام کی جگہ

مصدر کا بیان

قولہ: مصدر ہر باب الخ یہاں سے تفصیلات شروع ہو رہی ہیں۔ ہر باب کا مصدر جو بسلسلۂ ابواب، مذکور ہو چکا ہے اس کے ذکر کی تو یہاں حاجت نہیں (البتہ جن مصادر کا تذکرہ پہلے نہیں آیا، ان کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے)

باب افعال کے دو اور مصدر: باب افعال کا مصدر علاوہ مذکور کے ــــ جو معروف ہے اور مطّرد ــــ فَعْلٌ (بفتح فا وسکون عین) اور فَعَالٌ (بفتح فا و تخفیف عین) بھی آیا ہے، جیسے والنازعاتِ غَرْقًا میں غَرْقًا بمعنی اِغْرَاقًا ہے یعنی غَرْق مصدر ہے بمعنی اِغْرَاق۔ اور اغراق باب افعال کا مصدر ہے، لہٰذا غَرْق بھی اس کا مصدر ہوا۔ آیت کا ترجمہ قسم ہے اس جماعت کی جو کھینچتی ہے اپنے آپ کو کاموں میں سخت ترین کھینچنا یعنی جو قوت کے ساتھ اپنے اپنے کاموں میں لگی ہوئی ہے۔

استدراک: اصل یہ ہے کہ غَرْق باب افعال کا مصدر نہیں ہے بلکہ یہ مجرد کا مصدر ہے جو مصدر مزید کی جگہ واقع ہے اور لغت عرب میں ایسا ہوتا ہے، جیسے وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ مِنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا میں نَبَاتًا کو قائم مقام اِنْبَاتًا ذکر فرمایا گیا ہے۔ ترجمہ: خدا نے اگایا تمہارے لئے زمین سے اگانا۔ مصنف رحمہ اللہ

کو غلط فہمی ہوئی۔ انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ والنازعات غرقًا میں غرْق اور آیت ثانیہ میں نباتًا باب افعال کے مصادر ہیں۔ لہٰذا حکم لگادیا کہ افعال کا مصدر فَعْلٌ اور فَعَالٌ کے وزن پر بھی آتا ہے ہم نے معتبرات صرف کا مطالعہ کیا مگر کہیں اس کا پتہ نہ چلا کہ یہ بھی اِفْعَالْ کے مصادر ہیں واللہ اعلم

ومصدر باب تفعیل: تَفْعِلَةٌ وتَفْعَالٌ وفَعَالٌ وفِعَالٌ وفِعَّالٌ آمدہ است، چوں تَذْكِرَةٌ وتَكْرَارٌ وَسَلَامٌ و كِتَابٌ و كِذَّابٌ ـــــــ اَمَّا تفعِلَةٌ بیشتر معتل لام ومہموز لام راباشد چوں تَرْبِيَةٌ وتَصْلِيَةٌ، و صحیح رانیز باشد برسبیلِ قلّت، چوں تبْصِرَةٌ وتَذْكِرَةٌ۔

باب تفعیل کے پانچ اور مصادر: باب تفعیل کے مصادر میں یہ پانچ وزن مصادر کے اور منقول ہوئے ہیں (۱) تفعِلَةٌ (بفتح اول وسکون ثانی، وکسر عین، بزیادتِ تادر آخر) چوں تَذْكِرَةٌ: یاد کرنا (۲) تَفْعَالٌ (بفتح تا، وسکون فا، وتخفیف عین) چوں تَكْرَارٌ: باربار لوٹانا (۳) فَعَالٌ (بفتح فاو تخفیف عین) چوں سَلَامٌ: سلام کرنا (۴) فِعَالٌ: (بکسر فا، وتخفیف عین) چوں كِتَابٌ: لکھنا (۵) فِعَّالٌ (بکسر فا، وتشدید عین) چوں كِذَّابٌ: جھٹلانا۔

﴿قاعدہ﴾ تَفْعِلَةٌ کا وزن بیشتر باب تفعیل کے معتل اور مہموز لام میں مستعمل ہے، جیسے رَبّٰی يُرَبِّيْ تَرْبِيَةً: پرورش کرنا صَلّٰی يُصَلِّيْ تَصْلِيَةً: لکڑی کو سینک کر سیدھا کرنا، درود بھیجنا، نماز پڑھنا، دونوں معتل کی مثالیں ہیں۔ یعنی ناقص کی ـــــــ مصنف رحمہ اللہ نے مہموز لام کی مثال پیش نہیں فرمائی، ہم پیش کئے دیتے ہیں خَطَّأَ يُخَطِّئُ تَخْطِئَةً: غلطی پکڑنا یا غلط گو کہنا۔ اور کمی کے ساتھ باب تفعیل کے صحیح میں بھی یہ وزن آیا ہے، جیسے تَبْصِرَةٌ: دیکھنا تَذْكِرَةٌ: یاد کرنا۔

ومصدر باب تَفَعُّل: تِفِعَّالٌ آید، چوں تَمَلَّقَ تِمِلَّاقًا ـــــــ ومصدر

باب مفاعله :فِعَالٌ وفِيْعَالٌ آید، چوں قَاتَلَ مُقَاتَلَةً وقِتَالاً وقِيْتَالاً ______ ومصدر فَعْلَلَةٌ: فِعْلاَلاً آید،چوں زَلْزَلَ زَلْزَلَةً وزِلْزَالاً

باب تفعُّل کا ایک اور مصدر: باب تفعُّل سے تِفِعَّالٌ (بکسر تا وفا وتشدید عین) بھی مصدر آیا ہے، جیسے تَمَلَّقَ سے تِمِلاَّقٌ: چاپلوسی کرنا۔
باب مفاعله کے دو اور مصدر: باب مفاعلت میں مصدر فِعَالٌ (بکسر فا وتخفیف عین) چوں قِتَالٌ اور فِيْعَالٌ (بکسر فا وزیادت یاساکنہ بین الفاء والعین) چوں قِيْتَالٌ بھی آتے ہیں۔
باب فَعْلَلَةٌ کا ایک اور مصدر: رباعی مجرد اور اس کے ملحقات میں مصدر کا وزن فَعْلَلَةٌ اور فِعْلاَلٌ (بکسر فا وسکون عین) دونوں مطرد ہیں۔ البتہ مضاعف رباعی میں وزن فِعْلاَلٌ (بکسر فا وفتح فا) دونوں طرح منقول ہے، اگرچہ کسرہ افصح ہے۔ جیسے زَلْزَلَ زَلْزَلَةً چوں دَحْرَجَ دَحْرَجَةً : لڑھکانا وزَلْزَالاً (بکسر زا وفتح زا) برخلاف دِحْرَاجًا کے کہ وہ صرف کسرۂ فاہی کے ساتھ پڑھا جائے گا یعنی غیر مضاعف رباعی میں وزن فِعْلاَلٌ میں فا کا فتح جائز نہیں ہے۔

مکان وزمان از ثلاثی مجرد: ہر فعلے کہ مستقبل او یفعِل بکسر عین باشد، مکاں وزماں از وے ہم بکسر عین آید، بروزن مَفْعِلٌ، چوں منزِلٌ: جائے نزول ووقت نزول ومَبِيْعٌ جائے فروختن ووقت فروختن ______ واز معتل فا بکسر عین مفعِل از ہر بابے کہ باشد، چوں مَوْعِدٌ ومَوْجِلٌ ______ واز معتل لام ومضاعف مفعَل باشد، بفتح عین، چوں مَاتیٰ: جائے آمدن ووقت آمدن۔ ومَرْمیٰ : جائے تیر انداختن ووقت تیر انداختن ومَفَرٌّ: جائے گریختن ووقت گریختن ومَقَرٌّ: جائے آرام گرفتن ووقت آرام گرفتن ______ وہر فعلے کہ مستقبل او یفعَل ویفعُل بفتح وضم عین باشد، مکان وزمان او، بروزن مَفْعَلٌ بفتح عین باشد، چوں مَكْتَبٌ: جائے نبشتن ووقت

نبشتن و مَسْمَعٌ: جائے شنیدن ووقت شنیدن و مَقْطَعٌ: جائے بریدن ووقت بریدن ـــــ اَمَّا مشرِق و مغرِب و مسقِط و منبت و مفرِق شاذ ست ـــــ ودر مسجَد و مسکِن و مجمِع و مطلَع و منسِك فتح و کسر لغت ست۔

ترجمہ: اسم ظرف (زمان ومکان) ثلاثی مجرد سے ہر وہ فعل جو کہ اس کا مضارع عین کلمہ کے کسرہ کے ساتھ ہو، اس کا ظرف زمان ومکان بھی عین کے کسرہ کے ساتھ آتا ہے، مفعِلٌ کے وزن پر، جیسے منزل اور مَبِیْع ـــــ اور معتل فا (مثال) سے عین کے کسرہ کے ساتھ مفعِل کے وزن پر، خواہ کسی باب سے ہو، جیسے موعِدٌ اور مَوْجِلٌ ـــــ اور معتل لام (ناقص) اور مضاعف سے عین کے فتح کے ساتھ مفعَل کے وزن پر، جیسے مَاتی، مرمی، مفر مقر ـــــ اور ہر وہ فعل کہ اس کا مضارع عین کے فتحہ یا ضمہ کے ساتھ ہو اس کا زمان ومکان عین کے فتحہ کے ساتھ مفعَل کے وزن پر آتا ہے جیسے مکتَب، مسمَع اور مقطَعٌ ـــــ رہا مشرِق، مغرِب، مسقِطٌ، منبتٌ مفرِق تو شاذ ہیں ـــــ اور مسجِد، مسکِن، مجمع، مطلَع، منسك میں فتح اور کسرہ دونوں لغت ہیں۔

اسم ظرف بنانے کا قاعدہ

(۱) ثلاثی مجرد میں اس کے جس فعل کا مستقبل مکسور العین ہو، جیسے ضرب یضرب، حَسِبَ یحْسِبُ اس کا ظرف مکان اور ظرف زمان بھی مکسور العین ہوگا، مَفْعِلٌ کے وزن پر آئے گا، خواہ صحیح ہو یا اجوف، جیسے نَزَلَ یَنْزِلُ سے مَنْزِل کہ یہ ظرف مکان بھی ہے (فرودگاہ، اُترنے کی جگہ) اور ظرف زمان بھی (اُترنے کا وقت) یہ مثال صحیح کی ہوئی ـــــ اسی طرف بَاعَ یَبِیْعُ سے مَبِیْعٌ یہ مثال اجوف کی ہے (فروختگی اشیاء کا مقام اور فروختگی کا وقت)

(۲) معتل فاواوی کا ظرف زمان و مکان مَفْعِلٌ بکسر عین ہوگا، خواہ کوئی باب ہو یعنی مضارع مکسور العین ہو نہ ہو، ہر حال میں مثال کا ظرف مفعِل بکسر عین ہی ہوگا، جیسے وَعَدَ یَعِدُ سے مَوْعِدٌ اور وَجِلَ یَوْجَلُ سے مَوْجِلٌ۔
(۳) معتل لام اور مضاعف کا ظرف مطلقاً مفعَلٌ بفتح عین ہوگا، جیسے مَاتی (آنے کا مقام یا آنے کا وقت) از أَتیٰ یَأتِی اِتْیَاناً: آنا، ناقص یائی از باب ضرب، اصل میں مَأْتَیٌ تھا۔ ہمزہ الف سے بدل گیا اس کے بعد یا متحرک ماقبل اس کا مفتوح یا کو الف کر لیا مَاتیٰ ہوا۔ یا ضمہ یا پر ثقیل تھا حذف کیا، التقائے ساکنین ہوا، درمیان یا اور تنوین کے یا ساقط ہوئی مَاتیً ہوا یہ سقوط ادا میں ہے تحریر میں نہیں۔
(۲) مَرْمیً (تیر پھینکنے کا مقام یا وقت) از رَمیٰ یَرْمِیْ رَمْیاً از باب ضرب ناقص یائی۔
(۳و۴) مَفَرٌّ بالفاء (بھاگنے کی جگہ یا وقت) اور مَقَرٌّ بالقاف (آرام کی جگہ یا آرام کا وقت) مضاعف کی مثالیں ہیں اول ضرب سے دوسری سمع یا ضرب سے۔
(۴) جس فعل کا مضارع مفتوح العین یا مضموم العین ہو اس کا ظرف مکان وزمان مَفْعَلٌ بفتح عین کے وزن پر ہوگا، جیسے (۱) کَتَبَ یَکْتُبَ کَتباً از باب نصر کا ظرف مَکْتَبٌ بفتح عین ہے (لکھنے کی جگہ یا لکھنے کا وقت) (۲) سمِع یسمَع کا ظرف مَسْمَعٌ بفتح میم ثانی ہے (سننے کی جگہ یا سننے کا وقت) (۳) قَطَعَ یَقْطَعُ قَطعًا : کاٹنا از باب فتح کا ظرف مَقْطَعٌ (کاٹنے کی جگہ یا کاٹنے کا وقت) بفتح طا ہے۔
شاذ کلمات: لیکن چند کلمات مضموم العین میں مکسور العین بطور شذوذ منقول ہوئے ہیں، جیسے (۱) مَشرِقٌ از شَرَقَ یَشْرُقُ شُرُوقًا، نصر سے شروق: طلوع ہونا، مشرق: طلوع کی جگہ (۲) مَغْرِبٌ از غَرَبَ یَغْرُبُ غُرُوْبًا: ڈوبنا آفتاب کا از نصر، مغرِب: ڈوبنے کی جگہ (۳) مَسْقِطٌ از سَقَطَ

یَسْقُطُ سُقُوْطًا: گرنا از نصر، مسقِط: گرنے کی جگہ، مَسقِطُ الرأس مقامِ پیدائش کو کہتے ہیں (۴) مَنبتٌ از نَبتَ یَنْبُتُ نَبَاتًا : اُگنا، از نصر، مَنبِتٌ: اگنے کی جگہ (۵) مَفرِقٌ از فَرَقَ یَفرُقُ فَرْقًا: الگ الگ کرنا، مَفْرِقٌ: سر کی مانگ، کیوں کہ وہاں سے بالوں کو دو حصہ کیا جاتا ہے۔ یہ باب نصر اور سمع دونوں سے آتا ہے۔

چند کلمات جن کو شاذ کہنا ضروری نہیں: ان کے علاوہ اور بھی چند کلمات ہیں جن میں فتحہ اور کسرہ دونوں لغت ہیں اس لئے انہیں شاذ کہنے کی ضرورت نہیں، مثلاً (۱) نصر سے مسجِد: سجدہ گاہ (۲) نصر سے مسکِن: گھر، رہنے کی جگہ (۳) فتح سے مَجْمَعٌ: اجتماع کا مقام (۴) نصر سے مَطْلِعٌ: محلِّ طلوع (۵) نصر سے مَنْسِكٌ: قربان گاہ ــــــ ان میں عین کا کسرہ اور فتحہ دونوں منقول ہوئے ہیں اور فتحہ مقتضائے قواعد ہے لہٰذا شاذ نہیں واللہ اعلم۔

اسم ظرف بنانے کے قاعدہ کا خلاصہ: ہم بحث کو سمیٹنے کے لئے بطور خلاصہ ظرف بنانے کا ضابطہ لکھ دیتے ہیں اُسے پیش نظر رکھا جائے جس اسم کا ظرف بنانا ہو پہلے یہ دیکھ لو کہ وہ ثلاثی مجرد ہے یا اس کے علاوہ میں سے ہے؟ اگر ثلاثی مجرد ہو تو یہ دیکھ لو کہ وہ معتل لام یعنی ناقص یا معتل فا یعنی مثال ہے یا ان کا غیر؟ بر تقدیر ثانی اس کے مضارع پر نظر کرو کہ وہ مکسور العین ہے یا مفتوح العین یا مضموم العین؟ اگر مکسور العین مضارع ہو تو ظرف مکسور العین بناؤ اور مکسور العین نہ ہو، خواہ مفتوح العین ہو یا مضموم العین، تو ظرف مفتوح العین بناؤ ــــــ یہ تو اس تقدیر پر تھا جبکہ وہ معتل لام یا معتل فا نہ ہو اور اگر معتل لام یا معتل فا ہو تو معتل لام کی صورت میں ظرف ہمیشہ مفتوح العین بنایا جائے گا، خواہ باب کوئی بھی ہو ــــــ اور معتل فا کی صورت میں ظرف ہمیشہ مکسور العین ہوگا، خواہ کوئی سا باب ہو ــــــ یہ سب ثلاثی مجرد کے لئے تھا ــــــ ثلاثی مزید، رباعی مجرد اور مزید

میں ظرف اور مفعول کی صورت یکساں رہتی ہے وہاں معتل، غیر معتل کا فرق نہیں ہے۔

اسم ظرف بنانے کا قاعدہ: جس فعل کے مضارع کا عین کلمہ مفتوح یا مضموم ہو اسی طرح ناقص اور مضاعف کا اسم ظرف مفعَل بفتح عین آتا ہے اور جس فعل کے مضارع کا عین کلمہ مکسور ہو اور مثال کا اسم ظرف مفعِل بکسر عین آتا ہے اور ثلاثی مزید فیہ اور رباعی مجرد و مزید فیہ میں اسم مفعول اور ظرف کا وزن یکساں ہوتا ہے۔

ظرف کے اوزان میں اصول تخفیف کا لحاظ ہے: ناقص میں مطلقاً فتحہ اختیار کرنے کی وجہ خیال تخفیف ہے اور مثال میں کسرہ اختیا کرنے کی وجہ یہ ہے کہ واو کے ساتھ عین کا کسرہ بمقابلۂ فتحہ، اخف مانا گیا ہے کیونکہ فتحہ اور واو کی درمیانی مسافت میں زیادہ وسعت ہے بمقابلہ واو اور کسرہ کی درمیانی مسافت کے (۱)

اصل میں اہل زبان کا منشأ یہ ہے کہ ظرف کا عین اور مضارع کا عین باہم موافق رہیں سو مفتوح العین اور مکسور العین میں تو یہ شکل آسانی سے ممکن تھی لہٰذا مستثنٰی صُوَرْ کے علاوہ اس سے اعراض کی کوئی وجہ نہیں دیکھی۔ اور مضموم العین میں مَفْعُل کا وزن شاذ نظر آیا کیونکہ سوائے مَعُوْنٌ اور مَکْرُمٌ کے اور دوسرا کلمہ اس وزن پر دیکھا نہیں گیا لہٰذا اس سے ہٹنا لابد ہوا۔ اب ہٹ کر فتحہ اختیار کرتے یا کسرہ، دونوں راستے تھے مگر فتحہ میں خِفّت زیادہ تھی اور باب میں مضموم العین ہونے کی بنا پر کافی ثقل موجود تھا لہٰذا کسرہ پر فتحہ کو ترجیح دی گئی۔

غرض جو کچھ ہوا اصول تخفیف کے ماتحت ہوا مثال میں جو شکل اختیار ہوئی وہ بھی اسی پر مبنی رہی اور ناقص میں اسی تخفیفی قانون کی رعایت ملحوظ رہی اسی طرح

---

(۱) فتحہ آدھا الف ہے اور الف حروف ہجا کے شروع میں ہے اور واو آخر میں اس لئے مسافت زیادہ ہے اور کسرہ آدھی یا ہے اور یا اور واو دونوں حروف ہجا میں آخر میں ہیں اس لئے ان دونوں میں مسافت کم ہے ۱۲

جہاں مثال واوی اور ناقص دونوں جمع ہو جائیں، جیسے مَوْلیً (قربت کی جگہ) اس میں بھی باصول ناقص عمل ہوگا یعنی ظرف مفتوح العین ہوگا واللہ اعلم۔

ومَفعَلٌ بفتح عین مصدر ہمہ بابہائے ثلاثی را باشد، چوں ضرب مَضْرَبًا و کَتَبَ مَكْتَبًا مگر معتل فا از باب يَفْعِلُ بکسر عین کہ مصدر او بروزن مَفْعِلٌ بکسر عین آید، چوں وَعَدَ مَوْعِدًا و وَضَعَ مَوْضِعًا۔

مصدر میمی کا بیان

یہاں سے مصدر میمی کا بیان شروع کردیا۔ جملہ ابواب ثلاثی کا مصدر میمی مفعَل بفتح عین ہوگا۔ ضرب سے مَضْرَبٌ بفتح را اور نصر سے مَنْصَرٌ جیسے کَتَبَ سے مَكْتَبٌ بفتح تا۔ مَضْرَبٌ: مارنا مكتَبٌ: لکھنا، مَنْصَرٌ: مدد کرنا۔

لیکن مکسور العین مضارع کا معتل فا واوی یہاں بھی مکسور العین ہوگا، جیسے وَعَدَ مَوْعِدًا: وعدہ کرنا وَضَعَ مَوْضِعًا: رکھنا۔ دونوں ضرب سے ــــــ مفتوح العین کے مثال واوی کے مصدر میمی میں فتحہ اور کسرہ دونوں جائز ہیں جیسے مَوْجَلٌ بفتح جیم وکسر جیم دونوں طرح ثابت ہے مَوْجِلٌ: ڈرنا از باب سمع یسمع۔

وبسیار جاست کہ در اسمائے مکان تا در آید، چوں مَقْبَرَةٌ و مَزْرَعَةٌ واز مُنْشَعِبَۂ ثلاثی: مکان وزمان ومصدر ومفعول ہم بریک وزن آید، چوں مُكْرَمٌ: جائے گرامی کردن ووقت گرامی کردن وگرامی کردن ومرد گرامی کردہ شدہ ومُرْتَهَبٌ: جائے ترسانیدن ووقت ترسانیدن ومرد ترسانیدہ شدہ ــــــ وفاعل ومفعول را در میزان بیان کردیم۔

اسم مکان کے آخر میں تا: بہت سی جگہ اسم مکان کے آخر میں تا آتی ہے،

جیسے مَقْبَرَةٌ : قبرستان، مردے دفن کرنے کی جگہ ، جہاں بکثرت قبور ہوں
مَزْرَعَةٌ : کھیتی کی جگہ یعنی کھیت زَرْعٌ: کاشت کاری کرنا۔
خلطِ مبحث: مصنف نے خلطِ مبحث کر دیا۔ ظرف اور مصادر کو ملا جلا کر بیان کیا، مصدر میمی کو بسلسلۂ مصادر بیان کرنا مناسب تھا مگر چونکہ مفعل کاوزن ظرف کے لئے معروف ہے اور یہی ابواب ثلاثی میں مصدر میمی کاوزن ہے لہٰذا بضمن بحث ظرف اس کا ذکر کر گئے اور چونکہ مصدر میمی میں ظرف کی طرح مثال واوی اور غیر مثال کا فرق تھا اس لئے بخیال مصنف رحمہ اللہ اس کا یہاں تذکرہ اَنْسَبْ نظر آیا واللہ اعلم۔
ثلاثی مزید میں ظرف مصدر اور مفعول کا ایک وزن ہے: مُنْشَعِبَۃ ثلاثی یعنی ثلاثی مزید فیہ سے مکان، زمان، مصدر، مفعول سب ایک ہی وزن پر آتے ہیں قرائن سے کسی ایک کی تعیین ہو گی اور اسی پر معنی کا مدار ہو گا مثلاً باب افعال میں مُکْرَمٌ کاوزن اسم مفعول بھی ہے جس کے معنی ہیں "مرد عزت کیا گیا" اور یہی ظرف مکان اور زمان بھی ہے جس کا ترجمہ ہے: "عزت کا مقام، عزت کرنے کا وقت" اور مصدر میمی بھی ہے جس کے معنی ہیں "عزت کرنا" ——— باب تفعیل میں مُرْتَھَبٌ اسم مفعول ہے رَھْبَۃٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی خوف اور ڈر کے ہیں۔ مُرْتَھَبٌ: ڈرایا گیا مرد۔ مگر یہی ظرف بھی ہے۔ ڈرائے جانے کی جگہ، ڈرائے جانے کا وقت اور مصدر میمی ڈرانا بھی ہے ——— اسی پر اور ابواب کو قیاس کر لیا جائے۔
اسم فاعل اور اسم مفعول کا بیان کیوں نہیں کیا؟ متعلقاتِ فعل میں پانچ چیزیں گنائی تھیں جن میں فاعل اور مفعول بھی شامل تھے۔ مگر کتاب میں نہ فاعل کی تعریف ہے، نہ بنانے کا طریقہ ہے، نہ صیغوں کی صورت، نہ ان کی تعداد، یہی حال مفعول کا ہے البتہ بعض زوایدات کا ذکر ہے جس کو تکمیل کی حیثیت تو دی جا سکتی ہے مگر اصل بحث نہیں قرار دے سکتے۔
﴿قولہ﴾ و فاعل و مفعول الخ سے اس کا عذر کر دیا کہ ہم ان تمام امور کو

میزان میں بیان کر چکے ہیں۔ لہذا یہاں ان کا ذکر غیر ضروری نظر آیا۔ البتہ چند ضروری امور جو وہاں ذکر میں نہیں آئے تھے ان کو یہاں بیان کیا جاتا ہے۔
﴿لطیفہ﴾ گویا مصنف کو الہام ہو گیا تھا کہ آئندہ درس میں اس کی تینوں کتابیں (میزان، فاتحۃ المصادر اور پنج گنج) علی الترتیب پڑھائی جائیں گی۔ لہٰذا میزان پڑھنے کے بعد پنج گنج میں اس کا تکرار فضول ہوگا وھٰذا شیءٌ عَجِیْبٌ!

اَمَّا باید دانست کہ اسم فاعل از باب فعِلَ یفعَلُ۔ بکسر العین فی الماضی، وفتحھا فی المستقبل ـــــ شش گونہ آید۔ فَاعِلٌ چوں سَامِعٌ وعَالِمٌ ـــــ وفَعِیْلٌ چوں سَمِیْعٌ وعَلِیْمٌ ـــــ وفَعِلٌ چوں حَذِرٌ وفَرِحٌ ـــــ واَفْعَلُ چوں اَحْوَرُ واَعْیَنُ، ومُؤنَّثہ: فَعْلَاءُ چوں حَوْرَاءُ وعَیْنَاءُ، وَجَمْعُھُمَا فُعْلٌ چوں حُوْرٌ و عِیْنٌ ـــــ وفَعْلَانُ چوں سَکْرَانِ وَعَطْشَانَ وَمُؤنثِ او فَعْلیٰ چوں سَکْریٰ وعَطْشیٰ ـــــ وفُعْلَان چوں عُرْیَانٌ وخُمْصَانٌ.

باب سمع سے اسم فاعل کے چھ وزن

یہ بات جان لینی چاہئے کہ باب سمع یسمع کا اسم فاعل چھ طرح پر آتا ہے۔
(۱) فَاعِلٌ جیسے سَامِعٌ: سننے والا۔ عَالِمٌ: جاننے والا۔
(۲) فَعِیْلٌ: جیسے سَمِیْعٌ: سننے والا عَلِیْمٌ: جاننے والا۔
(۳) فَعِلٌ (بفتح فاو کسر عین) جیسے حَذِرٌ: پرہیز کرنے والا، محتاط فَرِحٌ: خوش ہونے والا۔
(۴) اَفْعَلُ جیسے اَحْوَرُ، اس شخص کو کہتے ہیں جس کی آنکھوں میں سپیدی کی جگہ عمدہ سپیدی ہو اور سیاہی کی جگہ خوب گہری سیاہی ہو یعنی ایسی آنکھ والا مرد اَعْیَنُ: بڑی آنکھوں والا مرد اَفْعَلُ اسم فاعل کا مؤنث بروزن فَعْلَاءُ ہوگا، جیسے احور سے حَوْرَاءُ: اس خاص صفت والی عورت اور اَعْیَنُ سے

عَيْنَاءُ : بڑی بڑی آنکھوں والی عورت ــــــــ اور ان دونوں کی جمع بروزن فُعْلٌ (بضم فا و سکون عین) آتی ہے، جیسے حُوْرٌ: بہت سے اَحْوَرُ مرد اور بہت سی حَوْرَاء عورتیں۔ عِيْنٌ: بہت سے بڑی بڑی آنکھوں والے مرد اور بہت سی بڑی بڑی آنکھوں والی عورتیں ــــــــ عِيْنٌ کی اصل عُيْنٌ بضم عین بروزن فُعْلٌ تھی۔ برعایت یا عین کا ضمہ کسرہ سے بدل گیا عِيْنٌ ہو گیا۔
(۵) فَعْلَانٌ جیسے سَكْرَانٌ: نشہ والا مرد۔ عَطْشَانٌ: پیا سا مرد ــــــــ اس کی مؤنث فَعْلیٰ بفتح فا، الف مقصورہ کے ساتھ ہے، جیسے سَكْرٰی: نشہ والی عورت، عَطْشیٰ : پیاسی عورت۔
(۶) فُعْلَانٌ جیسے عُرْيَانٌ: برہنہ شخص خُمْصَانٌ: باریک تلوے والا انسان۔

اَمَّا فَعْلَانٌ صفت عارض را باشد از جوع و عطش وضدِ آں، چوں رَيَّانُ وَشَبْعَانُ ــــــــ و اَفْعَلُ صفت لازم را باشد از الوان و عیوب، چناں کہ اَحْمَرَ: مرد سرخ و اَحْوَلُ: مرد کاژ ــــــــ و فَعِلٌ بکسر العین، فعل لازم را باشد از سرور و اَدْوَاء چوں فَرِحٌ و وَجِعٌ و وَصِبٌ و بَشِرٌ۔

فَعْلَانٌ عارضی صفات کے لئے ہے

یہاں سے بعض ضروری فروق بیان کرتا ہے
(۱) وزن فَعْلَانٌ (بفتح فا) عارضی صفات کے لئے ہوتا ہے، از قبیلۂ بھوک، پیاس اور ان کے اضداد کے لئے، جیسے رَيَّانُ : سیراب۔ شَبْعَانُ: اَگھا(۱) یا پیٹ بھرا ہوا یعنی وزن فَعْلان ان باطنی حرارتوں کے لئے استعمال ہوتا ہے جو از قبیلۂ عوارضات ہوں، اور ان سے پیدا شدہ حالات کے لئے استقرار اور دوام نہ ہو، جیسے بھوک، پیاس، مستی (۲)، غصہ وغیرہ اور ان کے اضداد جیسے

---

(۱) اَگھا (اسم فاعل) ہندی لفظ ہے جس کے معنی ہیں اَگھرنا یعنی اتنا کھانا کھالینا کہ سانس پھولنے لگے ۱۲
(۲) مستی یعنی مدہوشی ۱۲

بھوک کا مقابل شکم سیری پیاس کی ضد سیرابی، مستی کا مقابل ہوشیاری وغیرہ غرثان: بھوکا۔ شبعان: شکم سیر، عطشان: پیاسا۔ ریّان: سیراب ماخوذ من الرَّیُّ: سیرابی، سکران: مست، غضبان: غصہ میں بھرا ہوا ـــــ مؤنث میں غضبیٰ ریاً غرثیٰ۔

اَفْعَلُ صفات لازمہ کے لئے ہے

اَفْعَلُ (بفتح ہمزہ و سکون فا و فتح عین) صفات لازمہ کے لئے ہوتا ہے از قبیلۂ الوان و عیوب، جیسے احمر: سرخ مرد۔ اَحْوَل: بھینگا مرد یعنی افعل کے ذریعہ اُن مخصوص صفات اور حالات کو بیان کرتے ہیں جو از قبیلۂ الوان و عیوب ہوں اور صفات لازمہ کی حیثیت رکھتے ہوں یعنی غیر متبدل حالات ـــــ لون کی مثال احمر (مذکر کے لئے) سرخ مرد اور مؤنث کے لئے حَمْرَاءُ یا اَبْیَضُ: سفید مرد بَیْضَاءُ: چٹی عورت ـــــ ـــــ عیوب کی مثال اَحْوَل (مرد کے لئے) بھینگا مرد حَوْلَاءُ: بھینگی عورت اَصْلَعُ: گنجا مرد صَلْعَاءُ: گنجی عورت ـــــ مثال سے سمجھ گئے ہوگے کہ اَفْعَلُ سے ظاہری عیوب دکھلائے جاتے ہیں ـــــ ایسے ہی اَجْرَدُ: بے بالوں والے مرد اور جَرْدَاء: بال جھڑی عورت۔

فَعِلٌ کا وزن فعل لازم کے لئے ہے

فَعِلٌ (بفتح فا و کسر عین) فعل لازم کے لئے ہوتا ہے۔ خوشی اور بیماریوں میں یعنی اس وزن پر اہل زبان بیشتر خوشی اور بیماری کا اظہار کرتے ہیں، جو فعل لازم جیسی ہوں یعنی دیرپا اور اس کی ذات کے ساتھ لازم ہوں، جیسے سُرور بمعنی خوشی۔ اَدوَاءٌ جمع دَاءٌ: بیماری، چوں فَرِحٌ: بہت خوش وَجِعٌ: دردناک مریض، وَصِبٌ: افتادہ مریض۔ بَسِرٌ: (سین مہملہ کے ساتھ) ترش رو (بَشِرٌ (شین معجمہ کے ساتھ) بہت خوش)

وبیشتر اسم فاعل از باب فَعُلَ یفعُلُ ــــ بضم العین فی الماضی و المستقبل ــــ بروزن فَعِیْلٌ می آید، چوں کَرِیْمٌ، وعَظِیْمٌ ــــ وہفت گونہ دیگر آمدہ است فَعْلٌ چوں ضَخْمٌ وعَبْلٌ وفَعِلٌ چوں خَشِنٌ وسَهِمٌ، وفَعَلٌ چوں حَسَنٌ وبَطَلٌ وفِعْلٌ چوں رِجْسٌ ومِلْحٌ وفُعْلٌ چوں صُلْبٌ وغُفْلٌ، وفُعَالٌ چوں ضُخَامٌ وشُجَاعٌ و فَعَالٌ چوں حَصَانٌ وَجَبَانٌ وَحَرَامٌ۔

باب کرُم سے اسم فاعل کے آٹھ وزن

باب کَرُمَ یکرُمُ کا اسم فاعل اکثر بیشتر تو فَعِیْلٌ کے وزن پر آتا ہے۔ جیسے کَرُمَ سے کَرِیْمٌ، عَظُمَ سے عَظِیْمٌ ــــ فَعِیْلٌ کے علاوہ اور بھی سات طرح پر آیا ہے۔

(۱) فَعْلٌ (بفتح فا وسکون عین) جیسے ضَخْمٌ۔ ضَخُمَ یَضْخُمُ سے بمعنی فربہ۔ عَبْلٌ، عَبُلَ یَعْبُلُ عبْلاً سے بمعنی موٹا تازہ۔

(۲) فَعِلٌ (بفتح فا وکسر عین) جیسے خَشِنٌ۔ خشونت: دُرشتی، کھُرا پن۔ خَشِنٌ: کھُرا، سخت مزاج یا خَشِنُ الْجِسْمِ: کھُردرے جسم والا۔ سَهِمٌ۔ (تیوری چڑھا ہوا)

(۳) فَعَلٌ (بفتح فا وفتح عین) جیسے حَسَنٌ: اچھا بطَلٌ: دلیر، بہادر۔

(۴) فِعْلٌ (بکسر فا وسکون عین) جیسے رِجْسٌ: ناپاک مِلْحٌ: شور، کھاری۔

(۵) فُعْلٌ (بضم فا وسکون عین) جیسے صُلْبٌ: سخت غُفْلٌ: ناتجربہ کار۔

(۶) فُعَالٌ (بضم فا وتخفیف عین) جیسے ضُخَامٌ: تن آور، ڈبل انسان فربہ، شُجَاع: دلیر۔

(۷) فَعَالٌ (بفتح فا وتخفیف عین) جیسے حصَانٌ: پاک دامن عورت جبَانٌ: بزدل، نامردہ، ہیز (ڈرپوک) جُبْن: بزدلی حَرَامٌ: ناشایاں، نالائق، نامناسب کام۔

باب سوم در شناختن اسماء

وآں مشتمل بر پنج فصل است فصل اوّل در شناختن ابنیۂ اسم، وآں بر سہ گونہ است: ثلاثی ورباعی وخماسی۔ وثلاثی را دوازدہ بناست نُہ ازاں مطرد ست ودو شاذ، ویکے مہمل مُطّرِدْ: فَعْلٌ چوں شَمْسٌ وصَعْبٌ، وفِعْلٌ چوں قِدْرٌ ورِجْسٌ ورِجْلٌ، وفُعْلٌ چوں جُنْدٌ وبُرْدٌ، وفَعَلٌ چوں جَمَلٌ وَجَبَلٌ، وفَعِلٌ چوں فَخِذٌ وکَبِدٌ، وفَعُلٌ چوں رَجُلٌ وعَجُزٌ وحَذُرٌ وعَضُدٌ، وفُعَلٌ چوں نُغَرٌ وصُرَدٌ ولُبَدٌ، وفِعَلٌ چوں حِوَلٌ وطِوَلٌ، وفُعُلٌ چوں عُنُقٌ واُذُنٌ ــــــ ودو شاذ: فِعِلٌ چوں اِبِطٌ واِبِلٌ وفُعِلٌ چوں دُئِلٌ ــــــ ویکے مہمل فِعُلٌ بریں وزن ہیچ تازی نیامدہ است۔

باب سوم

اسماء کی پہچان میں اور یہ باب پانچ فصلوں پر مشتمل ہے

فصل اوّل

پہلی فصل اسم کے اوزان کی پہچان میں

یعنی اسماء کے اصلی ترکیبی حروف کتنے تک ہو سکتے ہیں؟ اور اس کی بنا کہاں سے شروع ہوتی ہے؟

اسم کی بنا تین طرح کی ہوتی ہے: تو یہ بتادیا کہ اسم کی بنا تین طرح کی ہوتی ہے۔ سہ حرفی جس کو ثلاثی کہتے ہیں۔ چہار حرفی جس کو رباعی کہتے ہیں۔ پنج حرفی جس کو خماسی کہتے ہیں۔

اسم ثلاثی کے بارہ وزن ہیں۔ بنا سے وزن مراد ہے۔ جن میں نو وزن تو مطرد (کثیر الاستعمال) ہیں اور دو شاذ ہیں یعنی قلیل الاستعمال ہیں اور ایک

مہمل یعنی متروک ہے۔ نو مطرد وزن یہ ہیں (۱-۳) فعلٌ بسکون عین میں تین یعنی مفتوح الفاء، مکسور الفاء، مضموم الفاء، (۴-۶) اور فعلٌ بحرکت عین و فتح فا میں تین، عین کا فتحہ، عین کا کسرہ، عین کا ضمہ (۷و۸) فُعلٌ ضم فا میں دو، عین کا فتحہ اور عین کا ضمہ (۹) اور فِعَلٌ کسرۂ فا میں ایک، عین کے فتحہ کے ساتھ۔

دو شاذ یہ ہیں (۱) فِعِلٌ بکسر فاو عین (۲) اور فُعِلٌ بضم فاو کسر عین ــــــ اور ایک مہمل یعنی فِعُلٌ بکسر فاو ضم عین یہ بارہ وزن اس طرح بنتے ہیں کہ فا کی تین حرکت ضمہ، فتحہ، کسرہ کو عین کی تین حرکت اور ایک سکون (چار) میں ضرب دو، حاصل ضرب بارہ ہوں گے (۳×۴=۱۲)

اب تفصیل سنیے: فا کی حرکت کے ساتھ عین ساکن ہو گیا یا متحرک، برتقدیر سکون تین وزن قائم ہوئے (۱) فَعْلٌ بفتح فاو سکون عین چوں شَمْسٌ: آفتاب (۲) فِعْلٌ بکسر فاء و سکون عین چوں قِدْرٌ: ہانڈی رِجْلٌ: پیر (۳) فُعْلٌ بضم فا و سکون عین چوں بُرْدٌ: چادریں جُنْدٌ: لشکر۔

اور برتقدیر حرکت عین سات وزن بنتے ہیں کیونکہ فا اور عین کی حرکت میں توافق ہو گیا یا تخالف؟ توافق میں تین صورتیں ہوئیں (۴) دونوں کا فتحہ فَعَلٌ چوں جَمَلٌ: اونٹ جَبَلٌ: پہاڑ۔ (۵) دونوں کا کسرہ چوں اِبِطٌ: بغل، اِبِلٌ: اونٹ (۶) دونوں کا ضمہ چوں عُنُقٌ: گردن اُذُنٌ: کان ــــــ اور تخالف میں چھ صورتیں نکلتی ہیں (۷) فا کا فتحہ اور عین کا کسرہ (فَعِلٌ) چوں فَخِذٌ: ران کَبِدٌ: جگر (۸) فا کا فتحہ، عین کا ضمہ (فَعُلٌ) چوں رَجُلٌ: مرد عَجُزٌ سرین، عَضُدٌ: بازو۔ (۹) فا کا کسرہ، عین کا فتحہ (فِعَلٌ) چوں طِوَلٌ: وہ رسی جس سے گھوڑے وغیرہ کی پچھاڑی باندھی جاتی ہے۔ (۱۰) فا کا کسرہ عین کا ضمہ (فِعُلٌ) چوں (یہ مہمل وزن ہے اس وزن پر کوئی عربی کلمہ نہیں آیا ہے) (۱۱) فا کا ضمہ، عین کا فتحہ (فُعَلٌ) چوں صُرَدٌ: لٹورا، ایک جانور ہے جو چڑیوں وغیرہ کا شکار کرتا ہے۔ نُغَرٌ: لال۔ ایک چھوٹا پرندہ ہوتا ہے۔ نہایت خوش رنگ۔ (۱۲) فا کا ضمہ، عین کا کسرہ (فُعِلٌ) چوں

وُعِلٌ: پہاڑی بکرا۔

﴿فائدہ﴾ ان بارہ اوزان میں سے فِعُلٌ (بکسر فا و ضم عین) تو غایت ثقل کے باعث متروک ہے اور متوافقین میں کسرتین کی صورت (فِعِلٌ) اور متخالفین میں فا کا ضمہ اور عین کا کسرہ (فُعِلٌ) یہ دونوں وزن شاذ ہیں۔ حتی کہ بعض نے تو یہاں تک دعوی کر دیا ہے کہ فِعِلٌ بکسرتین کے وزن پر صرف دو ہی کلمے منقول ہوئے ہیں۔ اسماء میں اِبِلٌ اور صفات میں بِلِزٌ: فربہ۔ اگرچہ دوسروں نے اور بھی دو تین کا اس پر اضافہ کیا ہے، مگر قلیل الوجود ہونا پھر بھی مسلّم ہے ــــــ اور فُعِلٌ بضم فا و کسر عین میں دُئِلٌ کے علاوہ وُعِلٌ، رُئِمٌ (پاخانہ کا مقام) بھی منقول ہوئے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ مطولات میں جوابات بھی موجود ہیں۔

امثلہ کی تکمیل: مصنف نے امثلہ میں اگرچہ تکثیر سے کام لیا ہے مگر اس امر کی رعایت نہیں کی کہ اسم کی مثالوں کے ساتھ صفت کی مثالیں بھی بیان کر دیتا، حالانکہ ایسا کرنا مفید تھا۔ سو ہم جاربردی(۱) سے اس کی تکمیل کیے دیتے ہیں (۱) فَعْلٌ جیسے صَعْبٌ: دشوار، سخت (۲) فِعْلٌ چوں صِفْرٌ: خالی (۳) فُعْلٌ چوں مُرٌّ: تلخ، کڑوا (۴) فَعَلٌ چوں بَطَلٌ: بہادر، پہلوان (۵) فَعِلٌ چوں حَذِرٌ: محتاط (۶) فَعُلٌ چوں طَمُعٌ: لالچی حَدُرٌ: نشیبی زمین (۷) فُعَلٌ چوں لُکَعٌ: ناکس، کمینہ، پاجی، بخیل (۸) فِعَلٌ چوں زِیَمٌ: متفرق (۹) فُعُلٌ چوں سُرُحٌ: تیزرفتار، نشیبی زمین (۱۰) فِعِلٌ چوں بِلِزٌ: فربہ۔

(چند کلمات کے معانی رہ گئے ہیں وہ یہ ہیں رِجْسٌ: گندگی، ناپاکی حِوَلٌ: بھینگا، بہت حیلہ گر، ہوشیاری، دوربینی، زوال، انتقال دُئِلٌ: گیدڑ، بھیڑیا، نیولے کے مانند ایک جانور لُبَدٌ: وافر مقدار (مال کی یا بال کی) قرآن میں ہے مَالاً لُبَداً (البلد آیت ۶)

---

(۱) جاربردی 'شافیہ ابن حاجب کی مشہور مطبوعہ شرح ہے، اس کے مصنف علامہ احمد بن الحسن بن یوسف۔ فخر الدین جاربردی ہیں، جن کی وفات ۷۴۶ھ میں شہر تبریز میں ہوئی ہے ۱۲

فِعُلٌ مہمل کیوں ہے؟ مہمل کے معنی ہیں متروک۔ مصنف نے اس کی وجہ بیان فرمادی کہ اس وزن پر کوئی عربی کلمہ نہیں آیا ہے۔ تازی: عربی کو کہتے ہیں۔ بعض نے حِبُكٌ کو پیش کیا ہے جو والسماءِ ذاتِ الحُبُكِ (بضمتین) میں ایک شاذ قراءت ہے لیکن ابن حاجب اور ابن جنّی وغیرہ نے اس کو از قبیل تداخل فی الحرکات قرار دیا ہے یعنی یہ لفظ دو طرح پر منقول ہوا ہے حُبُكٌ بضمتین اور یہ افصح ہے اور حِبِكٌ بکسرتین۔ کسی کہنے والے نے لفظ کو ادا کرتے وقت بکسر حا شروع کر کے اس سے دوسرے لغت کی طرف جس میں دونوں مضموم تھے، اسے بضم با ادا کر دیا جس سے ایک بین بین کی صورت بن گئی، جو اصل سے غلط ہے اصل میں یا کسرتین ہے یا ضمتین۔ سو ضمتین تو لغت فصیحہ ہے اور کسرتین لغت غیر فصیحہ ہے۔ حُبُكٌ: ریت یا پانی میں ہوا کے داخل ہونے سے جو راستہ سا بن جاتا ہے وہ حُبُك کہلاتا ہے۔

و رباعی راپنج بناست باتفاق، و در ششم اختلاف: فَعْلَلٌ چوں جَعْفَرٌ و عَقْرَبٌ و عَبْهَرٌ و جَحْدَرٌ و فِعْلِلٌ چوں عِظْلِمٌ و فِرْسِنٌ و فُعْلُلٌ چوں بُرْثُنٌ و بُرْقُعٌ و فِعْلَلٌ چوں دِرْهَمٌ و هِجْرَعٌ و فِعَلْلٌ چوں سِبَطْرٌ و هِزَبْرٌ ـــــــــ
و بنائے ششم کہ مختلف فیہ ست فُعْلَلٌ چوں جُنْدَبٌ۔ و آں کہ گویند: درست نیست، بضم دال روایت می کنند۔

اسم رباعی مجرد کے اوزان

رباعی مجرد کے پانچ وزن تو متفق علیہ ہیں۔ چھٹے میں اختلاف ہوا ہے بعض تسلیم کرتے ہیں اور بعض اس وزن کے کلمات کو دوسرے منقولہ اوزان پر اتارتے ہیں۔ مگر راجح اور قوی بات یہی ہے کہ اس کو ایک مستقل وزن رباعی کا تسلیم کیا جائے اور بجائے پانچ کے، رباعی مجرد کے اوزان چھ قرار دیے جائیں۔ وجہ ان شاء اللہ آگے مذکور ہوگی۔

(۱) فَعْلَلٌ (بفتح فا وسکون عین، وفتح لام اول) چوں جَعْفَرٌ: چھوٹی نہر اور ایک شخص کا نام ہے عَقْرَبٌ: بچھو (یہ دونوں اسم ہوئے) عَبْهَرٌ (صفت ہے): گداز جسم، ہر نازک اور دراز شئی جَحْدَرٌ: پست قد (صفت ہے)

(۲) فِعْلِلٌ (بکسر فا مع اسکان عین وکسر لام اول) چوں فِرْسِنٌ: بکری کا سُم (کھر) یہ اسم ہوا عِظْلِمٌ: شب تاریک، یہ صفت کی مثال ہوئی۔

(۳) فُعْلُلٌ (بضم فا ولام اول وسکون عین) چوں بُرْثُنٌ: شیر کا پنجہ بُرْقُعٌ: عورتوں کا برقعہ (یہ دونوں اسم ہوئے) قُصْلُبٌ: سخت قوی اور مضبوط (یہ صفت کی مثال ہوئی)

(۴) فِعْلَلٌ (بکسر فا وفتح لام اول مع سکون عین) چوں دِرْهَمٌ: مشہور سکہ، جو تین ماشہ ایک رتی اور دو جو کے برابر ہوتا تھا (یہ اسم ہوا) هِجْرَعٌ: بہت لمبا مرد (یہ صفت ہوئی)

(۵) فِعَلٌّ (بکسر فا وفتح عین وسکون لام اول) چوں هِزَبْرٌ: شیر نر (یہ اسم ہوا) سِبَطْرٌ: دراز، چالاک، تیز خاطر (یہ صفت ہوئی)

یہ پانچ بنائیں متفق علیہ ہیں چھٹی بنا جس میں اختلاف ہوا ہے وہ۔

(۶) فُعْلَلٌ (بضم فا وسکون عین مع فتح لام اول) ہے چوں جُنْدَبٌ: یہ ایک قسم کی سبز رنگ کی ٹڈی ہوتی ہے۔

فُعْلَلٌ کا وزن برحق ہے: جُنْدَبٌ میں بحث ہوئی ہے کہ اس کا نون اصلی ہے یا زائد؟ صاحب صُراح نے اس کو جَدْب کے مادہ میں ذکر کیا ہے۔ جَدْب: خشک سالی اور سخت زمین کو کہتے ہیں، جس پر سبزہ نہ ہو۔ جُنْدَبْ بھی جس درخت یا کھیت میں آپڑتے ہیں اس کو کھا کر چٹیل میدان بنادیتے ہیں بہر حال مادہ جَدْبٌ میں اس کا تذکرہ صاف بتارہا ہے کہ اس امام لغت کے نزدیک جندب کا نون زائد ہے اصلی نہیں، لہٰذا رباعی مجرد میں اس کا شمار صحیح نہ ہوگا اور اس لحاظ سے فُعْلَل کا وزن رباعی کے اوزان نہیں بڑھاتا۔

مگر دوسرے حضرات نے اس کی مثال جُخْدَبٌ (بتقدیم الجیم

علی الخاء المعجمة والدال المهملة) ذکر فرمائی ہے فرؔابصری نے طُحلَبٌ (کائی جو پانی پر جم جاتی ہے) اور بُرقَعٌ میں لام اول کا فتحہ نقل کیا ہے۔ اس لحاظ سے فُعْلَل کا وزن رباعی میں شامل ہونا چاہئے۔

علاوہ ازیں بہت سے کلمات ہیں جن میں قاعدہ سے ادغام ہونا چاہئے تھا مگر وہاں یہ عذر کیا جاتا ہے کہ الحاق کی بنا پر ادغام نہیں ہوا۔ ظاہر ہے کہ الحاق کے لئے ملحق به کی حاجت ہے اور جب اوزان رباعی میں فُعْلَلٌ کا وزن شامل ہی نہ ہو تو ان کلمات کو ملحق برباعی کہنا سراسر بے معنی اور دھوکا ہوگا۔ دیکھئے قُعْدَدٌ (لئیم، بزدل، خیر کے موقعہ پر پیچھے ہٹنے والا) عُنْدَدٌ (بضم عین وفتح دال اول وسکون نون) محاورہ میں بولتے ہیں مَالِیْ عَنْهُ عُنْدَدٌ (میرے لئے اس سے کوئی چارۂ کار نہیں) عُلْیَبٌ (بضم عین وسکون لام وفتح یا) ایک وادی کا نام ہے (مگر صاحب صراح نے اس کا وزن فُعْیَلٌ قرار دیا ہے لہٰذا یہ بحث سے خارج ہوگیا) سُوْدَدٌ: سرداری (بضم سین وفتح دال اول) اور ان کے امثال میں عدم ادغام کا عذر الحاق کو قرار دیا جاتا ہے یعنی یہ تمام ملحقات جُنْدَبٌ سے ہیں تو وزن فُعْلَلٌ واجب التسلم ہوا۔ انکار کی کوئی معقول وجہ نہیں واللہ اعلم۔

اور چھٹی بنا مسلّم ہونے کے بعد صفت میں اس کا وزن غُنْدَرٌ (فربہ، نازک بدن) رُهْدَنٌ (بزدل، احمق) ہوگا۔

﴿وقولہ﴾ وآن کہ گویند الخ یعنی جو اس وزن کو رباعی میں نادرست کہتے ہیں وہ جُنْدَبٌ میں دال کا ضمہ روایت کرتے ہیں، یعنی جندب بروزن بُرْثُنٌ ہے، کوئی نیا وزن نہیں ہے لیکن صرف جُنْدَبٌ ہی کا معاملہ تو نہیں جو "نہ بانسری ہوگی نہ بجے گی!" کا مصداق ہو۔ یہاں تو الفاظ کا ذخیرہ موجود ہے کہاں تک توڑ مڑور ہوگی واللہ اعلم۔

وخماسی راچہار بناست، ودر پنجم اختلاف کردہ اند: فَعَلْلَلٌ چوں سَفَرْجَلٌ

وشَمَرْدَلٌ وفَعْلَلِلٌ ۔ چوں جَحْمَرِشٌ وصَهْصَلِقٌ، وفِعْلَلْلٌ چوں قِرْطَعْبٌ وجِرْدَحْلٌ وفُعَلِلٌ چوں خُبَعْثِنٌ وقُذَعْمِلٌ ـــــ وبنائے پنجم کہ مختلف فیہ ست فُعْلَلِلٌ چوں هُنْدَلِعٌ وآں کہ گویند فُعْلَلِلٌ درست نیست، گویند هُنْدَلِعٌ تازی نیست رومی است۔

اسم خماسی مجرد کے چار وزن

خماسی مجرد کے چار ابنیہ تو متفق علیہ ہیں، پانچویں بنا میں اختلاف ہوا ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) فَعَلَّلَلٌ (بفتح فا و عین و سکون لام اول و فتح لام ثانی) چوں سَفَرْجَلٌ: بِہی میوہ (اسماء میں) اور شَمَرْدَلٌ: جوان، تیز رفتار، خواہ اونٹ ہو یا اور کوئی حیوان (صفت میں)

(۲) فَعْلَلِلٌ (بفتح فا و لام اول و کسر لام ثانی معہ سکون عین) چوں جَحْمَرِشٌ: بوڑھی عورت صَهْصَلِقٌ: سخت بوڑھا، دردناک چیخنے والا۔

(۳) فِعْلَلْلٌ (بکسر فا و سکون عین و فتح لام اول و سکون لام ثانی) چوں قِرْطَعْبٌ: حقیر شئ جِرْدَحْلٌ: شتر کلاں، نر ہو یا مادہ (صفت میں)

(۴) فُعَلِّلٌ (بضم فا و فتح عین و سکون لام اول و کسر لام ثانی) چوں خُبَعْثِنٌ: پھاڑنے والا شیر (اسم میں) قُذَعْمِلٌ: شتر کلاں، فربہ (صفت کی مثال میں)

اور پانچویں بنا جو کہ مختلف فیہ ہے وہ فُعْلَلِلٌ (بضم فا و سکون عین و فتح لام اول و کسر لام ثانی) چوں هُنْدَلِعٌ (ایک قسم کی سبزی ہے) ـــــ لیکن محققین کے نزدیک هُنْدَلِعٌ کا نون زائد ہے، اصلی نہیں اس لحاظ سے خماسی مجرد کے اوزان وہی چار ہیں جو اوپر مذکور ہوئے ـــــ چنانچہ خود مصنف رحمہ اللہ نے فریق مخالف کی طرف سے هُنْدَلِعٌ کے متعلق یہ جواب نقل کیا ہے کہ یہ کلمہ رومی ہے تازی یعنی عربی نہیں واللہ اعلم۔

وایں جملہ را ابنیۂ مجرد گویند، وچوں یک حرف یا دو حرف یا سہ حرف

زیادہ کنند آں رامزید فیہ گویند ـــــــ وآں زیادت دراول کلمہ، ومیانہ، وآخر کلمہ باشد، چوں اَحْمَرُ وجِدَارٌ وبُخُورٌ وسَعْدَانٌ وچوں چیزے ازوے حذف کنند منقوص منہ گویند، چوں غَدٍ ودَمٍ واَخٍ واَبٍ۔

اسم مزید فیہ کا بیان

مذکورہ ابنیہ جو بسلسلۂ ثلاثی، رباعی، خماسی مذکور ہوئی ہیں یہ کل اَبْنِیَہ مجرد کہلاتی ہیں۔ جب ان پر ایک یا دو یا تین حرف زیادہ کردیں تو ان کو مزید فیہ کہیں گے۔ گویا زیادتی کی آخری حد تین ہے۔

ثلاثی مزید: جیسے اِصْبَعٌ: انگلی اِقْلِیْدٌ: کنجی اُحْدُوثَۃٌ: جس چیز کا ذکر مذکور ہو (ان میں علی الترتیب ایک دو تین حرف کا اضافہ ہے)

رباعی مزید: ایسے ہی رباعی کو لیجئے: قِرْطَاسٌ: کاغذ زَمْھَرِیْرٌ: چاند، شدت برد یعنی سخت ٹھنڈ عَبُوْثَرَانٌ (ایک قسم کی روئید گی ہے) یہاں بھی علی الترتیب ایک دو تین کا اضافہ موجود ہے۔

خماسی مزید فیہ کے پانچ وزن مستعمل ہیں (۱) فَعْلَلُوْلٌ چوں عَضْرَفُوْطٌ: چھپکلی کی قسم ہے (۲) فُعَلْلِیْلٌ چوں خُزَعْبِیْلٌ: باطل (۳) فِعْلَلُوْلٌ چوں قِرْطَبُوْسٌ: مصیبت، آفت (۴) فَعَلْلَلیٰ چوں قَبَعْثَرَیٰ: مضبوط اونٹ (۵) فَعْلَلِیْلٌ چوں خَنْدَرِیْسٌ: شراب کہنہ ـــــــ ان تمام ابنیہ میں ایک ایک حرف کی زیادتی ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی اوزان مذکور ہیں مگر نادر، جیسے اِصْطَفْلِیْنٌ بروزن فِعْلَلْلِیْنٌ اس میں دو حرف یعنی یا و نون زائد ہیں۔ قَزَعْبَلَانَۃٌ بروزن فَعلَلَلَانَۃٌ. یہ ایک جانور ہے چوڑا، بڑے پیٹ والا، اس میں تین حرف کی زیادتی ہے۔

مزید فیہ میں کہاں زیادتی ہوتی ہے؟ مزید فیہ میں زیادتی کہیں اول کلمہ میں ہوتی ہے، جیسے اَحْمَرُ: مرد سرخ اور کہیں درمیانی کلمہ میں جیسے

جِدَارٌ: دیوار، بُخُورٌ: دھونی۔ اور کہیں آخر میں ہوتی ہے، جیسے سَعْدَانٌ: ایک گھاس ہے جس پر بکثرت کانٹے ہوتے ہیں۔

منقوص منہ کا بیان

اور جس طرح ان ابنیہ پر زیادت جائز ہے اسی طرح تخفیفاً ایک آدھ حرف کا حذف بھی جائز ہے مگر یہ عام نہیں ہے اور ایسا کلمہ جس میں سے کچھ کم کر دیا جائے منقوص منہ کہلاتا ہے۔ منقوص منہ یعنی بحذف حرف اُسے ناقص کر دیا ہے یہ کلمہ اصل کے اعتبار سے تو ناقص ہوگا مگر استعمال میں وہ کلمہ تام ہی سمجھا جائے گا۔ چنانچہ غَدٍ (آنے والی کل) اصل میں غَدَوٌ تھا اس سے واو حذف ہو گیا۔ دَمٌ (خون) دَمَوٌ سے دَمٌ بنا ہے۔ اَخٌ (برادر) اَخَوٌ تھا۔ اَبٌ (باپ) اَبَوٌ تھا۔ تمام امثلہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس قسم کی تخفیف آخر ہی میں ہوگی۔

وابنیہ مزید فیہ بسیار ست۔ اَمّا بنائے چند کہ حاجت بداں بیشتر باشد، یاد کنم۔ فَعْلَةٌ یکبار را باشد، چوں ضَرْبَةٌ: یکبار زدن وجَلْسَةٌ: یکبار نشستن ـــــ وفِعْلَةٌ: حالت را باشد، چوں عِمَّةٌ: بندش دستار و رِكْبَةٌ: حالت بر نشستن اسپ ومِشْيَةٌ: حالت رفتار ـــــ وفُعَلَةٌ فاعل را باشد چوں ضُحَكَةٌ: آں کہ بر مرداں بخندد و لُعَنَةٌ: آں کہ بر مرداں لعنت کند ـــــ مگر دو کلمہ شاذ آمدہ است بمعنی مفعول، چوں لُقَطَةٌ و تُحَفَةٌ۔

مزید فیہ کے اوزان

مزید فیہ کی بنائیں بہت زیادہ ہیں۔ سینکڑوں سے بھی متجاوز ہیں۔ اس چھوٹی کتاب میں ان کی سمائی کہاں؟! البتہ چند ضروری بنائیں جن کی اکثر وبیشتر حاجت پڑتی ہے یہاں بیان کی جاتی ہیں۔

(۱) فَعْلَةٌ ایک مرتبہ کے لئے ہے: جب کسی امر کے متعلق یہ بتانا منظور ہو

کہ یہ کام ایک مرتبہ ہوا ہے یا ایک مرتبہ کرنا چاہئے تو اس کو فَعْلَةٌ (بفتح فا ولام وسکون عین) کے وزن پر کر لیتے ہیں، خواہ اسم ثلاثی مجرد ہو یا غیر ثلاثی مجرد، پہلے سے اس کے آخر میں تا موجود ہو یا نہ ہو بہر حال فَعْلَةٌ کا وزن بیان مرۃ کے لئے موضوع اور مخصوص ہے۔ مثلاً یہ بتانا چاہیں کہ ضرب کا فعل ایک مرتبہ ہوا پس اگر متکلم خود ہی اس فعل کا فاعل ہو تو ضربتُ ضربةً کہے گا یعنی میں نے ایک ضرب لگائی۔ ایسے ہی جلستُ جلْسَةً: میں ایک مرتبہ بیٹھا ــــــ اور ضارب کوئی غیر ہو تو اس کی رعایت سے فعل ذکر کر کے اس کے بعد بطورِ مفعول مطلق اس فعل سے فَعْلَةٌ کا وزن بنا کر ذکر کر دیں گے مثلاً ضرب زیدٌ ضَرْبَةً، دَخل عَمرو دَخْلَةً (دخول سے دخلة بنالیا) یا غفرَ بَكْرٌ غفرةً (غُفْران سے غفْرَةً: ایک مرتبہ معافی دینا)

یہی حال ان اسماء کا ہے جن کے آخر میں تا پہلے سے موجود ہو، جیسے نِشْدَةٌ: قسم کھانا دِرایَةٌ: جاننا۔ یہاں بھی فَعْلَةٌ کا وزن بنانا ہوگا یعنی نِشْدةً (بکسر نون) کو بیان مرہ کے لئے نَشْدَةً (بفتح نون) اور دِرایَةٌ کو دَرْيَةً (بفتح دال وسکون را) استعمال کریں گے۔

(۲) فِعْلَةٌ حالت کے لئے ہے: اور فِعْلَةٌ (بکسر فا) بیان حال کے لئے موضوع ہے، چوں عِمَّةٌ (بکسر عین وتشدید میم) بندش دستار کو کہتے ہیں یعنی عمامہ کی بندش کس طرح کی ہے؟ مثلاً یوں کہیں تعَمَّمْتُ عِمَّةَ الصالحین: میں نے عمامہ بطرز صلحاء باندھا یا عِمَّةَ الحاکمین: حاکموں کے طرز کا عمامہ باندھا ــــــ ایسے ہی رِکْبَةٌ: گھوڑے پر سواری کی کیفیت مثلاً رکبتُ رِکْبَةَ الدَّهَاقِيْنِ یا رِکْبَةَ الْحَضَرِيِّيْنَ: میں گھوڑے پر دہقانوں کی بیٹھک بیٹھا یا شہریوں کے طرز پر بیٹھا ــــــ یا مِشْيَةٌ: چال، رفتار، جیسے مَشَيْتُ مِشْيَةَ الْمُتَوَاضِعِيْنَ یا مِشْيَةَ المتکبرین: میں چلا اہل تواضع کی چال یا متکبرانہ چال۔

(۳) فُعَلَةٌ فاعلیت کے لئے ہے: فُعَلَةٌ (بضم فا وفتح عین ولام) کا وزن

معنی فاعلیت کے ادا کرتا ہے، چنانچہ ضَحِكَ سے ضُحَكَةٌ کے معنی ہیں دوسروں پر ہنسنے والا۔ اسی طرح لُعَنَةٌ کے معنی ہیں دوسروں پر لعنت کرنے والا۔ مگر وزن مذکور کے دو لفظ قیاس کے خلاف مفعول کے معنی میں آئے ہیں، جیسے لُقَطَةٌ التقاط سے ماخوذ ہے چننا یعنی گری پڑی چیز اٹھانا۔ لُقَطَةٌ اٹھائی ہوئی چیز کو کہتے ہیں۔ اٹھانے والے کو نہیں کہتے ــــــ ایسے ہی تُحَفَةٌ اس شیٔ کو کہتے ہیں جو بطور ہدیہ کسی کو پیش کی جائے، پیش کنندہ کو نہیں کہتے۔ اِتْحَاف کے معنی تحفہ دینا۔

وفُعْلَةٌ بضم فا وسکون عین مفعول را باشد، چوں ضُحْكَةٌ: مردے کہ بروخندند ولُعْنَةٌ: مردے کہ برو لعنت کنند ــــــ وفِعَالٌ مرافق را باشد چوں خِيَاطٌ : سوزن ونِصَاحٌ : ریسماں کہ بدو بدوزند واِكَافٌ: پالان؛ وداغہا رانیز باشد چوں صِدَارٌ: داغے کہ بر سینۂ شتر باشد وجِنَابٌ : داغے کہ بر پہلوئے شتر باشد ــــــ وفُعَالٌ وفُعَالَةٌ بضم الفاء فضلۂ چیزے را کہ بیندازند، چوں فُتَاتٌ ورُفَاتٌ: ریزہ ریزہ وجُذَاذٌ : پارہ پارہ وکُسَاحَةٌ : خاک فرو رفتہ ورُزَالَةٌ: چیزے فرومایہ وعُصَارَةٌ: کنجارہ ــــــ وفِعَالَةٌ بکسر الفاء اشتمال را باشد چوں عِصَابَةٌ: سربند وقِلَادَةٌ: گردن بند وعِمَامَةٌ: دستار۔

---

(۴) فُعْلَةٌ مفعولیت کے لئے ہے: فُعْلَةٌ (بضم فا وسکون عین) یہ وزن مفعول کے معنی ادا کرتا ہے، جیسے ضُحْكَةٌ وہ آدمی جس پر دوسرے لوگ ہنستے ہوں۔ لُعْنَةٌ: وہ شخص جس پر دوسرے لوگ لعنت بھیجتے ہوں۔

(۵) فِعَالٌ منفعت بخش اشیاء کے لئے ہے: فِعَالٌ (بکسر فا وتخفیف عین) کا وزن مرافق کے لئے آتا ہے۔ مَرَافِقْ ،مِرْفَقْ کی جمع: کہنی اور منفعت بخش اشیاء اور وہ چیزیں جن سے کاریگر اپنے کاموں میں فائدہ حاصل کرتے ہوں، جیسے خِيَاطٌ: سوئی خِيَاطَةٌ: سینا۔ نِصَاحٌ: دھاگا جس سے سیتے

ہیں ۔ نصیحت کا ترجمہ سینا ہے۔ سینا کپڑے کے مختلف ٹکڑوں میں جوڑ اور خوشنمائی پیدا کر دیتا ہے۔ ناصح بھی لوگوں میں نصیحت کے ذریعہ اچھائی پیدا کر کے انہیں خدا سے ملانے کی کوشش کرتا ہے۔ بہر حال خیاط اور نصاح سینے کے آلات ہوئے۔ ریسماں: دھاگا، رسّی۔ اِکَافٌ :پالان جس کو جانور کی پشت پر ڈال کر بیٹھنے کا آرام حاصل کیا جاتا ہے۔

فِعَالٌ نشانات اور داغوں کے لئے بھی ہے: فِعَالٌ کا وزن نشانات اور داغوں میں بھی مستعمل ہے، جیسے صِدَارٌ اُس داغ کو کہتے ہیں جو شتر کے سینہ پر ہو اور جنَابٌ اس داغ کو کہتے ہیں جو اونٹ کے پہلو پر ہو۔

(۶و۷) فُعَال اَور فُعَالَةٌ فضلہ کے لئے ہیں: فُعَال اور فُعَالَةٌ (بالتاء وبدون تا، بضم فاو تخفیف عین) چیزوں کے اُن نکمے اور بیکار حصوں کے لئے استعمال ہوتے ہیں جنہیں عموماً پھینک دیا جاتا ہے یا جن کی کوئی خاص قدر و قیمت نہیں ہوتی جیسے فُتَاتٌ اور رُفَاتٌ: لکڑی یا کسی دوسری چیز کے چھوٹے چھوٹے ریزے جُذَاذٌ: ٹکڑے ٹکڑے ۔ کُسَاحَةٌ: جھاڑو سے سمیٹی ہوئی خاک۔ فرورفتہ: جھاڑی ہوئی۔ رُفتن (بضم را) بہارنا، جھاڑو دینا۔ خاک رُوب: بھنگی۔ رُزَالَةٌ: ناقص اور بے حقیقت چیز عُصَارَةٌ: کھلی یا پھوک جو تیل نکلنے کے بعد رہ جاتا ہے۔

مزید تفصیل یوں سنئے کہ فَتَّ یَفُتُّ از باب نصر ۔ فَتٌّ کے معنی ریزہ ریزہ کرنا۔ فُتَات (بضم فا) ہر چیز کا ریزہ یا روٹی کے ریزے فَتِیتٌ: روٹی کا چورا ــــــ رُفَات: رَفَتَ یَرْفُتُ از نصر وضرب۔ رَفْتٌ کے معنی ریزہ ریزہ کرنا۔ رُفَات: ریزے ــــــ جُذَاذ: جَذَّ یَجُذُّ جَذًّا : قطع کرنا، توڑنا جُذَاذ: ٹوٹے ہوئے ریزے ــــــ کُسَاحَةٌ: کَسَحَ یَکْسَحُ کَسْحًا : جھاڑو دینا۔ مِکْسَحَةٌ : جھاڑو از باب فتح ــــــ

عُصارۃ: عَصَرَ یَعْصُرُ عَصْرًا : نچوڑنا از باب نصر، عُصارۃ: نچوڑ، کھلی، پھوک۔

(۸) فعَالَۃٌ اشتمال کے لئے ہے: فِعَالَۃٌ (بکسر فاو تخفیف عین) کا وزن اشتمال کے لئے آتا ہے یعنی جن چیزوں میں گھیرنے اور لپیٹنے کے معنی نکلتے ہیں ان کے لئے یہ وزن مستعمل ہے۔ دیکھئے عِصَابَۃٌ سر بند کو کہتے ہیں یعنی وہ مرصع پٹی جو سلاطین اور امراء بطور تاج استعمال کرتے ہیں یا مطلق پٹی یا عمامہ قِلَادَۃٌ: گردن بند یعنی ہار عِمَامَۃٌ: دستار، پگڑی۔

ومِفْعَلٌ ومِفْعَالٌ ومِفْعَلَۃٌ آلہ چیزے را باشد یعنی دست افراز، چوں مِفْتَحٌ ومِفْتَاحٌ: کلید ومِسْعَرٌ ومِسْعَارٌ: آتش سوز ومِعْرَجٌ ومِعْرَاجٌ: نردباں ومِرْوَحَۃٌ: بادزن مِکْنَسَۃٌ: جاروب۔

(۹-۱۱) مِفْعَلٌ، مِفْعَالٌ اور مِفْعَلَۃٌ آلہ کے لئے ہیں: کام میں ہاتھ کی مدد کے لئے جو آلات استعمال ہوتے ہیں، وہ مِفْعَلٌ، مِفْعَالٌ اور مِفْعَلَۃٌ کے اوزان پر ہوتے ہیں۔ دست افراز اسم فاعل سماعی ہے: ہاتھ کا بلند کرنے والا، چوں مِفْتَحٌ: کنجی مِفْتَاحٌ: کنجی۔ مِسْعَرٌ ومِسْعَارٌ وہ چیزیں ہیں جن سے آگ جلائی جاتی ہے۔ خس وخاشاک، کوڑا کرکٹ، چھپٹیاں۔ آتش سوز، سوختن اور سوزانیدن: جلانا مِعْرَجٌ ومِعْرَاجٌ: نردبان، سیڑھی، مِرْوَحَۃٌ: بادزن: پنکھا مِکْنَسَۃٌ: جاروب، جھاڑو۔

ومِفْعَلٌ ومِفْعَالٌ ومِفْعِیْلٌ وفِعِّیْلٌ وفَعَّال وفَعُوْلٌ فاعل را باشد بروجہ مبالغہ چوں مِحْرَبٌ ومِحْرَابٌ: آں کہ جنگ بسیار کند ومِعْطَارٌ ومِعْطِیْرٌ: آں کہ عطر بسیار مالد وشِرِّیْبٌ: آں کہ بسیار آب خورد وأَکَّالٌ وأَکُوْلٌ: آں کہ بسیار طعام بخورد؛ مذکر ومؤنث در ہمہ یکساں باشد، مگر در فَعَّال کہ مؤنث آں فَعَّالَۃٌ آید

(۱۲-۱۷) چھ اوزان مبالغہ کے لئے ہیں: مِفْعَلٌ، مِفْعَالٌ، مِفْعِیْلٌ، فِعِّیْلٌ (بکسر فاو تشدید عین مکسورہ) فَعَّالٌ (بفتح فاو تشدید عین) فَعُوْلٌ (بفتح فا

وضم عین) یہ چھوں وزن اسم فاعل مبالغہ کے لئے آتے ہیں۔ جیسے مِحْرَبٌ اور مِحْرَابٌ: بڑا لڑاکو۔ حَرْب کے معنی جنگ کرنا۔ مِعْطَارٌ اور مِعْطِیْرٌ جو عطر زیادہ استعمال کرتا ہو، شِرِّیْبٌ (بکسر شین و تشدید رائے مکسورہ و سکون یا) جو بہت زیادہ پانی پیتا ہو۔ اَکَّالٌ اور اَکُوْلٌ: جو بہت کھاؤ ہو۔
ان میں مذکر و مؤنث یکساں ہیں مگر فَعَّالٌ کی مؤنث فَعَّالَۃٌ آتی ہے، جیسے اَکَّالَۃٌ: بہت کھاؤ عورت۔

و اَفْعَلُ سہ چیز را باشد اسم صریح چوں اَبْجَلُ و اَکْحَلُ: رگہائے کہ ازاں خون کشانید، و چشمے کہ سیاہ باشد از سرمہ وصفت چوں اَحْمَرُ: مردے سرخ، و مؤنثِ او فَعْلَاءُ، و جمع ایشاں فُعْلٌ آید، چوں حَمْرَاءُ: زنے سرخ و حُمْرٌ: مردان و زنان سرخ و تفضیل چوں اَکْبَرُ: مردے بزرگ تر و اَصْغَرُ: مردے خرد تر، و مؤنث او فُعْلیٰ آید چوں کُبْریٰ و صُغْریٰ، و جمع مرداں اَفَاعِلُ، و جمع زناں فُعَلٌ چوں اصاغر و صُغَرٌ۔

---

(۱۸) اَفْعَلُ کا وزن تین معنی کے لئے ہے: اَفْعَلُ (بفتح ہمزہ و سکون فا و فتح عین) کا وزن تین معنی کے لئے ہوتا ہے یعنی تین قسم کے معانی میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔

ایک اسم صریح کے موقعہ پر یعنی خالص اسمیت کے لئے کہ اس میں صفتیت کے معنی نہیں ہوتے، جیسے اَبْجَلْ اور اَکْحَلْ یہ رگیں ہیں جن سے خون لیا جاتا ہے یعنی فصد کھولی جاتی ہے۔ اَبْجَلْ اونٹ گائے گھوڑے کی اَکْحَلْ کے مقابلہ کی رگ، جو انسان کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ غرض اَبْجَلْ اور اَکْحَلْ دونوں ایک ہیں انسان کے ہاتھ میں اس رگ کا نام اَکْحَلْ ہے اور مذکورہ بالا جانوروں کے ہاتھ میں اس کا نام اَبْجَلْ ہے ——— اور اَکْحَلْ اس آنکھ کو بھی کہتے ہیں جو سرمہ کے باعث سیاہ ہو، اس صورت میں یہ کُحْل سے ماخوذ ہوگا کُحْلْ: سرمہ۔ اَکْحَلْ: سرمگیں چشم اس تقدیر پر

اَکْحل خالص اسم کی مثال نہ ہو گی بلکہ جیسے حُمرۃ لون وصف ہے ایسے ہی سرمگینی چشم بھی وصف ہے۔

مصنف کا سہو: یہاں مصنف رحمہ اللہ سے سہو ہوا ہے اَکْحَل کا ترجمہ سرمگیں چشم کرنا چاہئے تھا یعنی جو پیدائشی سرمگیں ہو، نہ یہ کہ جن میں سرمہ بھر کر سیاہی پیدا کی گئی ہو، واللہ اعلم۔

دوسرا صفت کا موقعہ ہے جس میں اَفْعَل کا وزن مستعمل ہے، جیسے اَحْمَرُ: سرخ مرد حَمْرَاءُ: سرخ عورت بروزن فَعْلَاءُ. حُمْرٌ بروزن فُعْلٌ جمع مذکر و مؤنث۔ مرد اور عورتیں سرخ ــــــ یعنی اَفْعَلُ صفت میں مذکر اور مؤنث کے لئے جدا جدا اوزان مستعمل ہیں۔ اسی طرح مفرد اور جمع کے وزن بھی جدا جدا ہیں ــــــ البتہ اَفْعَلُ صفت میں جمع کا وزن مذکر اور مؤنث میں مشترک ہے۔

تیسرا موقعہ جہاں وزن اَفْعَلُ کا استعمال ہوتا ہے، تفضیل کا ہے یعنی جہاں دو متقابلین میں سے ایک کا اس کے مقابلہ کی چیز میں زائد ہونا اور دوسرے کا ناقص ہونا دکھانا ہو تو اس کو وزن اَفْعَل لا کر دکھاتے ہیں مثلاً زیدٌ اکبرُ من عُمَرَ یعنی زید بہ لحاظ عمر یا بلحاظ فضل عمر سے بڑا ہے۔ مردے بزرگ تر: زیادہ بڑا۔ اصغو زیادہ چھوٹا مرد۔ مردے کی یا وحدت کے لئے ہے تنکیر کی یا نہیں ہے کیونکہ تفضیل میں متقابلین مذکور ہوتے ہیں اور وہ معروف ہوتے ہیں جیسے بَکْرٌ اَفْضَلُ من خالدٍ ، رجلٌ افضلُ من امْرَأۃٍ یہاں مقابلہ مرد اور عورت کا ہے یعنی صنف کا صنف سے۔ صنف رجل، صنف مرأۃ سے افضل ہے اور یہ دونوں بہ لحاظ صنف متعین ہیں۔

افعلُ تفضیل کی مؤنث فُعْلیٰ کے وزن پر ہو گی، جیسے اکبر کی مؤنث کُبری، اصغر کی مؤنث صُغْری، تفضیل میں مذکر اور مؤنث کی جمع بھی الگ الگ صیغوں سے ظاہر کی جاتی ہے۔ مذکر کی جمع کا وزن اَفاعِلُ ہے جیسے اکبر سے اَکَابِرُ، اَصْغر سے اَصَاغِرُ اور مؤنث کی جمع کا وزن

فُعَلٌ ہے بضم فاو فتح عین، جیسے صُغْرٰي سے صُغَرٌ، كُبْرٰى سے كُبَرٌ.

وفَعِيْلٌ مصدر را باشد چوں نَذِيْرٌ: بیم کردن ونَكِيْرٌ: ناشناختہ کردن وفَاعل پنج باب را باشد از ثلاثی مجرد، چوں قَدِيْرٌ وعَلِيْمٌ وكَرِيْمٌ وشَفِيْعٌ وحَرِيْصٌ وافعال را چوں اَلِيْمٌ وحَكِيْمٌ وتفعيل را چوں بشير ومُفاعلة را چوں نَدِيْمٌ، وافتعال را چوں فقير، ومفعول پنج باب را باشد از ثلاثی مجرد، چوں قَتِيْلٌ وصَرِيْعٌ وحَصِيْدٌ وحَمِيْدٌ وحَنِيْذٌ وافعال را چوں حَكِيْمٌ اى مُحْكَمٌ وعَتِيْقٌ اى مُعْتَقٌ، وتفعيل را چوں وَكِيْلٌ اى مُوَكَّلٌ ومفاعله را چوں غَدِيْرٌ اى مُغَادَرٌ، واستفعال را چوں شَهِيْدٌ اى مُسْتَشْهَدٌ۔

---

(۱۹) فَعِيْلٌ کا وزن بھی تین معنی کے لئے ہے: (۱) فَعِيْلٌ کا وزن مصدر کے موقعہ پر بھی آتا ہے، جیسے نَذِيْرٌ: ڈرانا۔ بیم کا ترجمہ خوف ہے نكير: انجان ظاہر کرنا یا اجنبی دکھلانا۔

(۲) اور یہی فَعِيْلٌ کا وزن ثلاثی مجرد کے ابواب خمسہ ضرب، نصر، سمع، کرم، فتح کے فاعل کے موقعہ پر بھی مستعمل ہوا ہے یعنی ان پانچوں بابوں میں فاعل کے معنی بھی ادا کرتا ہے۔ دیکھئے قَدِيْرٌ از باب ضرب بمعنی قدرت والا عَلِيْمٌ از باب سمع بمعنی جاننے والا كَرِيْمٌ: بزرگ، عزت دار، از کرم، شَفِيْعٌ: سفارش کرنے والا، از فتح، حريص: حرص کرنے والا، از نصر ——— اور فَعِيْلٌ کا وزن ثلاثی مزید کے ابواب میں سے افعال، تفعیل، مفاعلہ اور افتعال میں بمعنی فاعل آیا ہے چنانچہ افعال میں اَلِيْمٌ، مُؤلِمٌ کے معنی میں ہے یعنی دردناک۔ حَكِيْمٌ بمعنی مُحْكِمٌ ہے یعنی حکمت والا، اپنے کاموں کو مضبوط رکھنے والا اَحْكَمَ يُحْكِمُ اِحْكَامًا: استوار کرنا ——— تفعیل میں بَشِيْرٌ مُبَشِّرٌ کے معنی میں ہے یعنی خوش خبری دینے والا بَشَّرَ يُبَشِّرُ تَبْشِيْرًا: بشارت دینا ———

مفاعله میں نَدِیْمٌ: ہم نشیں، ہم صحبت بمعنی مُنَادِمْ ہے نَادَمَ یُنَادِمُ مُنَادَمَةً فھو نَدِیْمٌ ــــــ افتعال میں فَقِیْرٌ بمعنی مُفْتَقِرٌ ہے اِفْتَقَرَ یَفْتَقِرُ اِفْتِقَارًا: محتاج ہونا۔

(۳) اور یہی فَعِیْلٌ کا وزن ثلاثی مجرد کے پانچوں بابوں سے بمعنی مفعول بھی آیا ہے۔ چنانچہ نصر سے قَتِیْلٌ بمعنی مَقْتُوْلٌ اور فتح سے صَرِیْعٌ بمعنی مَصْرُوْعٌ پچھاڑا ہوا اور نصر، ضرب سے حَصِیْدٌ بمعنی مَحْصُوْدٌ: کٹی ہوئی کھیتی، اور سمع سے حَمِیْدٌ بمعنی مَحْمُوْدٌ: پسندیدہ وستودہ، اور ضرب سے حَنِیْذٌ بمعنی مَحْنُوْذٌ: گوسفند بریاں وغیر آں یعنی مسلّم بکری وغیرہ کو جو کسی تنور یا گڑھے میں اُسے آگ سے سرخ کرنے کے بعد، رکھ کر بریاں کرتے ہیں ــــــ ان امثلہ میں باب کرم کی کوئی مثال مذکور نہیں۔

اور مزید فیہ میں افعال، تفعیل، مفاعلت اور استفعال سے مفعول بروزن فَعِیْلٌ آیا ہے چنانچہ افعال میں حَکِیْمٌ ، مُحْکَمٌ کے معنی میں یعنی مضبوط اور عَتِیْقٌ، مُعْتَقٌ کے معنی میں یعنی آزاد کردہ غلام۔ اَعْتَقَ یُعْتِقُ اِعْتَاقًا: آزاد کرنا ــــــ اور تفعیل میں وَکِیْلٌ بمعنی مُوَکَّلٌ یعنی کسی کام پر لگایا ہوا شخص توکیل کے معنی تفویض کے ہیں ــــــ اور مفاعلت سے غَدِیْرٌ بمعنی مُغَادَرٌ۔ غَادَرَ یُغَادِرُ مُغَادَرَةً : چھوڑنا، رہنا غَدِیْر: گڑھا جس میں سیلاب گذرنے پر پانی رہ جاتا ہے۔ چوبچہ جس میں میلا پانی جمع ہوتا رہتا ہے ــــــ استفعال سے شَھِیْدٌ بمعنی مُسْتَشْھَدٌ: حاضر کیا گیا۔

وفَعُوْلٌ فاعل را باشد از ثلاثی مجرد، چنانچہ ذکر رفت، ومفعول سہ باب را از ثلاثی مجرد، چوں حَلُوْبٌ ای مَحْلُوْبٌ ورَکُوْبٌ ای مَرْکُوْبٌ وحَمُوْلٌ ای مَحْمُوْلٌ، وافعال راچوں رَسُوْلٌ أی مُرْسَلٌ ووَجُوْدٌ أی مُوْجَدٌ وتفعیل راچوں سَخُوْنٌ أی مُسَخَّنٌ ــــــ مذکر ومؤنث در فَعُوْلٌ یکساں باشد۔

(۲۰) فَعُوْلٌ کاوزن دو معنی کے لئے ہے: (۱) فَعُوْلٌ کاوزن ثلاثی مجرد میں فاعل کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ چنانچہ سابق میں اس کا ذکر ہو چکا ہے، جیسے اکُوْلٌ کے معنی اٰکِلٌ (کھانے والا) مذکور ہو چکے ہیں۔

(۲) ثلاثی مجرد کے تین باب نصر، سمع، ضرب سے فَعُوْلٌ بمعنی مفعولٌ آیا ہے، یعنی ان تینوں بابوں سے فَعُوْلٌ کے وزن پر بھی مفعول آیا ہے، چنانچہ نصر سے حَلُوْبٌ بمعنی مَحْلُوْبٌ: شیر، دوشیدہ دودھ حَلَبَ یَحْلُبُ حَلْبًا: دودھ دوھنا ـــــــ سمع سے رَکُوْبٌ بمعنی مَرْکُوْبٌ: سواری رَکِبَ یَرْکَبُ رَکْبًا: سوار ہونا رَاکِب: سوار ـــــــ ضرب سے حَمُوْلٌ بمعنی مَحْمُوْلٌ: اٹھایا گیا حَمَلَ یَحْمِلُ حَمْلاً: اٹھانا حامل: اٹھانے والا۔

اور مزید میں افعال اور تفعیل کا مفعول بھی فَعُوْلٌ کے وزن پر آیا ہے چنانچہ افعال میں رَسُوْلٌ مُرْسَلٌ (فرستادہ) کے معنی میں ہے اَرْسَلَ یُرْسِلُ اِرْسَالاً: بھیجنا اور وَجُوْدٌ بمعنی مُوْجَدٌ ہے اَوْجَدَ یُوْجِدُ اِیْجَادًا پیدا کرنا، موجود کرنا، مُوْجَدٌ: پیدا شدہ، مخلوق اور تفعیل میں سَخُوْنٌ بمعنی مُسَخَّنٌ (گرم پانی) ہے سَخَّنَ یُسَخِّنُ تَسْخِیْنًا: پانی گرم کرنا۔
اور فَعُوْلٌ میں مذکر ومؤنث یکساں ہیں۔

فَاعِلٌ جائے ہست کہ بمعنی مفعول ست، چوں مَآءٍ دَافِقٍ أی مَدْفُوْق۔ ومفعول جائے ست کہ بمعنی فاعل ست، چوں اذاالموءٗ وْدۃ سئلت أی الوائدۃ وانہ کان وعدُہ مَاتِیًّا أی اٰتیا۔

---

(۲۱) فاعل کسی جگہ مفعول کے معنی دیتا ہے: فَاعِلٌ کا وزن کسی جگہ مفعول کے معنی دیتا ہے۔ چنانچہ مَآءٍ دَافِقٍ میں دَافِقٍ بمعنی مَدْفُوْق ہے۔ دفق کے معنی بکھیرنا، بہانا، مدفوق: کودتا ہوا پانی یعنی منیؔ جو کود کر نکلتی ہے۔
(۲۲) مَفْعُوْلٌ کسی جگہ فاعل کے معنی دیتا ہے: مَفْعُوْلٌ بھی بعض

جگہ فاعل کے معنی میں آتا ہے۔ چنانچہ آیت کریمہ وَاِذَا الْمَوْؤُدَةُ سُئِلَتْ میں مَوْؤُدَة بمعنی وَائِدَة ہے۔ مَوْؤُدَة: وہ بچی جو زندہ درگور کردی گئی ہو اور وائدة: وہ عورت جو اسے زندہ دفن کرتی ہو۔ قیامت میں وائدة سے جواب طلب ہوگا کہ اس نے یہ سفاکانہ فعل کیوں کیا تھا؟ موؤدة بیچاری کا کیا قصور جو اس سے سوال ہو؟! ترجمہ آیت کریمہ کا یہ ہے: "یاد کرو اس وقت کو جبکہ زندہ درگور کرنے والی عورت سے سوال ہوگا کہ موؤدہ کو کس جرم کے پاداش میں قتل کیا تھا"

دوسری آیت اِنَّہ کان وَعْدُہٗ مَاْتِیًّا (بلاشک اس کا وعدہ آکر رہے گا) یہاں مَأْتِیٌّ مفعول ہے مگر بمعنی آتٍ اسم فاعل واقع ہے۔ مَاتِیٌّ بروزن مَرْمِیٌّ۔ اَتیٰ یَأْتِیْ اِتْیَانًا: آتا فھو آتٍ اصل میں مَاتُویٌ تھا بقاعدہ سَیِّدٌ واو کو یا کرکے یا میں ادغام کردیا اور تا کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا۔

فصل دوم دربیان اجناس اسماء

اجناس، جنس کی جمع ہے یعنی اسم کے اقسام کا بیان۔

اسم بر دو گونہ است: متمکن و غیر متمکن اسم مُتَمَکِّنْ: آں باشد کہ در آخر او، سہ حرکت و تنوین در آید، چوں زیدٌ و رجلٌ، و اسم غیر متمکن: آں باشد کہ یک حالت را لازم گرفتہ باشد، چوں انت و کیف و حیث ـــــ اسم متمکن کم از سہ حروف و زیادہ از پنج حروف نباشد، مگر از پس حذف و زیادت ـــــ و غیر متمکن کم ازیں و زیادہ ازیں می باشد، چوں کَ و مِنْ و ھٰؤُلَاءِ.

دوسری فصل اسماء کی قسموں کے بیان میں

اسم متمکن اور غیر متمکن: اسم کی دو قسمیں ہیں: مُتَمَکِّنْ اور غیر متمکن

(۱) متمکن: وہ اسم ہے جس کے آخر میں تینوں قسم کی حرکتیں یعنی ضمہ، کسرہ

فتحہ اور تنوین آسکے یعنی ہر قسم کی حرکت کی قابلیت رکھتا ہو کسی حرکت سے اباء اور انکار نہ ہو، ہر عامل اپنے منشاء کی حرکت لا سکے۔ تَمَکُّنْ کے معنی "جگہ دینا" ہیں۔ اسے متمکن اسی لحاظ سے کہتے ہیں کہ یہ ہر قسم کی حرکت کو جگہ دیدیتا ہے۔ خواہ وہ اسم معرفہ ہو جیسے زیدٌ یا نکرہ ہو جیسے رجلٌ، یہ دونوں ایسے اسم ہیں کہ ان پر عامل رافع آئے تو ان کے آخر کو مرفوع کردے جیسے جاء نی زید ورجل، عامل ناصب آئے تو آخر پر نصب لے آئے، جیسے رأیتُ زیداً ورجلاً اور عامل جار ہو تو وہ اپنی طرف کھینچ کر مجرور کردے، جیسے مررتُ بزیدٍ و برجلٍ.

(۲) غیر متمکن: وہ اسم ہے جو ایک حالت پر قائم رہے۔ اس پر عوامل کا کوئی اثر نہ پڑتا ہو۔ اگر آخر مبنی بر فتحہ ہو تو ہر حال میں فتحہ باقی رہے اور مبنی بر ضم ہو تو ضمہ کبھی نہ بدلے ______ اب یوں سمجھ لو کہ متمکن تو اسم معرب کو کہتے ہیں اور غیر متمکن مبنی کو۔

اسم متمکن کم از کم سہ حرفی اور زیادہ سے زیادہ پنج حرفی ہوتا ہے: اسم متمکن اپنی اصلی حالت کے اعتبار سے کم از کم تین حرف والا اور زیادہ سے زیادہ پنج حرفی ہو تا ہے۔ البتہ حذف کے بعد سہ حرفی سے دو حرفی اور زیادت کے بعد پنج حرفی سے شش حرفی، ہفت حرفی، ہشت حرفی، تک ہوسکتا ہے۔ ہم حذف اور زیادت کی امثلہ بیان کر چکے ہیں۔

اسم غیر متمکن سہ حرفی سے کم اور پنج حرفی سے زیادہ بھی ہوتا ہے: اور غیر متمکن اسم سہ حرفی سے کم بھی ہو تا ہے اور پنج حرفی سے زیادہ بھی دیکھئے كـ حروف جارہ میں تشبیہ کے لئے آتا ہے۔ یک حرفی ہے۔ اسی طرح حروفِ جارہ میں مِنْ دو حرفی ہے عَدَا سہ حرفی حَاشَا چہار حرفی اور هٰؤُلَاءِ (اسم اشارہ) چھ حرفی۔

مصنف نے صرف کم از سہ حرفی اور زائد از پنج حرفی کی مثالیں ذکر فرمائیں ہیں اور اسی کی ضرورت بھی تھی۔ اسی سے اسم متمکن اور اسم غیر متمکن کا فرق ظاہر ہوتا ہے۔ ہم نے تتمیماً للبحث دوسری امثلہ بھی ذکر کر دیں۔

﴿فائدہ﴾ اسم متمکن کی دو قسم ہیں: منصرف اور غیر منصرف، منصرف پر کسرہ اور تنوین بھی آتی ہے اسی لئے اس کو اَمْکَنْ بھی کہتے ہیں کہ اعراب کے قبول کرنے میں اپنے مقابل غیر منصرف سے آگے بڑھا ہوا ہے۔ برخلاف غیر منصرف کے کہ اس پر اسبابِ منعِ صرف کی بنا پر ـــــ جن کی تعداد نو ہے اور کتب نحو میں ان کا مفصل تذکرہ موجود ہے ـــــ کسرہ اور تنوین نہیں لا سکتے۔ اگرچہ اصل اسمیت کے لحاظ سے غیر منصرف میں بھی کسرہ اور تنوین کی قابلیت موجود ہوتی ہے۔ اور محض اسی لحاظ سے اس کو متمکن کی قسم قرار دیا گیا ہے، ورنہ فقدان قابلیت کی صورت میں غیر منصرف کو متمکن کا فرد قرار دینا قطعاً غلط ہو گا، کیونکہ متمکن تعریف میں اعراب سہ گانہ اور تنوین کا اس پر آنا ماخوذ ہے واللہ اعلم۔

واسم مشتق آں باشد کہ ماخوذ باشد از اسمے دیگر، چوں سَمَآءٌ کہ ماخوذ ست از سُمُوٌّ۔ و دُنْیَا کہ ماخوذ ست از دُنُوٌّ، بسبب قربِ او بما، و بُعد از آخرت ـــــ اسم جامد آں باشد کے ماخوذ نہ باشد از کلمتے، چوں رجلٌ و رُجَیْلٌ ـــــ واسم دخیل: آں باشد کہ از سخن عرب نہ باشد، و درمیانِ سخن عرب کار بستہ باشد، چوں فِرْدَوْس کہ ایں کلمہ رومی ست ـــــ وضدِّ آں اصلی ست چوں اَلْجَنَّةُ ـــــ اسم مُعَرَّب: آن باشد کہ کلمہ عجمی باشد، وبعضے حروفِ اورا بدل کنند، تابعربیت نزدیک گردد، وکار بندد، چوں صَنْجٌ و شَنْجَرْفٌ و فِیْرُوْزَجٌ در تعریبِ چنگ و شنگرف و پیروزہ گویند ـــــ وضدِ وے عربی ست۔

اسم متمکن کے اقسام: مشتق، جامد، دخیل، معَرّب یہ تمام اسم متمکن کے اقسام ہیں۔

(۱) اسم مشتق: اشتقاق کے معنی ہیں ایک چیز سے دوسری چیز کو نکالنا۔ پس مشتق وہ اسم ہوا جو کسی دوسرے اسم سے ماخوذ ہو، مثال لفظ سَمَآءٌ کو لیجئے۔ جس کے معنی آسمان، چھت، سائبان وغیرہ ہیں۔ یہ اسم مشتق ہے سُمُوٌّ سے سُمُوٌّ کے معنی بلندی کے ہیں سماء اور سمو کی مناسبت ظاہر ہے ـــــ یا دُنْیَا

کہ دُنُوٌّ سے ماخوذ ہے جس کے معنی قرب کے ہیں۔ چونکہ دنیا ہم سے قریب تر ہے اور آخرت سے بعید، لہٰذا اس کا نام دُنْیَا ہو گیا ــــــ مصنف رحمہ اللہ نے "بسبب قرب او بما و بعد از آخرت" فرما کر دنیا اور دُنُوٌّ کی مناسبت اور دنیا کی وجہ تسمیہ بتادی ــــــ نسخہ میں بما کی جگہ بمال چھپ گیا ہے۔ یہ غلط ہے۔

(۲) اسم جامد: وہ اسم ہے جو کسی دوسرے کلمہ سے ماخوذ نہ ہو۔ اَخذ کے معنی لینا ماخوذ لیا گیا یعنی ایسا نہ ہو کہ کسی دوسرے کلمہ میں کچھ تصرف کر کے اسے بنالیا ہو، جیسا کہ مصادر سے مشتقات بنانے کے لئے کچھ تصرفات کر کے اس کو مختلف سانچوں میں ڈھال لیا جاتا ہے۔ جامد کے لئے ایسا کوئی مادہ اور اصل نہیں ہوتی، جسے ڈھال ڈھول کر اس میں مختلف شکلیں پیدا کر دی جائیں۔ وہ تو ابتداءً ایک وضع پر بنایا جاتا ہے۔ پھر جس طرح وہ کسی اسم سے مشتق نہیں ہوتا اسی طرح دیگر اسماء بھی اس سے مشتق نہیں ہوتے۔ مراد فاعل، مفعول، ظرف اور ان کے امثال، دیگر مشتقات ہیں۔ چوں رَجُلٌ، مرد رُجَیْلٌ (تصغیر) چھوٹا مرد۔

(۳) اسم دخیل: وہ اسم ہے جو اصل میں کلام عرب سے نہ ہو۔ لیکن عرب میں کام جمائے ہوئے ہو یعنی غیر زبان کا لفظ جس کو عرب نے اپنی زبان میں اس طرح شامل کر رکھا ہو، گویا وہ بھی انہیں کی زبان کا کوئی کلمہ ہے مثلاً اس پر ہر قسم کے اعراب کا اجرا یا اس کی جمع وغیرہ بنانا الی غیر ذٰلک ــــــ مثال میں لفظ فِرْدَوْسٌ کو لیجئے کہ اصل میں یہ رومی زبان کا کلمہ ہے بمعنی بُستان یعنی باغ۔ مگر عربی زبان میں اس طرح گھل مل گیا ہے کہ اس میں اور دوسرے خالص عربی کلمات میں کوئی امتیاز نہیں ہو سکتا۔ قرآن عزیز میں، احادیث نبوی میں اس کا استعمال موجود ہے۔ دخیل کے معنی گھسا ہوا یا جگہ لینے والا اور مداخلت کرنے والا یعنی بمعنی مفعول یا بمعنی فاعل دونوں طرح پر ہو سکتا ہے۔

اصلی کلمہ یا اصلی اسم: دخیل کے مقابل کلمہ کو اصلی کلمہ یا اصلی اسم کہا جاتا ہے مثلاً اَلْجَنَّةُ بمعنی باغ۔ یہ خالص عربی کلمہ ہے اور فردوس عجمی، معنی دونوں کے ایک ہی ہیں یعنی باغ ــــــ ضد بمعنی مقابل۔

(۴) اسم معرب: بضم میم و فتح عین و تشدید را اسم مفعول ہے باب تفعیل کا، تَعْرِیْبٌ کے معنی عجمی کو عربی کلمہ بنانا) اسم معرب وہ اسم ہے کہ جو اصل میں عجمی کلمہ ہو اور اس میں محض حروف کا ردو بدل کر کے اسے عربیت کے قریب کر لیا ہو، تاکہ عربی محاورات میں وہ فٹ ہو سکے ـــــــ کار بند د کے یہی معنی ہیں یعنی عربی زبان میں کام دے سکے ـــــــ مثال صَنْجٌ (بفتح صاد و سکون نون و درآخر جیم) یہ چنگ (بفتح جیم فارسی و سکون نون) کی تعریب ہے چ کو ص سے اور گ کو جیم سے بدل کر عربی زبان میں شامل کر لیا گیا۔ چنگ: ایک ساز ہے جو بجایا جاتا ہے ـــــــ یا شَنْجَرْف یہ شنگرف کا معرب ہے ـــــــ یا فِیْرُوْزَجْ یہ پیروزہ کا معرب ہے۔ فیروزہ ایک قیمتی پتھر ہے جس کا نگینہ انگوٹھیوں اور دوسرے قیمتی زیورات میں جڑتے ہیں۔

تعریب کے متعدد طریقے ہیں: مصنف رحمہ اللہ نے تعریب کا ایک ہی طریقہ ذکر فرمایا۔ حالانکہ تعریب میں اور کئی طرح کے عمل ثابت ہیں

(۱) تغیر حرکت، جیسے دَہلیز سے دِہْلِیْز، اصل میں دال کا فتحہ تھا، تعریب میں صرف فتحہ کو کسرہ سے بدل دیا اور کوئی تصرف نہیں ہوا۔ مَیْدَان فارسی میں بفتح میم تھا عربی میں میم کو مکسور کر لیا۔

(۲) دوسرا طریق حذفِ حرف کا ہے فہرست کی تعریب فِھْرِسٌ میں تا اڑ گئی

(۳) ایک طریق زیادت کا بھی ہے چنانچہ دیبا ایک قسم کا ریشم ہے، اس میں جیم بڑھا کر دِیْبَاجْ کر لیا گیا۔ والتفصیل فی المطوّلات.

دخیل اور معرب میں فرق: بیان سابق سے اسم دخیل اور اسم معرب کا فرق بآسانی سمجھ میں آسکتا ہے دخیل میں غیر عربی کلمہ بجنسہ عربی زبان کا جز بنتا ہے مگر معرب میں اس کو مختلف قسم کے تصرفات کے بعد عربیت کے سانچہ میں ڈھال کر استعمال کرتے ہیں، بجنسہ استعمال میں نہیں لاتے۔

عربی کلمہ: معرب کا مقابل کلمہ عربی کلمہ کہلاتا ہے۔

واسم مذکر آں ست کہ موضوع نہ باشد از جہتِ مؤنث، و در وعلامت

تانیث نہ باشد، چوں رَاسٌ وَحَجَرٌ وبَیْتٌ ـــــــ واسم مؤنث آں باشد کہ موضوع باشد از جہتِ مؤنث، چوں اِمْـرَأَةٌ ونَاقَـةٌ واَتَـانٌ ویا درو علامت تانیث باشد ـــــــ وعلامتِ تانیث سہ چیز ست تائے زائدہ کہ در وقف ھا شود، چوں رَحْمَةٌ وحَسَنَةٌ وضَارِبَةٌ والف ممدودہ زائدہ چوں حَمْرَاءُ وصَفْـرَاءُ وصَحْـرَاءُ والف مقصورہ زائدہ چوں حُبْـلٰی وذِكْـرٰی وبُشْـرٰی وغَضْبٰی۔

اسم مذکر اور اسم مؤنث

یہاں سے بہ لحاظ تذکیر و تانیث اسم کی تقسیم کرتے ہیں۔

اسم مذکر وہ اسم ہے جو کسی مؤنث کے لئے موضوع نہ ہو اور اس میں تانیث کی علامت بھی نہ ہو یعنی نہ تو وہ کسی مؤنث کا نام ہو اور نہ کوئی تانیث کی علامت اس میں موجود ہو، جیسے تائے تانیث یا الف مقصورہ یا ممدودہ غرض ظاہری اور باطنی ہر قسم کی تانیث سے دور ہو، جیسے راس: سر حجر: پتھر بیت گھر۔

اسم مؤنث وہ اسم ہے کہ جس کی وضع مؤنث کے لئے ہو یا اس میں کوئی تانیثی علامت موجود ہو۔ امرأة: عورت ناقة: اونٹنی اَتَانٌ: گدھیا، مادہ خر۔ ان کی وضع مؤنث کے لئے ہے۔ امرأة مرد کو، ناقہ شتر نر کو اور اتان گدھے کو نہیں کہہ سکتے امرأة اور ناقة کی تا وقفی حالت میں ھا نہیں ہو جاتی، اس لئے اس تا کو تانیث کی علامت نہیں قرار دیا۔ ورنہ یہ امثلہ آخر میں مذکور ہوتیں۔

علامات تانیث: تانیث کی تین علامت ہیں (۱) تائے زائدہ جو وقف میں ھا ہوجاتی ہے جیسے رحمة (مہربانی) حَسَنَةٌ (نیکی، بھلائی) ضَارِبَةٌ (مارنے والی عورت) کی تا ـــــــ (۲) الف ممدودہ زائدہ: جیسے حَمرَاءُ: سرخ عورت صَفْرَاءُ: زرد عورت صَحْرَاءُ: جنگل ـــــــ (۳) الف مقصورہ زائدہ: جیسے حُبْلٰی: حاملہ عورت ذِكْرٰی: یاد کرنا بُشْرٰی خوش خبری دینا غَضْبٰی غصہ ناک عورت

زائدہ کی قید کا منشا یہ ہے کہ ان کا الحاق محض کلمہ کو مؤنث بنانے کے لئے ہو، اصل بنا کا جزء نہ ہو۔

بداں کہ کلمہ چند باشد کہ آں را مؤنث دارند، اگرچہ دروعلامت تانیث نیست، وآں را مؤنث سماعی گویند، چوں اَرْضٌ وبِیْرٌوجَحِیْمٌ واَسْمَآؤُھا وحَالٌوحَرْبٌ وخَمْرٌ واَسْمَاؤُھَا ودَارٌ ودَلْوٌ ورَحِمٌوریحٌ واسماؤھا وسِلْمٌ وَصَعُوْدٌ وعَجُزٌ وعَیْنٌ وعَرَضٌ وعَصَاوعَقْرَبٌ وعنکَبُوْتٌ وعِیْرٌ وقِدْرٌ وقُدَّامٌ و قَوْسٌ وکاسٌ وکَبِدٌ ونَارٌ ونحلٌ ونفسٌ وورَاءٌ ویَمِیْنٌ. وازاعضائے آدمی ہرچہ مزدوج ست، چوں یَدٌوعَیْنٌ واُصْبُعٌ ومانند آں جزحَاجِبَیْن وخَدَّین ـــــــ ودربعضے کلمات تذکیر وتانیث ہردو آمدہ است چوں ذَنُوبٌ وسَبِیْلٌ وسُوْقٌ وصَاعٌ وسُلْطَانٌ وصُوْفٌ وجَانِحٌ وصُوَاعٌ وطَاغُوْتٌ وعُنُقٌ وفِرْدَوْسٌ ولسان ومنُونٌ ومَنْجَنُوْنٌ وھدًی.

مؤنث سماعی کا بیان

یہاں تک قیاسی مؤنث کا ذکر تھا، جس کا حاصل یہ تھا کہ جس اسم کو مؤنث بنانا ہو، اس کے آخر میں علامات مذکورۂ تانیث میں سے کوئی ایک علامت لگادی جائے بس وہ مؤنث بن گیا لیکن مؤنث کی ایک اور قسم بھی ہے جسے مؤنث سماعی کہتے ہیں اس کا مدار اہل زبان کے استعمال پر ہے وہاں قاعدہ قانون کا کام نہیں۔ اسی کے متعلق مصنف نے بدانکہ سے تمہید اٹھائی ہے۔ فرماتے ہیں: چند کلمے ہیں کہ ان کو اہل زبان مؤنث رکھتے ہیں یعنی مؤنث کے طور پر استعمال کرتے ہیں، اگرچہ بظاہر ان میں تانیث کی علامت موجود نہیں۔ ایسے کلمات مؤنث سماعی کہلاتے ہیں یعنی اہل زبان سے مؤنث سنے گئے ہیں اور ظاہر ہے کہ بمعاملہ تذکیر و تانیث کلمہ، اصل تو اہل زبان کا فیصلہ اور ان کا عمل ہے قواعد بھی ان کے تعامل کو دیکھ کر بنالئے جاتے ہیں وہ کلمات یہ ہیں۔

اَرْضٌ(زمین)بِئرٌ(کنواں)جَحِیْم(دوزخ کا طبقہ ہے)واَسْمَاؤُهَا اور دوزخ کے طبقاتی نام سَقَرْ،لَظٰی،حُطَمَةٌ،هَاوِيَة،جَهَنَّم. حَالٌ(حالت کیفیت) حَرْبٌ(جنگ)خمرٌ(شراب)اور شراب کے اسماء جو حاشیہ پر مسطور ہیں(مُدَامٌ،رَاحٌ،صَهْبَاء،رَحِيق،بکر،سلسبيل،طلاء وغیرہ)دَارٌ (حویلی) دَلْوٌ(ڈول) رَحِمٌ(بچہ دان)رِيْحٌ(ہوا)اور اس کے مختلف نام جو حاشیہ پر مکتوب ہیں(عَقِيْمٌ،صَرْصَرْصَبَا،دَبُوْر جنوب،شمال عاصف، قاصف)سِلْمٌ (صلح) صَعُوْد(جہنم کا ایک پہاڑ ہے)عَجُزٌ(سرین)عَيْنٌ (آنکھ)عَرَضٌ(سامان) عَصَا (لاٹھی) عَقْرَبٌ (بچھو) عَنْكَبُوْتٌ (مکڑی)عِيْرٌ(قافلہ)قِدْرٌ(ہانڈی)قُدَّامٌ(سامنے) قَوسٌ(کمان) كَاسٌ (شراب کا پیالہ) كَبِدٌ(جگر)نَارٌ(آگ) نَحْلٌ(شہد کی مکھی)نفس (ذات) وَرَاءٌ (آگے پیچھے) يَمِيْنٌ(داہنا)اور انسانی اعضاء میں جو جوڑ جوڑ(ڈبل) ہیں، جیسے يَدٌ(ہاتھ)عَيْنٌ(آنکھ)اِصْبَعٌ(انگلی) اور اس کے امثال، جیسے اُذُنٌ(کان)۔۔۔۔۔۔اس حکم سے حَاجِبَيْن(بھویں)اور خَدَّيْن(گال) مستثنیٰ ہیں کہ یہ مزدوج ہیں مگر مذکر ہیں۔

مذکر و مؤنث کلمات: اور بعض کلمات میں تذکیر اور تانیث دونوں منقول ہیں، جیسے ذَنُوْبٌ(پانی سے بھرا ہوا ڈول)سَبِيْلٌ (راستہ) سُوْقٌ (بازار) صَاعٌ (ایک پیمانہ ہے ۲۷۰ تولہ کا، جو ۳ کلو ایک سو اڑتالیس گرام اور بیس پوئنٹ ہوتا ہے)سُلْطَانٌ(بادشاہ)صُوْفٌ(اون)جَانِحٌ(سینہ کے قریب کا پہلو)صُوَاعٌ(ایک پیمانہ ہے)طَاغُوْتٌ(بڑا سرکش)عُنُقٌ(گردن) فِرْدَوْسٌ (بہشت)لِسَانٌ(زبان)مَنُوْنٌ(موت)مَنْجَنُوْنٌ(رہٹ)هُدًى (ہدایت)

واسم ملحق آں باشد کہ ثلاثی را بزیادت حرفے بروزن رباعی کردہ باشند، ویا رباعی را بزیادت حرفے بروزن خماسی کردہ باشند، چوں كَوْثَرٌ کہ ملحق ست بہ جَعْفَرٌ، وَرَمْدِدٌ کہ ملحق ست بہ زِبْرِجٌ، و عَقَنْقَلٌ کہ ملحق ست بہ سَفَرْجَلٌ۔

اسم ملحق: وہ اسم ہے کہ اصل ثلاثی میں ایک حرف بڑھا کر اس کو ہم وزن رباعی کر لیا ہو، یا رباعی مجرد کو باضافۂ حرف، خماسی کا ہم وزن کر لیا ہو۔ معلوم ہوا کہ الحاق کا مقصد ایک اسم کو باضافۂ حرف دوسرے اسم کا مماثل بنانا ہے، خواہ اضافہ کے باعث اس میں ملحق بہ کے معنی سے علاوہ کوئی اور معنی پیدا ہوں یا نہ ہوں، بلکہ یہ بھی ضروری نہیں کہ قبل از زیادت وہ لفظ بامعنی بھی ہو۔

غیر الحاقی زیادتی خاص معنی پیدا کرنے کے لئے ہوتی ہے: غیر الحاقی زیادت میں زیادت کا مقصد کسی خاص معنی کا پیدا کرنا ہوتا ہے مثلاً فَعْلٌ کے اول میں میم مکسور بڑھاتے ہیں اور مِفْعَلٌ کہتے ہیں تو آلۂ فعل کے معنی حاصل کرتے ہیں۔ اور میم مفتوح بڑھاتے ہیں تو ظرف کے معنی مقصود ہوتے ہیں۔ یا تفضیل کا ہمزہ ابتداء میں زائد کیا جاتا ہے تو معنی تفضیلی حاصل کرنے کی خاطر کیا جاتا ہے۔ اسی طرح افعال کا ہمزہ، تفعیل میں عین کی تضعیف، استفعال میں سین کا اضافہ، انفعال کا نون خاص خاص معانی ادا کر رہے ہیں، جو قبل از زیادت حاصل نہ تھے۔

الحاق میں زیادت کا مقصد توازن ہوتا ہے: بہرحال الحاق میں بھی کہیں جدید معنی حاصل ہوں گے مگر وہ مقصود میں داخل نہیں، مقصود تو محض ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ کے موازن کرنا ہے اور بس۔ اور جب مقصود توازن ہے تو یہ بھی ضروری ہوا کہ حرکات و سکنات و نیز مواقع زیادت میں اس بات کا پورا لحاظ رہے کہ جس کے برابر لے جانا چاہتے ہو اس سے کسی نہج اس کی وضع مختلف نہ ہو۔ محض حروف کی تعداد کا برابر کر دینا الحاق کے لئے ناکافی ہوگا۔ جب تک کہ حرکت کے مقابل حرکت اور سکون کے مقابل سکون نہ لایا جائے، بلکہ نوع حرکت کا توافق بھی لازم ہے کہ ضمہ کے مقابل ضمہ ہو اور فتحہ کے مقابل فتحہ اور کسرہ کے مقابل کسرہ ہو۔

الحاقی زیادتی صرف ثلاثی اور رباعی میں ہوتی ہے: یہ الحاقی زیادت صرف ثلاثی اور رباعی میں ہوتی ہے، خماسی میں ایسی کوئی زیادتی نہیں کر سکتے کیونکہ ابنیۂ اسم

میں کوئی سداسی بنا نہیں جس کے ساتھ خماسی کا الحاق کیا جائے۔
امثلہ: (۱) کَوثَرٌ میں واو الحاقی ہے کثرٌ کو جعفرٌ کے وزن پر لانے کی غرض سے واو بڑھاکر کوثر بنالیا۔ معنیٰ کثر اور کوثر کے ایک ہی ہیں یعنی بہتات (۲) رِمْدِدٌ میں ایک دال الحاقی ہے یہ زِبْرِجٌ سے ملحق ہے زبرج کے معنی آرائش، رِمْدِدٌ: خاکستر یعنی راکھ کہ اصل کلمہ رَمَدٌ ہے (۳) عَقَنْقَلٌ ریت کا ٹھُکا ہوا ٹیلہ، یا ڈھیر۔ یہ ملحقات سَفَرْجَلٌ سے ہے اس میں نون الحاقی ہے۔

فصل سوم در جمع

جمع بر دو گونہ است: جمع سلامت و جمع مکسر۔ جمع سلامت آں ست کہ صیغۂ مفرد او در جمع سلامت باشد چوں زید و زیدون و ضارب و ضاربون و جمع مکسر آں ست کہ صیغۂ مفردِ او بسلامت نہ باشد، چوں رجل و رجال۔

تیسری فصل جمع کے بیان میں

جمع سالم اور جمع مکسر: جمع کی دو قسمیں ہیں جمع سلامت اور جمع مکسر۔ جس جمع میں مفرد کا صیغہ بلا کسی تغیر کے محفوظ رہے وہ جمع سالم ہے یعنی جس جمع میں مفرد کے آخر میں بطور علامت جمع: واو ما قبل مضموم اور نون مفتوحہ یا یا ما قبل مکسور اور نون مفتوحہ لگادیا گیا ہو وہ جمع سالم ہوگی جیسے زید سے زیدون ضارب سے ضاربون۔ پہلی مثال اسم جامد کی ہے اور دوسری اسم مشتق کی۔ اسی طرح مسلم کی جمع مسلمون، مسلمین۔ یہ علامت تو جمع مذکر سالم کی ہوئی۔

اور جمع مؤنث سالم میں تائے تانیث کو حذف کر کے، علامت جمع الف اور تا کا اضافہ کردیا جاتا ہے جیسے مسلمۃٌ کی جمع مسلماتٌ ضاربۃ کی جمع ضاربات اور ھندٌ کی جمع ھنداتٌ۔

ایک شبہ: جمع مؤنث سالم میں حذفِ تا سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اس طرح

بنائے واحد سلامت نہ رہے گی، تو اس کو سالم کہنا غلط ہو جائے گا۔
جواب: وجہ یہ ہے کہ اول تو تا اصل کلمہ سے زائد ہے جو محض علامت تانیث کے طور پر آخر میں لگا دی جاتی ہے اور جمع میں الف تا کا الحاق جہاں اس کا جمع ہونا بتاتا ہے وہاں اس کا مؤنث ہونا بھی ظاہر کرتا ہے لہذا ابقائے تا کی ضرورت نہ رہی بلکہ اس اعتبار سے جمع میں اس کا ابقاء مضر ٹھہرتا ہے کہ بے ضرورت ایک قسم کی دو علامتیں ایک کلمہ میں جمع ہوئی جاتی ہیں۔
علاوہ بریں جمع مکسر میں درمیان بناء میں ایک اجنبی کی مداخلت ہوتی ہے جس سے مفرد کی صورت بگڑ جاتی ہے اور حذف آخر میں اصل بناء پر کوئی زد نہیں پڑتی جتنی بناء موجود تھی وہ بجنسہ قائم ہے۔
ایک اور شبہ کا جواب: رہا تثنیہ کے صیغوں میں تائے تانیث کا بقاء جیسے مسلمة سے مسلمتانِ تو اس سے اس کی اصالت پر استدلال کرنا غلط ہے۔ تثنیہ میں تا نہ ہو تو مذکر و مؤنث کا فرق اٹھ جائے، کیونکہ مسلم مذکر کا تثنیہ بھی مسلمان ہے اور مسلمة مؤنث کا تثنیہ بھی مُسلِمَانِ ہو تو امتیاز کس طرح ہو؟ واللہ اَعلم۔
جمع مکسر اس جمع کو کہیں گے کہ جس میں مفرد کی صورت قائم نہ رہے۔
صیغہ کہتے ہیں صورت اور ہیئت کو ـــــــ ہم نے جمع مکسر میں صیغہ کا ترجمہ "صورت" سے کر دیا جمع سالم میں بھی اس کو اسی طرح سمجھ لیں۔
مثال: رجل کی جمع رجالٌ یا اَضرَبُ اسم تفضیل مذکر کی جمع اَضَارِبُ اور ضُرْبٰی مؤنث کی جمع ضُرَبٌ۔

وجمع تکسیر بر دو نوع است جمع قلیل و آں از سہ تا دہ باشد و اورا چہار بناست اَفْعُلٌ و اَفْعَالٌ و اَفْعِلَةٌ و فِعْلَةٌ و جمع کثیر و آں زیادہ از دہ باشد۔ و اورا پنج بناست فِعَالٌ و فُعُوْلٌ و فُعْلَانٌ و فِعْلَانٌ و فُعَلٌ ـــــــ و ہر چہ جزیں بناہا ست مشترک ست میانِ قلیل و کثیر۔

جمع تکسیر کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) جمع قلیل یا جمع قلت: اور اس کا اطلاق تین سے دس تک افراد پر ہوتا ہے۔ اس کے چار وزن معروف ہیں (۱) اَفْعُلٌ (بفتح ہمزہ وسکون فاو ضم عین) جیسے کَلْبٌ (کتا) کی جمع میں اَکْلُبٌ۔ (۲) اَفْعَالٌ (بفتح ہمزہ) جیسے قَوْلٌ (بات) کی جمع میں اَقْوَالٌ (۳) اَفْعِلَةٌ (بفتح ہمزہ وسکون فاو کسر عین) جیسے عَوْنٌ (مددگار، خادم) کی جمع میں اَعْوِنَةٌ. عَوْنٌ مدد کرنا (۴) فِعْلَةٌ (بکسر فاو سکون عین وفتح لام) جیسے غلامٌ (لڑکا) کی جمع میں غِلْمَةٌ.

(۲) جمع کثیر یا جمع کثرت: اور اس کا اطلاق دس سے زیادہ افراد پر ہوتا ہے اور جمع قلت کے اوزان کے علاوہ جس قدر بھی جمع کے اوزان ہیں وہ سب جمع کثرت کے اوزان ہیں۔ مصنف نے بہ لحاظ کثرت استعمال جمع کثرت کے اوزان بھی مخصوص کر دیئے چنانچہ فرماتے ہیں کہ جمع کثرت کے پانچ اصول ہیں یا پانچ وزن ہیں (۱) فِعَالٌ (بکسر فاو تخفیف عین) جیسے قِدْحٌ (بکسر قاف) کی جمع میں قِدَاحٌ. قِدْحٌ تیر کی سادہ لکڑی کو کہتے ہیں۔ (۲) فُعُوْلٌ (بضم فا) جیسے فَلْسٌ (پیسہ) کی جمع میں فُلُوْسٌ (۳) فُعْلَانٌ (بضم فاو سکون عین) جیسے بَطْنٌ (نشیبی زمین) کی جمع میں بُطْنَانٌ (۴) فِعْلَانٌ (بکسر فاو سکون عین) جیسے صِنْوٌ کی جمع میں صِنْوَانٌ۔ ایک جڑ سے دو یا دو سے زائد نکلے ہوئے درخت ایک دوسرے کا صِنْو کہلاتے ہیں (۵) فُعُلٌ (بِضمتین) جیسے سَقْفٌ (چھت) کی جمع میں سُقُفٌ۔

﴿قاعدہ﴾ مذکورہ بالا ابنیہ کے علاوہ ــــــ کہ جن میں سے چار اول جمع قلت کے ساتھ مخصوص ہیں اور پانچ آخر جمع کثرت کے لئے مخصوص ہیں ــــــ باقی جس قدر بھی اوزان جمع آئے ہیں وہ قلت اور کثرت کے مشترک اوزان ہیں۔

نہایت اہم فائدہ: اور یہ حد بندی جو بہ لحاظِ اَفراد جمع قلت اور جمع کثرت کی مذکور ہوئی وہ صرف اسی صورت میں ہے جبکہ کسی اسم کی جمع میں دونوں قسم

کے اوزان جمع منقول ہوں، ورنہ جو وزن بھی ہوگا وہ قلیل وکثیر دونوں موقعوں کے لئے ہوگا مثلاً کسی اسم کی جمع میں صرف جمع قلت والا وزن منقول ہو یا صرف جمع کثرت کا وزن ثابت ہو، وہاں بلحاظ وزن یہ تفریق صحیح نہ ہوگی کہ قلت کا وزن ہے تو تین لغایت دس میں محدود رہے اور کثرت کا وزن ہو تو صرف زائد از دس پر ہی اطلاق ہو کم پر نہ ہو۔ آخر اول صورت میں زائد از عشر کے لئے اور ثانی صورت میں تین لغایت دس تک کے لئے کونسا وزن لایا جائے گا جو اس خصوصی ضرورت کو پورا کر سکے؟

اصل بات اتنی ہے کہ موقعہ اور محل کے لحاظ سے ہر وزن ہر قسم کے معنی دے سکتا ہے۔ وہ صرف ضابطہ کی چیز ہے کہ یہ اوزان قلت کے ہیں تو ان کا اطلاق فلاں درجہ کے عدد تک ہوگا اور یہ اوزان کثرت کے ہیں، ان کا اطلاق دس سے اوپر ہوگا واللہ اعلم۔ (مثلاً یَوْمٌ کی جمع صرف اَیَّامٌ منقول ہے جو جمع قلت کا وزن ہے اور آیت کریمہ اَیَّاماً مَعْدُوْدَاتٍ (البقرہ۔ ۱۸۴) میں رمضان کے تیس دن مراد ہیں اور وَاذْکُرُوا اللهَ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ (البقرہ ۲۰۳) میں منی کے تین دن مراد ہیں)

جمع کے اوزان کا بیان

مصنف رحمہ اللہ نے متعدد بناؤں کی جموع بہ سلسلۂ امثال ذکر فرمائیں ہیں۔ مصنف رحمہ اللہ کا مقصد بطور نمونہ چند اشیاء کا پیش کرنا ہے۔ اس چھوٹے رسالہ میں یہی ہو سکتا تھا۔ تفصیلات کے لئے مطولات فن کا مطالعہ ضروری ہے، ہم بغرض افادہ کچھ ضروری تفصیل کئے دیتے ہیں اسے پیش نظر رکھنا چاہئے۔

(۱) فَعْلٌ کی جمع: اسم ثلاثی مجرد مذکر میں وزن فعلٌ (مفتوح الفاء، ساکن العین) کی جمع جبکہ وہ کلمہ اجوف نہ ہو، قلت میں بیشتر اَفْعُلٌ (بفتح ہمزہ وضم عین) کے وزن پر آتی ہے۔ اور کثرت میں فُعُوْلٌ (بضم فا وعین) کے وزن پر

ہوتی ہے، جیسے فَلْسٌ کی جمع قلت اَفْلُسٌ اور جمع کثرت فُلُوْسٌ اور شَمْسٌ کی جمع قلت اَشْمُسٌ اور کثرت شُمُوْسٌ ہے۔

اور فَعْلٌ اجوف کی جمع ـــــ خواہ واوی ہو یا یائی ہو ـــــ بیشتر اَفْعَالٌ کے وزن پر ہوگی جیسے ثَوْبٌ (کپڑا) کی جمع اَثْوَابٌ، بَیْتٌ (گھر) کی جمع اَبْیَاتٌ اور سیفٌ (تلوار) کی جمع اَسْیَافٌ ـــــ لیکن فَعْلٌ اجوف واوی میں جمع کثرت کا وزن فِعَالٌ (بکسر فا) بھی آیا ہے جیسے ثَوْبٌ میں ثِیَابٌ مگر اجوف یائی میں جمع کا یہ وزن ثابت نہیں سَیْلٌ (رو) کی جمع میں سِیَالٌ کہنا غلط ہے۔ اس کی جمع سُیُوْلٌ بروزن فُعُوْلٌ آتی ہے۔

البتہ فَعْلٌ مذکور میں اجوف کے علاوہ اور کلمات کی جمع بھی فِعَالٌ کے وزن پر آتی ہے جیسے کلبٌ (کتا) کی جمع کلابٌ کعبٌ (ٹخنا) کی جمع کعابٌ، فرخٌ (چوزہ) کی جمع فِراخٌ، بغلٌ (خچر) کی جمع بغالٌ، زندٌ کی جمع زنادٌ زَنْد: چقماق، وہ پتھر جس سے آگ نکالتے ہیں۔

یہ تمام صورتیں فَعْلٌ اسمی کی تھیں لیکن فَعْلٌ صفتی غیر اجوف میں بیشتر فِعَالٌ کا وزن ہوگا جیسے صَعْبٌ (دشوار) کی جمع صِعَابٌ اور اجوف میں اَفْعَالٌ کا وزن زیادہ مستعمل ہے جیسے شَیْخٌ (بوڑھا، بزرگ) کی جمع اَشْیَاخٌ۔

(۲) فِعْلٌ کی جمع: دوسرا وزن فِعْلٌ (بکسر فا وسکون عین) کا ہے سوایسے اسم کی جمع بیشتر قلت میں اَفْعَالٌ اور کثرت میں فُعُولٌ ہوگی، جیسے حِمْلٌ کی جمع قلت اَحْمَالٌ اور جمع کثرت حُمُوْلٌ ہے یا جیسے قِدْرٌ (دیگچی) کی جمع قُدُوْرٌ اور جنسٌ (قسم) کی جمع اجناسٌ ہے۔ حمل (بکسر حا) بوجھ جو سر یا کمر پر لادا جائے ـــــ اس وزن کی اور بھی جموع آئی ہیں ہم بخیال اختصار ان کو نظر انداز کرتے ہیں۔

اور فِعْلٌ صفتی میں بیشتر اَفْعَالٌ کا وزن جمع کے لئے مستعمل ہے اور اَفْعُلٌ کا وزن بھی بطور ندرت پایا جاتا ہے جیسے جِلْفٌ (گنوار) کی جمع اَجلَافٌ تو عام طور سے مستعمل ہے مگر اَجْلُفٌ نادر ہے۔

(۳) فُعْلٌ کی جمع : تیسرا وزن فُعْلٌ (بضم فاء و سکون عین) کا ہے۔ اس وزن کی جمع قلت اَفعالٌ کے وزن پر اور جمع کثرت فُعُولٌ کے وزن پر آتی ہے جیسے قُرْءٌ (حیض اور طہر) کی جمع قلت اَقْرَاءٌ اور کثرت قُرُوْءٌ ہے اور جُنْدٌ (لشکر) کی جمع جُنُوْدٌ ہے ــــــ یہ حکم فُعْلٌ غیر اجوف کا ہے۔

اور فُعْلٌ اجوف کی جمع بروزن فُعْلاَنٌ آئے گی، جیسے عُوْدٌ (لکڑی) کی جمع عِیْدَانٌ ــــــ اور فُعْلٌ صفتی میں جمع بروزن اَفْعَالٌ آتی ہے، جیسے حُرٌّ (آزاد) کی جمع اَحْرَارٌ ــــــ یہاں تک فُعْلٌ ساکن العین کا بیان تھا۔

(۴) فَعَلٌ کی جمع : اب فَعَلٌ متحرک العین کا بیان سنیے کہ متحرک العین میں اگر فتحہ کی حرکت ہو اور فا بھی مفتوح ہو، جیسے جَبَلٌ (پہاڑ) جَمَلٌ (شتر، نر اونٹ) تو اس کی جمع حسب تفصیل ذیل کے اوزان پر ہو گی یعنی وہ اسم اگر صحیح العین ہو تو اس کی جمع قلت میں اَفْعَالٌ کا وزن، اور جمع کثرت میں فِعَالٌ (بکسر فا) کا وزن غالب ہے جیسے جَمَلٌ کی جمع قلت اَجْمَالٌ اور جمع کثرت جِمَالٌ ہے اور جَبَلٌ کی جمع کثرت جِبَالٌ ہے۔

اور معتل العین یعنی اجوف میں فِعْلاَنٌ (بکسر فا) کا وزن غالب ہے جیسے تَاجٌ (شاہی ٹوپی) کی جمع تِیْجَانٌ ہے یہ تو فَعَلٌ اسمی کا حال ہے ــــــ اور اگر فَعَلٌ صفتی ہو تو اس میں جمع کے لیے بیشتر اَفْعَالٌ کا وزن مستعمل ہے جیسے بَطَلٌ (پہلوان) کی جمع میں اَبْطَالٌ ــــــ اس کے علاوہ فِعَالٌ (بکسر فا) اور فِعْلاَنٌ (بکسر فا و سکون عین) اور فُعْلاَنٌ (بضم فا و سکون عین) اور فُعُلٌ (بضمتین) کے اوزان پر بھی جمع صفتی منقول ہے، جیسے حَسَنٌ (اچھا، عمدہ) میں حِسَانٌ، اَخٌ (بھائی) میں اِخْوَانٌ، ذَکَرٌ (مذکر) میں ذُکْرَانٌ اور نَصَفٌ (ادھیڑ عمر کا) میں نُصُفٌ۔

(۵) فَعِلٌ کی جمع : متحرک العین کا دوسرا وزن جس میں عین مکسور اور فا مفتوح ہو، اسماء میں اس کی جمع بیشتر اَفْعَالٌ کے وزن پر ہوتی ہے۔ اس میں جمع قلت اور کثرت کا کوئی فرق نہیں، جیسے کَبِدٌ (جگر) کی جمع اَکْبَادٌ، اور فَخِذٌ (ران)

کی جمع اَفْخَاذٌ ــــــ اس میں فُعُوْلٌ اور فُعُلٌ کے اوزان بھی آئے ہیں۔
چنانچہ کَبِدٌ کی جمع کُبُوْدًا ورنَمِرٌ (چیتا) کی جمع میں نُمُوْرٌ اور نُمُرٌ ــــــ یہ
دونوں وزن جمع کثرت کے ہیں۔

اور فَعِلٌ صفتی کی جمع میں بیشتر یہ تین وزن مستعمل ہیں(۱) اَفْعَالٌ جیسے
نَکِدٌ (قلیل) کی جمع اَنْکَادٌ (۲) فُعُلٌ (بضمتین) جیسے خَشِنٌ (کھردرا) کی
جمع میں خُشُنٌ (۳) فِعَالٌ جیسے وَجِعٌ (درد والا) کی جمع اَوْجَاعٌ۔

(۶) فَعُلٌ کی جمع: متحرک العین کا تیسرا وزن فَعُلٌ (بضم عین وفتح فا) ہے اس کی
جمع میں اَفْعَالٌ کا غلبہ ہے اور فِعَالٌ (بکسر فا) بھی ثابت ہے اور یہ جمع کثرت کا
وزن ہے اور اَفْعَالٌ کا وزن قلت اور کثرت دونوں میں مشترک ہے۔ جیسے
عَجُزٌ (ہر شی کا پچھلا حصہ) کی جمع اَعْجَازٌ اور رَجُلٌ کی جمع رِجَالٌ، سَبُعٌ
(درندہ) کی جمع سِبَاعٌ۔

اور فَعُلٌ صفتی میں جمع تصحیح اصل ہے جمع تکسیر قلیل ہے اور اس کا وزن
اَفْعَالٌ ہے۔ جیسے یَقُظٌ (بیدار وہوشیار) کی جمع اَیْقَاظٌ۔

(۷) فِعَلٌ کی جمع: متحرک العین کا چوتھا وزن بکسر فا وفتح عین ہے، اس کی جمع
میں اَفْعَالٌ اصل ہے جیسے عِنَبٌ (انگور) کی جمع اَعْنَابٌ ــــــ اور اَفْعُلٌ اور
فُعُوْلٌ کا وزن بھی آیا ہے جیسے ضِلَعٌ (پسلی) کے لیے اَضْلُعٌ اور ضُلُوعٌ
ــــــ یہ فِعَلٌ اسمی کا حال تھا۔

فِعَلٌ صفتی میں صرف جمع تصحیح آئی ہے جو واو نون یا الف تا کے ساتھ
ہوتی ہے۔ فِعَلٌ صفتی کی مثال زِیَمٌ (متفرق گوشت وغیرہ کا ٹکڑا)

(۸) فُعَلٌ کی جمع: متحرک العین کا پانچواں وزن فُعَلٌ (بضم فا وفتح عین) ہے
اس کی ہر دو قسم کی جمع میں فِعْلَانٌ (بکسر فا وسکون عین) کا وزن زیادہ آیا ہے،
جیسے نُغَرٌ (لال، ایک خوبصورت پرندہ ہے) کی جمع نِغْرَانٌ اور صُرَدٌ (لٹورا) کی
جمع صِرْدَانٌ ــــــ اس وزن کی جمع قلت اَفْعَالٌ کے وزن پر بھی آتی
ہے، جیسے رُطَبٌ (پنڈ کھجور یعنی پختہ تازہ کھجور) کی جمع اَرْطَابٌ ــــــ اور

جمع کثرت میں فِعَالٌ کا وزن بھی منقول ہوا ہے۔ جیسے رُبَعٌ (اونٹ کا پہلا بچہ جو موسم بہار میں پیدا ہوا ہو) کی جمع رِبَاعٌ؛ فُعَلٌ صفتی کی جمع تکسیر نہیں آتی۔ صفتی کی مثال حُطَمٌ ہے حُطم وہ شخص ہے جو جانوروں پر شفقت نہ رکھتا ہو۔

(۹) فِعِلٌ کی جمع: متحرک العین کا چھٹا وزن فِعِلٌ (بکسر فا و کسر عین) ہے اس کی جمع تکسیر میں قلت اور کثرت کا فرق نہیں دونوں میں جمع کا وزن اَفْعَالٌ ہے، جیسے اِبِلٌ (اونٹ) کی جمع میں آبَالٌ ——— واضح ہو کہ فِعِلٌ صفتی جیسے بِلِزٌ (فربہ) کی جمع تکسیر نہیں آتی، صرف جمع تصحیح ثابت ہے۔

(۱۰) فُعُلٌ کی جمع: متحرک العین کا ساتواں وزن فُعُلٌ (بضم فا و عین) ہے اس کی جمع قلت و کثرت دونوں اَفْعَالٌ کے وزن پر آتی ہیں، جیسے عُنُقٌ (گردن) کی جمع اَعْنَاقٌ اور اُذُنٌ (کان) کی جمع آذانٌ ——— اور یہی حال فُعُلٌ صفتی کا ہے، جیسے جُنُبٌ (جنبی) کی جمع اَجْنَابٌ۔

پس بداں کہ ابنیۂ ثلاثی را در بیشتر احوال چہار جمع آید اَفْعُلٌ و اَفْعَالٌ و فِعَالٌ و فُعُوْلٌ، چوں شَمْسٌ و اَشْمُسٌ و شُمُوْس و قِدْرٌ و قُدُوْرٌ و رَجُلٌ و رِجَالٌ و جُنْدٌ و جُنُوْدٌ و جنسٌ و اَجْنَاس و جَبَلٌ و اَجْبُلٌ و اَجْبَالٌ و کَبِدٌ و اَکْبَادٌ و کُبُوْدٌ و یَقُظٌ و اَیْقَاظٌ و اِبِلٌ و اٰبَالٌ و اُذُنٌ و اٰذَانٌ۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ بیشتر احوال میں ابنیۂ ثلاثی کی چار طرح پر جمع آتی ہے۔ اس سلسلہ میں مصنف رحمہ اللہ نے متعدد بناؤں کی جموع بطور مثال ذکر فرمائی ہیں۔ مصنف رحمہ اللہ کا مقصد بطور نمونہ چند اشیاء کا پیش کرنا ہے اس چھوٹے رسالہ میں یہی ہو سکتا ہے کچھ ضروری تفصیل ہم نے اوپر ذکر کر دی ہے، اسے پیش نظر رکھنا چاہئے۔ اس تفصیل کے بعد کتاب کا مضمون سمجھنا آسان ہو جائے گا۔

﴿فائدہ﴾ مصنف رحمہ اللہ نے جو ابنیۂ ثلاثی کے لئے جمع کے چار وزن لکھے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر بناء کی جمع ان چاروں اوزان پر آئے گی،

چنانچہ ابنیۂ ثلاثی کی جمع کے سلسلہ میں جو مثالیں پیش کی ہیں اس سے یہ امر بخوبی واضح ہوتا ہے کہ یہ چار وزن مجموعۂ ابنیۂ ثلاثی کی جموع کے لئے ذکر فرمائے ہیں نہ کہ ہر ہر واحد کے لئے (۱)

اور ابنیۂ ثلاثی سے وہی ثلاثی مجرد کے دس اوزان مراد ہیں جو ابتداء میں مذکور ہو چکے ہیں۔ باستثناء فُعِلٌ (بضم فاوکسر عین) اور فِعُلٌ (بکسر فاو ضم عین) کے یعنی فَلْسٌ، فَرَسٌ، کَتِفٌ، عَضُدٌ، حِبْرٌ، عِنَبٌ، اِبِلٌ، قُفْلٌ، صُرَدٌ عُنُقٌ۔

وجمع فُعَلٌ، فِعْلَانٌ بسیار آید، چوں نُغَرٌ ونِغْرَانٌ وصُرَدٌ وصِرْدَانٌ۔

فُعَلٌ میں فِعْلَانٌ زیادہ آتا ہے: ہم نے اس کی (۲) رعایت سے یہ ظاہر کردیا کہ اَفْعَالٌ اور فِعَالٌ کا وزن بھی فُعَلٌ کی جمع میں آیا ہے اور یہ بھی بتادیا کہ فُعَلٌ کی جمع فِعْلَانٌ کا وزن جمع قلت اور کثرت دونوں کا مشترک وزن ہے (دیکھئے ص: ۱۵۹)

وجمع فَعْلٌ، اَفْعَالٌ کم آید، مگر در اجوف، چوں بَیْتٌ واَبْیَاتٌ۔

فَعْلٌ (بسکون عین وفتح فا) میں اجوف کے علاوہ اَفْعَالٌ کا وزن کم آیا ہے ہم اس کی تفصیل سے بھی بحمد اللہ فارغ ہو چکے ہیں ہم نے یہ بھی واضح کردیا ہے کہ اجوف میں مطلقاً واوی ہو یا یائی اَفْعَالٌ کا وزن غالب ہے (دیکھئے ص: ......) مصنف رحمہ اللہ نے صرف یائی کی مثال پیش کی ہے اس سے مقصد حصر

---

(۱) مثلاً شَمْسٌ بروزن فَلْسٌ کی جمع صرف دو وزنوں پر آتی ہے اَشْمُسٌ بروزن اَفْعُلٌ اور شُمُوْسٌ بروزن فُعُوْلٌ باقی دو وزنوں پر نہیں آتی اور قِدْرٌ بروزن حِبْرٌ کی جمع صرف فُعُوْلٌ کے وزن پر آتی ہے باقی تین وزنوں پر نہیں آتی، وقس علی ھذا ۱۲

(۲) یعنی زیادہ آتا ہے کی رعایت سے کیونکہ اس سے خود بخود یہ معلوم ہو گیا کہ اور وزنوں پر بھی اس بناء کی جمع آتی ہے ۱۲

نہیں ہے۔ بلکہ یہ دکھلانا ہے کہ اجوف میں جمع کا وزن اَفْعَالٌ ہوگا۔ خوب سمجھ لیں۔ یہاں تک مذکر کی جموع بیان ہوئیں اب آگے اسم مؤنث کی جموع سنیے۔

وجمع فَعْلَة: فَعَلَاتٌ بفتح عین و فِعَالٌ آید، چوں جَفْنَةٌ و جَفَنَاتٌ و جِفَانٌ ——— ودر اجوف و مضاعف و صفت عین ساکن بماند، چوں بَيْضَةٌ و بَيْضَاتٌ و سَلَّةٌ وَسَلَّاتٌ و صَعْبَةٌ و صَعْبَاتٌ۔

اسم مؤنث کی جموع کا بیان

اسم مؤنث کی جموع کے سلسلہ میں جمع تکسیر اور تصحیح دونوں کو ملا جلا کر ذکر کرتے ہیں، مگر حسب عادت یہاں بھی انتہائی اختصار سے کام لیا ہے اس میں بھی وہی دو صورتیں (۱) سکون عین اور (۲) حرکت عین کی نکلیں گی۔ پھر بر تقدیر سکون عین فا مفتوح ہو گی یا مکسور و مضموم، پہلے مفتوح الفاء کا بیان ہے

فَعْلَةٌ کی جمع تصحیح فَعَلَاتٌ (بفتح اول و سکون ثانی اور بفتح ثانی) دو طرح پر آتی ہے اور جمع تکسیر فِعَالٌ (بکسر فا) آتی ہے جیسے جَفْنَةٌ (لگن، ناند، بڑا کونڈا) کی جمع سالم جَفْنَاتٌ (بسکون فا و فتح فا) دونوں طرح منقول ہوئی ہے (میری مراد فا سے وہ حرف ہے جو اس مثال میں واقع ہے جو بلحاظ وزن لفظ کا عین کلمہ ہے) اور جِفَانٌ اس کی جمع مکسر ہے ایسی ہی قَصْعَةٌ (پیالہ) کی جمع تکسیر قِصَاعٌ اور سالم قَصْعَاتٌ ہے۔

اس کے علاوہ اس کی جمع تکسیر میں فُعُوْلٌ، فُعَلٌ، فِعَلٌ کے اوزان بھی ثابت ہیں، جیسے بَدْرَةٌ (دس ہزار درہم) کی جمع بُدُوْرٌ اور بِدَرٌ اور نَوْبَةٌ (نمبر، باری) کی جمع نُوَبٌ۔

البتہ فَعْلَةٌ اجوف، فَعْلَةٌ مضاعف اور فَعْلَةٌ صفت میں جمع تصحیح کی عین ساکن رہے گی یعنی فَعْلَةٌ بالتاء جبکہ اجوف یا مضاعف ہو یا صیغہ صفت ہو تو اس کی جمع سالم میں عین کا سکون لازم ہوگا۔ بر خلاف فَعْلَةٌ اسم کے

بشرطیکہ اجوف اور مضاعف نہ ہو کہ اس کی تصحیح بسکون عین و فتح عین دونوں طرح پر جائز ہے۔

صفت، اجوف اور مضاعف میں سکون عین کیوں لازم ہے؟ اصل میں صفت نسبۃً اسم کے مقابلہ پر ثقیل ہے لہٰذا جمع میں خِفّت کا طریق اختیار کیا گیا اور معتل عین یعنی اجوف میں عین پر حرکت لانے سے ثقل بڑھتا ہے کیونکہ عین پر حرکت لانے کے بعد عمل کے دو ہی طریق ہو سکتے ہیں یا بقاعدہٗ قَالَ اس کی الف سے تبدیلی ہو یا علی حالہا چھوڑ دیا جائے۔ سو یوں ہی چھوڑ دینے میں تو ثقل ظاہر ہے اور تبدیلی میں ایک غیر ضروری تغیر بڑھتا ہے اور مضاعف میں عین کو فتح دیں تو فکِّ ادغام لازم آئے گا۔

مثالیں بَیْضَۃٌ (انڈا) اجوف کی مثال ہے۔ سَلَّۃٌ (پٹارا) مضاعف ہے۔ صَعْبَۃٌ (سخت عورت) صفت کا صیغہ ہے۔

﴿نوٹ﴾ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ مؤنث میں یہ عمل ہے کیونکہ یہ تو تمہید میں ظاہر کیا جاچکا ہے کہ مذکر سے فراغت کے بعد اب مؤنث کی جموع کا نمبر ہے اس کا خیال رہنا چاہئے۔

وجمع فِعْلَۃٌ: فِعَلٌ و فِعْلَاتٌ و فِعَلَاتٌ و فِعِلَاتٌ آید، چوں سِدْرَۃٌ و سِدَرٌ و سِدْرَاتٌ و سِدَرَاتٌ و سِدِرَاتٌ۔

فِعْلَۃٌ کی جمع: یہاں سے ساکن العین میں مکسور الفاء فِعْلَۃٌ کا طریق جمع بتاتا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ فِعْلَۃٌ مؤنث اسمی میں جبکہ وہ اجوف، ناقص، اور مضاعف نہ ہو تو اس کی جمع تصحیح میں عین کا فتحہ اور کسرہ دونوں جائز ہیں۔ بنو تمیم سکون بھی تجویز کرتے ہیں۔ لیکن ضمہ کسی حال درست نہیں ـــــــ اور تکسیر میں فِعَلٌ کا وزن شائع ہے۔ سِدْرَۃٌ (بیری کا درخت) کی جمع تکسیر سِدَرٌ (بکسر اول و فتحہ دوم) ہے اور تصحیح میں دال کا سکون، فتحہ، کسرہ تینوں طریق درست اور ثابت ہیں ـــــــ فِعْلَۃٌ اسمی

بشرطیکہ اجوف اور مضاعف نہ ہو کہ اس کی تصحیح بسکون عین و فتح عین دونوں طرح پر جائز ہے۔
صفت، اجوف اور مضاعف میں سکون عین کیوں لازم ہے؟ اصل میں صفت نسبۃً اسم کے مقابلہ پر ثقیل ہے لہٰذا جمع میں خِفَّت کا طریق اختیار کیا گیا اور معتل عین یعنی اجوف میں عین پر حرکت لانے سے ثقل بڑھتا ہے کیونکہ عین پر حرکت لانے کے بعد عمل کے دو ہی طریق ہو سکتے ہیں یا بقاعدۂ قَالَ اس کی الف سے تبدیلی ہو یا علی حالہا چھوڑ دیا جائے۔ سو یوں ہی چھوڑ دینے میں تو ثقل ظاہر ہے اور تبدیلی میں ایک غیر ضروری تغیر بڑھتا ہے اور مضاعف میں عین کو فتح دیں تو فکِّ ادغام لازم آئے گا۔
مثالیں بَیْضَۃٌ (انڈا) اجوف کی مثال ہے۔ سَلَّۃٌ (پٹارا) مضاعف ہے۔ صَعْبَۃٌ (سخت عورت) صفت کا صیغہ ہے۔
﴿نوٹ﴾ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ مؤنث میں یہ عمل ہے کیونکہ یہ تو تمہید میں ظاہر کیا جا چکا ہے کہ مذکر سے فراغت کے بعد اب مؤنث کی جموع کا نمبر ہے اس کا خیال رہنا چاہئے۔

وجمع فِعْلَۃٌ: فِعَلٌ وفِعْلاَتٌ وفِعَلاَتٌ وفِعِلاَتٌ آید، چوں سِدْرَۃٌ وسِدَرٌ وسِدْرَاتٌ وسِدَرَاتٌ وسِدِرَاتٌ۔

فِعْلَۃٌ کی جمع: یہاں سے ساکن العین میں مکسور الفاء فِعْلَۃٌ کا طریق جمع بتاتا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ فِعْلَۃٌ مؤنث اسمی میں جبکہ وہ اجوف، ناقص، اور مضاعف نہ ہو تو اس کی جمع تصحیح میں عین کا فتحہ اور کسرہ دونوں جائز ہیں۔ بنو تمیم سکون بھی تجویز کرتے ہیں۔ لیکن ضمہ کسی حال درست نہیں ـــــــ اور تکسیر میں فِعَلٌ کا وزن شائع ہے۔ سِدْرَۃٌ (بیری کا درخت) کی جمع تکسیر سِدَرٌ (بکسر اول و فتحہ دوم) ہے اور تصحیح میں دال کا سکون، فتحہ، کسرہ تینوں طریق درست اور ثابت ہیں ـــــــ فِعْلَۃٌ اسمی

کی جمع تکسیر میں فِعَالٌ (بکسر اول وفتح دوم) اور اَفْعُلٌ (بفتح ہمزہ وسکون فا وضم عین) بھی منقول ہیں مگر فِعَلٌ کا وزن غالب ہے چنانچہ لِقْحَةٌ (دودھ کی اونٹنی) کی جمع میں لِقَحٌ، لِقَاحٌ دونوں لفظ منقول ہوئے ہیں اور نِعْمَةٌ (خوش عیشی) کی جمع اَنْعُمٌ آئی ہے۔

اور اگر فِعْلَةٌ اسمی معتل ہو، خواہ واوی ہو یا یائی تو اس میں برعایت حرف علت سکونِ عین اور صفت اور اسم کے فرق کے لحاظ سے فتح عین دونوں مُجَوَّزْ ہیں۔ واوی کی مثال دِيْمَةٌ (جھڑی، مسلسل بارش) کی جمع دِيَمَاتٌ (بسکون یا وفتح یا) یائی کی مثال بِيْعَةٌ (کلیسا، گرجا، نصاری کا معبد، یہود کا عبادت خانہ) اس کی جمع تصحیح بِيْعَاتٌ، بِيَعَاتٌ، یہاں عین کا کسرہ جائز نہیں کہ یہ موجب ثقل ہے۔

اور اگر فِعْلَةٌ اسمی معتل لام یعنی ناقص ہو تو واوی کی جمع تصحیح میں عین کا سکون اور فتحہ اور اسی طرح عین کے فتحہ کے ساتھ فا کا فتحہ سب جائز ہیں مثال رِشْوَةٌ اس کی جمع ہر سہ طُرُق مذکورہ پر صحیح ہے ـــــ اور ناقص یائی ہو تو اس میں صُوَر مذکورہ بالا کے علاوہ عین کا کسرہ بھی درست ہے مثال قِنْيَةٌ (وہ چیزیں جو ذخیرہ کے طور پر رکھی جاسکیں) اس کی جمع تصحیح میں نون کا سکون نون کا فتحہ فا کے کسرہ کے ساتھ نون کا کسرہ مع کسرۂ فا اور فا اور نون دونوں کا فتحہ سب جائز ہیں ـــــ یہاں تک اسم کا ذکر تھا۔

لیکن فِعْلَةٌ صفتی میں الف تا کے ساتھ جمع صرف بسکون عین ہی ہو سکتی ہے، جمع بالحرکت درست نہیں صِفْرَةٌ (خالی) کی جمع صِفْرَاتٌ (بسکون فا) ہو گی۔

اور مضاعف میں بہر حال عین کا سکون رہے گا شِدَّةٌ (سختی) کی جمع شِدَّاتٌ، رِدَّةٌ (ارتداد) کی جمع رِدَّاتٌ آئے گی۔

وجمع فُعْلَةٌ: فُعَلٌ وفُعْلَاتٌ وفُعُلَاتٌ وفُعَلَاتٌ آید، چوں رُكْبَةٌ ورُكَبٌ

ورُکْبَاتٌ ورُکُبَاتٌ ورُکَبَاتٌ۔

فُعْلَةٌ کی جمع: فُعْلَةٌ (بضم فا مع سکونِ عین) مؤنث اسمی کی جمع تکسیر بیشتر فُعَلٌ (بضم فا وفتحہ عین) کے وزن پر آتی ہے اس کے علاوہ دو وزن اور بھی منقول ہوئے ہیں، مگر قلت کے ساتھ (۱) فُعُولٌ (بضم فا) اور (۲) فِعَالٌ (بکسر فا) چنانچہ رُکْبَةٌ (گھٹنا) کی جمع تکسیر رُکَبٌ اور بُرْقَةٌ (پتھریلی زمین) کی بُرَقٌ معروف ہے۔ لیکن حُجْزَةٌ (نیفہ جس میں کمربند ڈالا جاتا ہے) کی جمع حُجُوْزٌ اور بُرْمَةٌ (پتھر کی ہانڈی) کی جمع تکسیر بِرَامٌ آئی ہے۔

اب فُعْلَةٌ کی جمع تصحیح سنئے کہ فُعْلَةٌ صحیح العین کی جمع تصحیح میں عند الجمہور عین کی حرکت لازم ہے، وہ حرکت فتحہ کی بھی ہو سکتی ہے کہ وہ اخف ہے اور ضمہ کی بھی باتباعِ فا، مگر کسرہ نہیں آسکتا کہ ضمہ سے بجانب کسرہ انتقال نہایت شدید ہے اور بنو تمیم سکون کی بھی اجازت دیتے ہیں۔ لہٰذا صحیح العین کی جمع تصحیح میں تین صورتیں پیدا ہو گئیں (۱) ضمہ فا کے ساتھ عین کا سکون جیسے رکبة کی جمع رُکْبَاتٌ (۲) عین کا فتحہ جیسے رُکَبَاتٌ (۳) دونوں کا ضمہ جیسے رُکُبَاتٌ۔

اور اگر فُعلة مؤنث اسمی معتل عین ہو، جیسے دُوْلَةٌ تو اس کی جمع تصحیح میں صرف دو صورتیں جائز ہیں (۱) عین کا سکون (۲) عین کا فتحہ۔ عین کا ضمہ جائز نہیں کہ ضمہ واو اور یا دونوں پر ثقیل ہوتا ہے پس دُوْلَةٌ کی جمع دُوْلَاتٌ اور دُوَلَاتٌ ہوگی نہ دُوُلَاتٌ (دُوْلَةٌ: (۱) وہ چیز جو بعینہ ہاتھوں میں ادل بدل ہوتی رہے)

اور اگر فُعْلَةٌ معتل لام ہو تو ناقص یائی کی جمع میں صرف عین کا سکون اور فتحہ جائز ہوگا، ضمہ نہیں، کیونکہ یا ما قبل مضموم کا وزن عند العرب متروک ہے مثال رُقْيَةٌ (جھاڑ پھونک، منتر) اس کی جمع رُقْيَاتٌ (بسکون قاف) اور رُقَيَاتٌ (بفتح قاف) کے علاوہ دوسری کوئی شکل جائز نہیں۔

---

(۱) دُوْلَةٌ اور دَوْلَةٌ (حکومت) کی جمع تکسیر دُوَلٌ اور دُوَلٌ آئی ہے ۱۲

اور ناقص واوی میں ضمہ بھی درست ہے، جیسے عُرْوَةٌ (دستہ، پھندا) کی جمع میں عُرُوَاتٌ (بسکون را و فتحہ را و ضم را تینوں طریق صحیح ہیں)
اور فُعْلَةٌ مضاعف کا حکم وہی ہے جو فِعْلَةٌ (مکسور الفاء) اور فَعْلَةٌ (مفتوح الفاء) کے ذیل میں مذکور ہو یعنی اسکان عین، جیسے غُدَّةٌ (غدود) کی جمع میں غُدَّاتٌ علی ہذا القیاس فُعْلَةٌ صفتی کی جمع میں بھی سکون عین ایک لازمی امر ہے، جیسے صُلْبَةٌ (سخت عورت) میں صُلْبَاتٌ۔

وجمع فَعَلَة: فِعَالٌ و فَعَلَاتٌ آید، چوں رَقَبَةٌ و رِقَابٌ و رَقَبَاتٌ۔

فَعَلَةٌ کی جمع: ساکن العین کے بعد متحرک العین کا نمبر آیا۔ مصنف نے متحرک العین میں صرف ایک ہی شکل پیش کی یعنی فا اور عین دونوں کا فتحہ ہو، جیسے رَقَبَةٌ (گردن) اس کی جمع تکسیر فِعَالٌ (بکسر فا) کے وزن پر رِقَابٌ آتی ہے اور جمع تصحیح بروزن فَعَلَاتٌ (بفتحتین) رَقَبَاتٌ ہے۔

وجمع فَعَال: فُعَلَاءُ آید، چوں جَبَانٌ و جُبَنَاءُ و صَنَاعٌ و صُنَعَاءُ و جَوَادٌ و جُوَدَاءُ۔

ثلاثی مزید فیہ کی جموع

مصنف رحمہ اللہ ثلاثی مجرد کی جموع تکسیر و تصحیح سے فارغ ہو لیا۔ یہاں سے ثلاثی مزید فیہ کی جموع بیان کرتا ہے مگر اس میں حسب عادت بہت زیادہ اختصار اور اجمال سے کام لیا ہے ہم بقدر ضرورت اس کی تفصیل کرتے ہیں تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو جائے۔

مزید فیہ کی زیادت میں حرف زائد یا مدہ ہو گا یا اول میں ہمزہ ہو گا یا آخر میں الف نون ہو گا یا یاء ساکنہ ہو گی ——— مدہ ہونے کی تقدیر پر کہیں وہ کلمہ کا تیسرا حرف ہو گا اور یہی اکثر ہوتا ہے اور کہیں چوتھا یا پانچواں ہو گا اور کہیں

دوسرا بھی ہوگا ـــــــ پھر وہ کلمہ یا اسم ہوگا یا صفت ہوگا ـــــــ پھر یا اسم مذکر ہوگا یا مؤنث ہوگا ـــــــ پھر اسم مذکر کا مدہ الف ہوگا یا واو یا یا ـــــــ یہی حال صفت کا سمجھئے کہ صفت یا مذکر ہوگی یا مؤنث۔

پھر اسم مذکر جس کا مدہ الف ثالث ہو اس کی فا پر فتحہ ہوگا یا کسرہ یا ضمہ۔ ـــــــ اور یہی حال اسم مؤنث کا ہے بصورت مدہ کے الف ثالث ہونے کے فاکلمہ مفتوح ہوگا یا مکسور و مضموم۔

اس تفصیل کے بعد دوسری بات سمجھئے کہ مصنف رحمہ اللہ نے اس مقام پر اول صفت کا ذکر فرمایا ہے بعد میں اسم، اور اس میں بھی بعض صورہ کا ذکر ہے بعض کا نہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ۔

فَعَالٌ کی جمع فُعَلاءُ آتی ہے یعنی صفت مذکر میں جبکہ مدہ ثالثہ الف ماقبل مفتوح ہو تو اس کی جمع تکسیر بیشتر فُعَلاءُ (بضم فا و فتح عین) کے وزن پر ہوگی۔ جیسے جَبَانٌ (بزدل مرد) کی جمع جُبَنَاءُ، صَنَاعٌ (کاریگر مرد) کی جمع صُنَعَاءُ، جَوَادٌ (سخی مرد) کی جمع جُوَدَاءُ ـــــــ لیکن صناع کی جمع صُنُعٌ اور جَوَادٌ (عمدہ گھوڑا، عمدہ گھوڑی) کی جمع جِیَادٌ بھی مستعمل ہے۔ صَنَاعٌ کی جمع میں صُنُعٌ (بضمتین) صراح میں نسوۃ صُنُعٌ کہہ کر بیان کیا ہے شاید مذکر کی جمع میں صُنَعَاءُ آتا ہو اور مؤنث میں صُنُعٌ واللہ اعلم۔

سیبویہ نے صفت کے فَعَالٌ میں جمع تکسیر کا اصلی وزن فُعَلاءُ قرار دیا ہے گویا فَعَالٌ مؤنث کی جمع بھی فُعَلاءُ کے وزن پر ہوگی۔

وجمع فِعَال: فُعُلٌ آید، چوں کِنَازٌ و کُنُزٌ.

فِعَالٌ کی جمع: مذکر صفت میں جبکہ مدہ الف ثالث ہو اور ماقبل مکسور ہو تو اس کی جمع تکسیر فُعُلٌ (بضمتین) کے وزن پر ہوگی جیسے کِنَازٌ (پرگوشت ناقہ) کی جمع کُنُزٌ ـــــــ اور فِعَال کا وزن بھی جمع میں دیکھا گیا ہے مثلاً هِجَانٌ مفرد بھی ہے اور جمع بھی مفرد کی تقدیر پر فا کا کسرہ ایسا ہوگا جیسا کہ

کِتَابٌ مفرد میں فا کا کسرہ ہے اور بر تقدیر جمع یہ کسرہ کسرۂ رِجالٌ کے مثابہ ہوگا جو رَجُلٌ کی جمع ہے (ھِجَانٌ: سفید بالوں والے اونٹ۔ اس میں مذکر مؤنث، مفرد جمع سب برابر ہیں)

فُعَالٌ کی جمع: فُعَالٌ (بضم فا) کی صفت مذکر کا تذکرہ اس کتاب میں نہیں ہے ہم تتمیماً للبحث اس کا اضافہ کرتے ہیں اس وزن کی جمع تکسیر میں تین وزن منقول ہیں فُعلاءُ اور فُعْلاَنٌ (ہر دو بضم فا مع سکون العین فی الثانی) اور فِعْلاَنٌ (بکسر فا و سکون عین) چوں شُجَاعٌ (بہادر) شُجعاءُ، شُجْعَانٌ، شِجْعَانٌ ـــــ شَجْعَةٌ بکسر فا و فتح فا اور فا اور عین دونوں کے فتحہ کے ساتھ بھی نقل ہوا ہے ـــــ اس وزن میں مؤنث صفت کی جمع کا وزن وہی فُعَلاَءُ ہوگا ـــــ یہاں تک مدہ ثالثہ کے الف ہونے کی صورتیں صفت سے متعلق تھیں

وجمع فَعَالٌ وفِعَالٌ وفُعَالٌ وفَعِيْلٌ وفَعُوْلٌ بروزن فِعْلَةٌ وافْعِلَةٌ وفُعُلٌ وفِعْلاَنٌ وفُعْلاَنٌ آید، چوں قَذَالٌ وقُذُلٌ واَقْذِلَةٌ وغَزَالٌ وغِزْلاَنٌ وغِزْلَةٌ وحِمَارٌ واَحْمِرَةٌ وحُمُرٌ، وغُرَابٌ واَغْرِبَةٌ وغِرْبَانٌ، وقَفِيْزٌ واَقْفِزَةٌ وقُفُزٌ وقُفْزانٌ، وعَمُوْدٌ واَعْمِدَةٌ وعُمُدٌ

اسم کی جمع تکسیر کا بیان

اب اسم کی جمع تکسیر شروع کی ہے جس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ۔

فَعَالٌ کی جمع: کلمہ میں تیسری جگہ کا مدہ الف ہو تو فتحہ فا کی صورت میں اَفْعِلَةٌ، فُعُلٌ (بضمتین) فِعْلاَنٌ (بکسر فا و سکون عین) اور فُعُوْلٌ، جمع تکسیر کی یہ چار بنائیں منقول ہیں ان میں اَفْعِلَةٌ غالب ہے اور فُعُوْلٌ بہت کم ہے مثال: قَذَالٌ (گُدی کے گڑھے سے کان تک کا حصہ) اس کی جمع اَقْذِلَةٌ، قُذُلٌ. غَزَالٌ (ہرن کا بچہ) کی جمع غِزْلاَنٌ، غِزْلَةٌ بروزن فِعْلَةٌ۔ عَنَاقٌ

(پٹھیا یعنی بکری کا وہ بچہ جو مادہ ہو) کی جمع عُنُوقٌ۔
فِعَالٌ کی جمع: اب کسرۂ فا کو لیجئے کہ اس میں اَفْعِلَةٌ اور فُعُلٌ (بضمتین) یہ دو وزن غالب ہیں جیسے حِمَارٌ کی جمع میں اَحْمِرَةٌ اور حُمُرٌ اور فِعْلَانٌ (بکسر فا وسکون عین) اور فَعَائِلُ (بفتح فا) یہ دونوں وزن بھی قلت کے ساتھ آئے ہیں، جیسے صِوَارٌ (نیل گایوں کا گلہ) کی جمع میں صِیْرَانٌ اور شِمَالٌ (خُلق، عادت) کی جمع شَمَائِلُ۔
فُعَالٌ کی جمع: اب ضمۂ فا کو لیجئے اس میں اَفْعِلَةٌ کا وزن تو غالب ہے اور فُعْلَانٌ (بکسر فا و ضم فا مع سکون العین) بھی ثابت ہیں مگر فِعْلَةٌ (بکسر فا وسکون عین) کا وزن قلیل ہے مثال غُرَابٌ (کوا) کی جمع اَغْرِبَةٌ، غِرْبَانٌ، قُرَادٌ (چیچڑی) کی جمع قُرُدٌ اور قِرْدَانٌ۔ زُقَاقٌ (گلی، کوچہ) کی جمع زُقَّانٌ۔ غُلَامٌ (نوجوان) کی جمع غِلْمَةٌ۔
مگر یہ یاد رہے کہ فُعَالٌ میں فُعُلٌ کا وزن غیر مضاعف میں ہوگا۔
مضاعف میں یہ شکل درست نہیں ہے ـــــ یہاں تک الف مدہ کا ذکر تھا۔
فَعِیْلٌ اسمی کی جمع: اب یا اور واو کا حال سنیئے فَعِیْلٌ مذکر اسم جس کا تیسرا حرف مدہ یاء ہو اس کی جمع تکسیر میں یہ تین وزن غالب ہیں (۱) اَفْعِلَةٌ (۲) فُعُلٌ (بضمتین) (۳) فُعْلَانٌ (مضموم الفاء، ساکن العین) جیسے قَفِیْزٌ (ایک پیمانہ ہے) کی جمع میں اَقْفِزَةٌ قُفُزٌ، قُفْزَانٌ، رَغِیْفٌ (روٹی) کی جمع میں اَرْغِفَةٌ، رُغُفٌ، رُغْفَانٌ۔
ان کے علاوہ (۱) اَفْعِلَاءُ (بفتح ہمزہ وکسر عین) چوں اَنْصِبَاءُ۔ جمع نَصِیْبٌ (حصہ) (۲) فِعَالٌ (بکسر فا) چوں فِصَالٌ جمع فَصِیْلٌ (اونٹنی کا بچہ) (۳) اور اَفَاعِلُ چوں اَفَائِلُ جمع اَفِیْلٌ (چھوٹا اونٹ) ـــــ لیکن اس کا مضاعف فُعُلٌ (بضمتین) کے وزن پر جمع نہ ہو سکے گا۔
فَعُوْلٌ اسمی کی جمع: یعنی جس کا تیسرا حرف مدہ واو ہو، جیسے عَمُوْدٌ (ستون) ایسے مذکر اسم کی جمع میں اَفْعِلَةٌ اور فُعُلٌ (بضمتین) دو وزن غالب ہیں،

جیسے اَعْمِدَةٌ اور عُمُدٌ ـــــ اس کے علاوہ اوزان (۱) فِعْلَانٌ (بکسر فا) جیسے قَعُوْدٌ (معمولی سواری کا اونٹ) کی جمع میں قِعْدَانٌ (۲) افعالٌ جیسے فُلُوٌّ (بچھیرا) کی جمع اَفْلَاءٌ (۳) فَعَائِلُ جیسے ذَنُوْبٌ (ڈول پانی سے بھرا ہوا) کی جمع میں ذَنَائِبُ۔

وچوں ایں بناہا تا باشد، جمع ایشاں فَعَائِلُ وبالف وتا آید، چوں حَمَامَةٌ وحَمَائِمُ وحَمَامَاتٌ، وذُوَابَةٌ وذَوَائِبُ وذُوَابَاتٌ، ورسَالَةٌ ورَسَائِلُ ورِسَالَاتٌ ، ورَكُوْبَةٌ ورَكَائِبُ ورَكُوْبَاتٌ، وعَجِيْزَةٌ وعَجَائِزُ وعَجِيْزَاتٌ۔

فَعَالَةٌ ، فِعَالَةٌ، فُعَالَةٌ، فَعِيْلَةٌ اور فَعُوْلَةٌ کی جمع: جب یہ بنائیں تا کے ساتھ ہوں تو ان کی جمع بروزن فَعَائِلُ اور الف تا کے ساتھ آتی ہے یعنی جب یہ اوزان اسم مؤنث کے ہوں جس کی ظاہری علامت ان کے آخر میں تا کا ہونا ہے تو جملہ صور مدّات میں جن کا ذکر آچکا ہے، جمع مکسر کا وزن فَعَائِلُ (بفتح فا وکسر ہمزہ) ہوگا اور جمع سالم الف تا کے ساتھ ہوگی۔ چنانچہ ہر ایک کی علی الترتیب مثال متن میں مذکور ہے۔ (۱) فَعَالَةٌ (بفتح فا) کی مثال حَمَامَةٌ (کبوتری) اس کی جمع تکسیر حَمَائِمُ اور جمع تصحیح حَمَامَاتٌ ہے (۲) اور فِعَالَةٌ (بکسر فا) چوں رسالة (خط) اس کی جمع تکسیر رَسَائِلُ اور تصحیح رسَالَاتٌ ہے (۳) اور فُعَالَةٌ (بضم فا) کی مثال ذُوَابَةٌ (گیسو) کی تکسیر ذَوَائِبُ اور تصحیح ذُوَابَاتٌ ہے ـــــ مدہ الف کی تینوں صورتیں ختم ہوگئیں۔

مدّہ یاء کی مثال عَجِيْزَةٌ (سرین) کی تکسیر عَجَائِزُ اور تصحیح عَجِيْزَاتٌ ہے۔ مدہ واو کی مثال رَكُوْبَةٌ (سواری کی اونٹنی) کی تکسیر رَكَائِبُ اور جمع صحیح رَكُوْبَاتٌ ہے۔

اس کے علاوہ مدّہ ثالثہ الف میں اَفْعُلٌ کا وزن بھی مؤنث کے لئے بطور قلت منقول ہوا ہے، چنانچہ عَنَاقٌ (پٹھیا) کی جمع میں اَعْنُقٌ وذِرَاعٌ (جانور

کا دست) کی جمع اَذْرُعٌ اور عُقَابُ (شکاری پرندہ ہے) کی جمع میں اَعْقُبٌ ـــــــ یہ تینوں بے تا کے مؤنث ہیں۔

فَعِيْلٌ اور فَعُوْلٌ صفتی کی جمع: مَدَّہ ثالثہ کی تین صورتوں میں سے الف والی تینوں صورتوں میں اسم اور صفت کے مذکر اور مؤنث کی جمع سے فراغت ہو چکی۔ اس کے بعد یا اور واو میں اسم سے متعلق صورتوں کی جمع تکسیر کا ذکر ہو رہا تھا اور اس میں مذکر اور مؤنث کے جموع کے مختلف اوزان متعارف اور غیر متعارف لکھے جا چکے ــــــ البتہ فَعِيْلٌ اور فَعُوْلٌ صفتی کا ذکر باقی رہ گیا۔ سو مصنف رحمہ اللہ نے تو اس سے تعرض نہیں فرمایا، ہم تکمیل بحث کی خاطر اس کا ذکر ضروری سمجھتے ہیں لہٰذا گذارش ہے کہ

فَعِيْلٌ صفتی مذکر کی جمع تکسیر نو طرح پر ثابت ہے (۱) فُعَلَاءُ چوں كُرَمَاءُ، جمع كَرِيْم (مرد گرامی) (۲) فِعَالٌ چوں كِرَامٌ (۳) فُعُلٌ چوں نُذُرٌ جمع نَذِيْر (ڈرانے والا) (۴) فُعْلَانٌ چوں ثُنْيَانٌ جمع ثَنِيٌّ (وہ اونٹ جس نے اگلے دو دانت جھاڑ دئے ہوں) (۵) فِعْلَانٌ چوں خِصْيَانٌ جمع خَصِيٌّ (خواجہ سرا، آختہ کیا ہوا مرد) (۶) اَفْعَالٌ چوں اَشْرَافٌ جمع شَرِيْف (بزرگ یا اچھے خاندان والا مرد) (۷) اَفْعِلَاءُ چوں اَصْدِقَاءُ جمع صَدِيْق (دوست) (۸) اَفِعْلَةٌ چوں اَشِحَّةٌ جمع شَحِيْح (سخت بخیل) (۹) فُعُوْلٌ چوں ظُرُوْفٌ جمع ظَرِيْفٌ (مرد ظریف زیرک، ذہین)

اور فَعِيْلَةٌ مؤنث کی جمع تکسیر میں دو وزن غالب ہیں فَعَائِلُ اور فِعَالٌ چوں صَبِيْحَةٌ (خوبصورت عورت) کی جمع صَبَائِحُ اور صِبَاحٌ دونوں طرح مستعمل ہے۔

فَعُوْلٌ صفتی مذکر کی جمع: اب واو مدّہَ ثالثہ کا نمبر آیا فَعُوْلٌ مذکر صفتی میں جمع کا غالب وزن فُعُلٌ (بضمتین) ہے، جیسے صَبُوْرٌ (مرد صابر) کی جمع صُبُرٌ ہے مگر فُعَلَاءُ اور اَفْعَال کا وزن بھی قلت کے ساتھ آیا ہے، جیسے وَدُوْدٌ (دوست رکھنے والا یا محبت کرنے والا مرد) کی جمع وُدَدَاءُ اور

عَدُوٌّ (دشمن) کی جمع اَعداءٌ۔
اور مؤنث صفتی میں فَعَائِل کا وزن غالب ہے، جیسے عَجُوزٌ (بوڑھی عورت) کی جمع عَجَائِزُ۔

وجمع ابنیہ رباعی بروزن فَعَالِلُ آید، چوں جَعْفَر وجَعَافِرُ ودِرْهَمٌ ودَرَاهِمُ وبُرْثُنٌ وبَرَاثِنُ۔

اسم رباعی مجرد کی جمع: ابنیہ رباعی کی جمع فَعَالِلُ کے وزن پر آتی ہے۔ فا کلمہ مفتوح ومکسور ہو یا مضموم ہو۔ مفتوح کی مثال جَعْفَرٌ (چھوٹی نہر) کی جمع جَعَافِرُ۔ مکسور کی مثال: دِرْهَمٌ کی جمع دَرَاهِمُ ہے۔ مضموم کی مثال: بُرْثُنٌ (پنجۂ شیر) کی جمع بَرَاثِنُ ہے

وجمع ثلاثی کہ بزیادت حرفے چہار حرفی شدہ، ہم بریں قیاس آید، چوں اِصْبَعٌ واَصَابِعُ ومَنْزِلٌ ومَنَازِلُ وصَيْقِلٌ وصَيَاقِلُ، وعِثْيَرٌ وعَثَائِرُ، واَوَّل واَوَائِلُ ومِدَقٌّ ومَدَاقُّ۔

مُلْحَقَات رباعی مجرد کی جمع: جو ثلاثی ایک حرف کی زیادتی سے چہار حرفی ہو گئی ہو، اس کی بھی جمع اسی قیاس پر آئے گی یعنی وہی فَعَالِلُ کے وزن پر جمع تکسیر ہو گی ـــــــ خواہ وہ زیادت کلمہ کے اول میں ہو، پھر خواہ ہمزہ ہو یا کوئی دوسرا حرف، جیسے اِصْبَعٌ (انگلی) کی جمع اَصَابِعُ اور مَنْزِلٌ (فرودگاہ، پڑاؤ) کی جمع مَنَازِلُ ـــــــ یا وہ زیادت کلمہ کے وسط میں ہو پھر فا وعین کے مابین ہو، جیسے صَيْقِلٌ میں صَيَاقِلُ (صَيْقِلٌ: صِقلی گر، تلوار آئینہ وغیرہ کی منجھائی کرنے والا) یا عین اور لام کے مابین ہو، جیسے عِثْيَرٌ (غبار) کی جمع عَثَائِرُ ـــــــ خواہ وہ کلمہ مضعّف ہو یا نہ ہو۔ پھر تضعیف وسط میں ہو، جیسے اَوَّلُ کی جمع اَوَائِلُ یا آخر میں ہو جیسے مِدَقٌّ (کوبہ، موسل) کی جمع مَدَاقُّ۔

استدراک لیکن حسب تصریح صاحب اصول اکبری ملحقات رباعی مجرد میں جن کا الحاق بتکرار لام نہ ہو گا اس کی جمع تکسیر فَعَالِلُ نہ ہو گی، گو صورت میں فَعَالِلُ کے مشابہ ہو، جیسے عِثْیَرٌ میں اصل جمع کا وزن فَعَائِلُ (بالہمزہ) ہے جو صورۃً فَعَالِلُ سے مشتبہ ہو رہا ہے۔ فَعَالِلُ نہیں ہے۔

﴿فائدہ﴾ وزن فَعَالِلُ میں اسم اور صفت کا فرق نہیں، جیسے قِمَطْرٌ (بستہ، جزدوان) کی جمع قَمَاطِرُ ہے، ایسے ہی سِبَحْلٌ صفت (زن فربہ) کی جمع سَبَاحِلُ ہے۔

واگر چہارم کلمہ حرف مدولین باشد، جمع او فَعَالِیْلُ آید، چوں مِفْتَاحٌ ومَفَاتِیْحُ وعُصْفُوْرٌ وعَصَافِیْرُ وقِنْدِیْلٌ وقَنَادِیْلُ، ومِنْدِیْلٌ ومَنَادِیْلُ۔

رباعی مزید فیہ کی جمع: اگر چوتھا کلمہ حرف مدّ ولین ہو تو اس کی جمع بروزن فَعَالِیْلُ آئے گی یعنی رباعی مزید فیہ جس کا چوتھا حرف مدّہ ہو، خواہ واو ما قبل مضموم یا یاء ما قبل مکسور یا الف ما قبل مفتوح ہو تو اس کی جمع تکسیر میں فَعَالِیْل کا وزن مطّرد ہے جیسے عُصْفُوْرٌ (چڑیا) کی جمع عَصَافِیْرُ، قِنْدِیْلٌ (لالٹین) کی جمع قَنَادِیْلُ، قِرْطَاسٌ (کاغذ) کی جمع قَرَاطِیْسُ۔

مُلْحَقَاتِ رباعی مزید فیہ کی جمع: یہی حکم مُلْحَقَاتِ رباعی کا ہے یعنی رباعی مزید فیہ جس کا حرف رابع مدّہ ہو اس کے مُلْحَقَات کا حکم بھی رباعی مزید فیہ کا ہے، بشرطیکہ الحاق بتکرار لام ہو، جیسے جِلْبَابٌ (چادر) یہ قِرْطَاس کا ملحق ہے، اس کی جمع جَلَابِیْبُ ہے۔

﴿فائدہ﴾ اس باب میں بھی اسم وصفت کا فرق نہیں ہے۔ قِنْدِیل مِنْدِیل (رومال) عُصفور، قِرطاس اسماء ہیں اور سِرْدَاحٌ (فربہ ناقہ) اور عُزْهُوْلٌ (وہ اونٹ جس کو چراگاہ میں آزاد چھوڑ دیا گیا ہو) صفت ہیں ان کی جمع سَرَادِیْحُ اور عَزَاهِیْلُ ہے۔

﴿فائدہ﴾ مصباح، مفتاح، مندیل یہ در اصل رباعی نہیں ثلاثی ہیں جو بباعث

زیادتی مدہ رابعہ رباعی کے ہم وزن ہوگئے ہیں ان کی جمع بھی فَعَالِیْلُ کے وزن پر مطرد ہے، چنانچہ مصابیح ،مفاتیح، منادیل ان کی جمع تکسیر معروف ہے۔

وخماسی راجمع تکسیر کم کنند، واگر بکنند حرف آخر راحذف کنند، وباقی رابر فَعَالِلُ جمع کنند، چوں سفرجلٌ وسفارِجُ وجحمرشٌ وجحامِرُ۔

خماسی کی جمع: خماسی کی جمع تکسیر کم کرتے ہیں اور اگر کرتے ہیں تو حرف آخر کو حذف کرتے ہیں، پھر باقی ماندہ اسم کو بروزن فَعَالِلُ بتکرار لام جمع کرلیتے ہیں، چنانچہ سفرجلٌ کی جمع سفارِجُ اور جحمرشٌ (بہت بوڑھی عورت) کی جمع جحامِرُ اسی اصول پر بنائی گئی ہے کہ سفرجل کا لام اور جحمرش کا شین حذف کرکے سفرجْ اور جحمرْ کی جمع جعفرْ کی جمع کی طرح سفارِجُ اور جحامِرُ چوں جعافِرُ کرلی گئی۔

﴿فائدہ﴾ اور بقول ابن مالک خماسی میں جمع تکسیر بناتے وقت حرف خامس کا حذف بلاشرط ہے لیکن گاہے یہ حذف حرف رابع کا بھی ہوتا ہے بشرطیکہ وہ رابع یا تو خود حروف زوائد میں سے ہو ـــــ حروف زوائد کا مجموعہ سَألْتُمُوْنِیهَا ہے یعنی ان میں کا کوئی حرف ہو ـــــ یا بلحاظ مخرج حروف زوائد کے مخرج سے قریب ہو، جیسے دال اور تا قریب المخرج ہیں اور تا حروف زوائد میں سے ہے مگر یہ حذف وہاں ہوگا جہاں حرف رابع طرف کے قریب ہو، بعید میں یہ تصرف نہیں کرتے۔

غرض مذکورہ بالا صورت میں بجائے حرف آخر کے حذف کرنے کے اس رابع کو حذف کرکے فَعَالِلُ کے وزن پر جمع بنالیتے ہیں مثلاً قُذعمِلٌ (موٹا اونٹ ،بہت بوڑھا) کی جمع تکسیر بنانی ہے تو میم کو جو ازجملہ حروف زوائد ہے اور کنارے کے قریب ہے حذف کردیا اور بروزن فعالِل قُذاعِلُ جمع بنالی۔ ایسے ہی فرزْدقٌ (ایک شاعر کا نام) کی دال کو جو اگرچہ خود حروف زوائد میں شمار نہیں ہے مگر تا سے قریب المخرج ہے اور تا زوائد میں

سے ہے لہٰذا اس کو حذف کر کے فَرَازِقُ علی وزن فَعَالِلُ جمع بن گئی ـــــ لیکن جَحْمَرِشٌ میں میم کو حذف کر کے جَحَارِشُ کہنا درست نہیں، کیونکہ میم طَرف سے ہٹی ہوئی ہے۔

ودر جموع تداخل بسیار افتد ای جمع بنائے، بنائے دیگر راد ہند

جموع میں تداخل بہت واقع ہوتا ہے۔ لفظ "اَیْ" سے تداخل کی تفسیر یا تشریح کرتے ہیں۔ یہ "اَیْ" تفسیریہ کہلاتا ہے۔ "یعنی" کے معنی میں یعنی ایک بنا کی جمع دوسری بنا کو دیدیتے ہیں یعنی جمع کے ایک ایک وزن پر چند چند بنائیں جمع ہو جاتی ہیں جیسے وزن فَعَالِلُ میں رباعی، ثلاثی مزید فیہ، خماسی سب جمع ہو گئے اور فُعُلٌ (بضمتین) میں: فَعَالٌ (بفتح فا و بکسر فا) فَعِيلٌ فُعُولٌ وغیرہ سب متداخل ہیں مثلاً قَذَالٌ میں قُذُلٌ۔ حِمَارٌ میں حُمُرٌ، قَفِيزٌ میں قُفُزٌ، عَمُودٌ میں عُمُدٌ الی غیر ذلك.

ایسی ابنیہ کم ہیں جو خاص طور پر کسی ایک ہی قسم کے کلمات کے لئے مستعمل ہوں اور دوسرے اوزان کی گنجائش نہ رکھتے ہوں واللہ اعلم۔

واقتصار بسیار افتد ای بنائے کہ وے راجمعہا باشد، بریکے وبردو اقتصار کنند، وما آں را فرو گذاشتہ ایم از جہت اختصار و ایجاز۔

جموع میں اقتصار بھی بہت واقع ہوتا ہے یعنی جس بنا کی بہت سی جمع ہوتی ہیں ان میں سے بوقت بیان صرف ایک دو پر اقتصار کرتے ہیں تمام جموع نہیں بتاتے، کیونکہ مقصد کام چلانا ہے اور نمونہ پیش کرنا ہوتا ہے، استیعاب نہیں ہوتا۔ مبسوطاتِ صرف کے مطالعہ سے یہ امر بخوبی ظاہر ہوتا ہے ـــــ اور ہم نے تو جموع کے ان کثیر اوزان کو بغرض اختصار و ایجاز چھوڑ دیا ہے تاکہ خواہ مخواہ کا طول طالب کے لئے مزید الجھاؤ اور پریشانی کا باعث نہ ہو۔

ایجاز اور اختصار متقارب المعنی الفاظ ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایجاز کا تعلق تداخل والے مسئلہ سے ہو اور اختصار کا تعلق کثرت جموع کے مسئلہ سے ہو ــــــ حاشیہ پر بطور مثال چند اوزان کی جموعِ کثیرہ لکھدی ہیں۔انہیں دیکھ لیا جائے ــــــ ہم نے بھی بغرض تسہیل بعض ضروری مقامات کی ضروری تفصیل اور تشریح کردی ہے اگرچہ بہت سے ضروری امور ضبط تحریر سے رہ گئے، جس کی وجہ خود مصنف رحمہ اللہ کا ان امور کے بیان سے اغماض برتنا ہے۔

فصلِ چہارم در تصغیر

تصغیر کا بیان

تصغیر کے (لغوی) معنی چھوٹا کرنا، حقیر کرنا، کیونکہ تصغیر کا مقصد مُصَغَّر میں کسی نہ کسی اعتبار سے چھوٹا پن اور اس کی حقارت دکھانا ہوتا ہے۔اس لئے اُس عمل کا نام جو آگے آرہا ہے تصغیر رکھا گیا۔

اصطلاحی معنی: اسم میں کچھ حرکات اور سکنات میں تبدیلی کرکے اور کچھ حروف میں حذف واضافہ کرکے خاص خاص شکلیں پیدا کردی جاتی ہیں، جن سے تصغیری معنی کی تحصیل مطلوب ہوتی ہے،اس عمل کا نام تصغیر ہے۔

مقاصد تصغیر: یہ تصغیری معنی مختلف طریقوں کے ہوتے ہیں، کہیں تقلیلِ عدد کی شکل میں متجلی ہوتے ہیں اور کہیں تقلیلِ مقدار کے رنگ میں نمایاں ہوتے ہیں، کہیں کسی ذات کی مُبہم یا متعین طور پر تحقیر مقصود ہوتی ہے، کہیں اظہارِ شفقت کے ذریعہ اس سے اپنے قُرب تعلق کا اظہار ہوتا ہے جس میں مصغر کے ساتھ اپنے باطنی تعلق کی مسافت کو کم سے کم کرکے دکھلایا جاتا ہے، کہیں کسی امر کی ہولناکی دکھاکر درمیانی مسافت کے بُعد کو قُرب سے تبدیل

کرنا منظور ہوتا ہے تاکہ سننے والا اُس کو زیادہ محسوس کرکے اس سے تحفظ کا انتظام کرے یا شخصِ معظم کی عظمت کو قلوب سامعین میں جاگزیں کرنے کی غرض سے اس کو تصغیری شکل میں پیش کردیتے ہیں۔

بہر حال تصغیر کے مقاصد میں یہ مختلف امور شامل ہیں۔ تقلیل، تحقیر، تقریب، تکبیر، تعظیم، شفقت۔ ان سب میں قدرے مشترک کے طور پر کسی نہ کسی نہج، صِغر کے معنی موجود ہیں۔

امثلہ سے یہ جملہ امور بخوبی سمجھ میں آسکتے ہیں (۱) دُرَیْهِمَاتٌ (چند درہم) دِرْهَمٌ کی تصغیر، دُنَیْنِرَاتٌ (چند دینار) دِیْنَارٌ کی تصغیر، یہ تقلیلِ عدد ہے (۲) قُبَیْلَ الظهر (ظہر سے کچھ پہلے) بُعَیْدَ العصر (عصر سے کچھ بعد) فُوَیْقَ الارض (زمین سے کچھ یوں ہی اوپر) قَبْلُ، بَعْدُ، فَوْقَ کی تصغیر میں، یہ مقداری تقلیل ہے۔ اس میں تقریب کے معنی (بھی) پائے جاتے ہیں قَبْلَ الظهر میں قبلیّت کی تقریب پر دلالت نہ تھی، قُبَیْلُ میں تقریبی معنی پیدا ہوگئے (۳) تحقیر ذات کی مثال رُجَیْلٌ (حقیر مرد) عُوَیْلِمٌ (حقیر عالم یعنی معمولی عالم) اول میں تحقیر مبہم ہے، ثانی میں تحقیرِ مبیّن ہے (۴) تکبیر اور تعظیم کی مثال: موت کے لئے لفظ دُوَیْهِیَةٌ کا استعمال جو دَاهِیَةٌ کی تصغیر ہے۔ دَاهِیَةٌ مصیبتِ عظیمہ کو کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ موت کی مصیبت تمام دواہی سے بڑھ چڑھ کر ہے (۵) تصغیر شفقت: یَابُنَیَّ (اے میرے پیارے بیٹے) یَا أُخَیَّ (اے میرے پیارے بھائی) اِبْنٌ اور اَخٌ کی تصغیر میں۔

مصغّر راسہ بناست: فُعَیْلٌ و فُعَیْعِلٌ و فُعَیْعِیْلٌ. اما فُعَیْلٌ جملگی ثلاثی راباشد، چوں کَلْبٌ و کُلَیْبٌ و رَجُلٌ و رُجَیْلٌ و فُعَیْعِلٌ رباعی راباشد، ومشابہ رباعی وخماسی راہم باشد، چوں جَعْفَرٌ و جُعَیْفِرٌ و دِرْهَمٌ و دُرَیْهِمٌ و مَنْزِلٌ و مُنَیْزِلٌ و اَکْحَلُ و اُکَیْحِلٌ و جَدْوَلٌ و جُدَیْوِلٌ و سَفَرْجَلٌ و سُفَیْرِجٌ. و حرفِ آخر از خماسی در تصغیر بیفتد، چنانچہ در جمع تکسیر۔ و

فُعَیْعِیلٌ کلمہ را باشد کہ چہارمِ او حرف مدولین باشد، چوں مِفْتَاحٌ و مُفَیْتِیحٌ و عُصْفُورٌ و عُصَیْفِیرٌ، و قِنْدِیلٌ و قُنَیْدِیلٌ۔

اسم مصغّر کے تین وزن ہیں (۱) فُعَیْلٌ (بضم فاو فتح عین مع زیادتِ یائے ساکنہ مابین عین ولام) (۲) فُعَیْعِلٌ (عین ثانی کے کسرہ کے ساتھ، باقی بدستور) (۳) فُعَیْعِیلٌ (بزیادت یائے ساکنہ مابین عین ثانی ولام، باقی بدستور)

اماسے ہر سہ ابنیہ کی تفریق بلحاظِ استعمال بیان کرتا ہے۔

(۱) فُعَیْلٌ کا وزن ہر ثلاثی کے لئے ہوتا ہے کَلْبٌ کی تصغیر کُلَیْبٌ، رَجُلٌ کی تصغیر رُجَیْلٌ یعنی وہ ثلاثی ساکن الاوسط ہو یا متحرک الاوسط ہو ـــــ یہاں یہ بات سمجھ لیجئے کہ ثلاثی سے مراد سہ حرفی کلمہ ہے اور جملگی کا مطلب یہ ہے کہ سہ حرفی کلمہ تثنیہ جمع ہو یا مفرد، خواہ اس کے آخر میں تائے تانیث لگ رہی ہو یا الف ممدودہ تانیث کی علامت اس سے ملحق ہو، یا بطور علامت اس کے آخر میں الف مقصورہ لگا ہو، یا یائے نسبت آخر سے ملحق ہو، یا وہ سہ حرفی لفظ مرکب امتزاجی کا جزو اول ہو، یا وہ مرکب اضافی کا پہلا جزو ہو، اور وہ مرکب اضافی کسی شخص کا عَلَم ہو، وہ سہ حرفی کلمہ اسم ہو یا صفت ہو، بہر حال اس کا میزانِ تصغیر فُعَیْلٌ کا وزن ہے۔ مزید ایضاح کے لئے امثلہ کا ذکر ضروری ہے، سو سنئے:

(۱) مفرد کی مثال تو خود متن میں کَلْبٌ اور رَجُلٌ مذکور ہیں۔

(۲) تثنیہ جمع لیجئے رَجُلَانَ کی تصغیر رُجَیْلَانَ، زَیْدُونَ کی تصغیر زُیَیْدُونَ۔ تثنیہ جمع کی علامتوں کو چھوڑ کر، کہ وہ الگ سے لگائی جاتی ہیں، اصل کلمہ کا جزو نہیں ہوتیں، اصل کلمہ وہی رَجُلٌ سہ حرفی اور زَیْدٌ سہ حرفی ہے، جس کی تصغیر کا وزن صُوری فُعَیْلٌ (بضم فاو فتح عین واسکانِ یا) ہے۔

(۳) اب تائے تانیث اور الف مقصورہ و ممدودہ کو لیجئے، وہاں بھی آپ کو مصغر کا میزان یہی فُعَیْلٌ ملے گا۔ طَلْحَةٌ کی تصغیر طُلَیْحَةٌ، حُبْلٰی کی تصغیر

حُبَیْلٰی اور حَمْرَاءُ کی تصغیر حُمَیْرَاءُ دیکھئے زوائداتِ تانیث کو چھوڑ کر اصل کلمہ سہ حرفی ہے اسی کی تصغیر فُعَیْلٌ کے وزن پر ہو رہی ہے طُلَیْحٌ، حُبَیْلٌ، حُمَیْرٌ

(۴) یائے نسبت کو لیجئے، اس کا ماقبل ہمیشہ مکسور ہوگا، جیسا تائے تانیث اور ہر دوالف تانیث کا ماقبل ہمیشہ مفتوح ہی ہوگا بَصَرِیٌّ کی تصغیر بُصَیْرِیٌّ ہے بُصَیْرٌ فُعَیْلٌ کا وزن ہے، جو بَصَرٌ سہ حرفی کلمہ کی تصغیر کا اصلی وزن ہے، یائے نسبت ایک دوسرا کلمہ ہے، جیسے تائے تانیث اور ممدودہ، مقصورہ الف، جن کا الحاق خاص خاص معانی کی غرض سے کلمہ کے آخر میں ہوتا ہے۔ گو بباعث شدتِ امتزاج اعراب کا تعلق پورے کلمہ کے ان زوایدات سے رہتا ہے۔

(۵) مرکب امتزاجی خَمْسَةَ عَشَرَ، اس کی تصغیر خُمَیْسَةَ عشر، بتصغیر جزو اول ہے، جزو ثانی یعنی عَشَرٌ یہ دراصل خود مستقل کلمہ ہے، جو بباعث ترکیب اپنے ماقبل کے ساتھ لپٹ رہا ہے۔

(۶) عَلَم کی مثال: اَبُوْ عَمْرٍو یہ مرکب اضافی عَلَم ہے، اس کی تصغیر بتصغیر جزو اول اُبَیُّ عَمْرٍو ——— حَمْرَاءُ میں صفت کے معنی موجود ہیں۔

﴿فائدہ﴾ میں نے بسلسلۂ کلام فُعَیْلٌ کو سہ حرفی لفظ کی تصغیر کا ''وزنِ صوری'' لکھا ہے۔ اس کی وجہ بھی سن لیجئے:-

وزن تین قسم کے ہوتے ہیں: (۱) وزنِ صرفی، (۲) وزنِ عَرُوضی، (۳) وزنِ صوری۔

(۱) وزنِ صرفی میں موزوں بہ کے حرکات، سکنات اور اصول و زوائدِ حروف کے بالمقابل، موزون میں یہ تمام چیزیں پوری مطابقت کے ساتھ موجود ہونگی یعنی حرکات کے مماثل حرکات، اور سکون کے مقابل سکون، پھر موزون بہ کے اصول کے مقابلہ پر موزون کے اصول اور اس کے زوائد کے بالمقابل یہاں اسی قسم کے زوائد کا موجود ہونا ضروری ہے۔

(۲) وزن عَرُوضی میں حرکت بمقابلۂ حرکت اور سکون بمقابلۂ سکون ہونا کافی

ہے، اگرچہ وہ حرکات باہم مختلف ہوں طَعَامٌ، اِدَامٌ، رَغِیفٌ ان سب کا وزن عروضی فَعُوْلٌ ہو سکتا ہے، کیونکہ حروف کی تعداد اور حرکات، سکنات میں یہ تینوں اور فَعُوْلٌ برابر ہیں۔ لیکن وزن صرفی تینوں کا مختلف ہے اور وہ طَعَامٌ (کھانا) کا فَعَالٌ (بفتح فا) ہے، اِدَامٌ (سالن) کا فِعَالٌ (مکسور الفاء) ہے اور رَغِیفٌ (روٹی) کا وزن صرفی فَعِیلٌ ہے۔

(۳) وزنِ صوری ان دونوں کے بین بین ہے کہ اس میں صورتاً دو چیزیں متوازن دیکھ لی جاتی ہیں، خواہ حقیقتاً وہ باہم مختلف ہی کیوں نہ ہوں۔ اس میں فقط حرکات کا مقابلہ اپنے مماثل حرکات(۱) سے اور سکون کا مقابلہ سکون سے دیکھ لیا جاتا ہے۔ پس وزنِ عروضی، وزنِ صرفی اور وزنِ صوری دونوں سے عام ہوا اور وزنِ صرفی، وزنِ عروضی اور وزنِ صوری دونوں کی نسبت خاص رہا اور وزنِ صوری، وزنِ عروضی کے مقابلہ پر خاص اور وزنِ صرفی کی نسبت عام ہوا۔

غرض تصغیر میں مصغّر کا فُعَیْلٌ یا فُعَیْلِلٌ یا فُعَیْعِیلٌ کے ہموزن ہونے کا صرف اتنا ہی مطلب ہے کہ بوزنِ صوری وہ کلمہ ان کے وزن پر ہو جائے، خواہ صرفی وزن بھی وہی ہو یا اس سے مختلف ہو۔ دیکھئے رُجَیْلٌ اور نُوَیْسٌ (۲) کا وزن صوری وہی فُعَیْلٌ ہے لیکن وزن صرفی اول کا فُعَیْلٌ اور ثانی کا (عُوَیْلٌ ہے کیونکہ نَاسٌ کی اصل اُنَاسٌ بروزن فُعَالٌ ہے، ہمزہ کثرت استعمال کی وجہ سے حذف کیا گیا ہے اور اس کا کوئی بدل نہیں لایا گیا پس نَاسٌ کا وزن صرفی عَالٌ ہے فا کلمہ محذوف ہے اور نُوَیْسٌ کا عُوَیْلٌ ہے(۳))

اسی طرح اُحَیْمِرٌ، مُضَیْرِبٌ، جُوَیْرِبٌ، صُیَیْرِفٌ ان کا وزنِ صوری فُعَیْلِلٌ ہے مگر وزن صرفی اول کا اُفَیْعِلٌ ثانی کا مُفَیْعِلٌ ثالث کا فُوَیْعِلٌ رابع کا فُیَیْعِلٌ ہے۔

---

(۱) یعنی ضمہ بمقابلہ ضمہ اور فتحہ بمقابلہ فتحہ اور کسرہ بمقابلہ کسرہ اور سکون بمقابلہ سکون ہونا چاہئے حروف اصلی اور زوائد کا تقابل شرط نہیں ۱۲

(۲) نُوَیْسٌ تصغیر ہے نَاسٌ کی بمعنی تھوڑے لوگ یا معمولی لوگ ۱۲

(۳) نَاسٌ کی مزید تحقیق لسان العرب مادہ انس میں ہے ۱۲

(۲) فُعَیْلِلٌ کا وزن مصغّر میں رباعی کے لئے ہوتا ہے اور مشابہ رباعی کے لئے و نیز خماسی کے لئے بھی ہوتا ہے۔ مشابہ رباعی سے چو حرفی کلمہ مراد ہے، خواہ وہ ثلاثی مزید ہو یا کچھ اور ہو، رباعی کلمہ کے تمام حروف اصلی ہوں یا کوئی زائد بھی ہو، خماسی سے پنج حرفی کلمہ مراد ہے، خواہ وہ ثلاثی مزید ہو یا رباعی مزید یا وہ خماسی مجرد ہو، بشرطیکہ پنج حرفی کلمہ کا چوتھا حرف مدّہ زائدہ نہ ہو، نہ تصغیر سے قبل ایسا ہو اور نہ بعد التصغیر ایسا ہو گیا ہو مثلاً مِضْرَابٌ کا چوتھا حرف یعنی الف تصغیر سے قبل مدّہ زائدہ ہے۔

اور تصغیر کے بعد حرفِ رابع کے مدّہ بننے کی دو شکلیں ہیں:

(۱) مدّہ زائدہ اصل کلمہ میں پانچویں جگہ پر ہو، تصغیر کے وقت کلمہ کا زائد حرف جو مدّہ سے قبل واقع تھا، اس کے حذف سے وہ مدّہ خامسہ مدّہ رابعہ بن جائے مثلاً خَنْدَرِیْسٌ (پرانی شراب اور پرانی کھجور، گیہوں وغیرہ) کی یاء مدہ زائدہ ہے کیونکہ یاءزائد کے بالمقابل واقع ہے(۱) اور یہ کلمہ کا پانچواں حرف ہے، اب بضرورتِ تصغیر نون کو حذف کر دیا تو یہ مدہ پانچویں جگہ سے چوتھی جگہ پر آگیا۔ خَنْدَرِیْسٌ کی تصغیر خُدَیْرِیْسٌ ہے۔

(۲) دوسری شکل یہ ہے کہ اصل کلمہ میں حرف علت چوتھی جگہ واقع تھا مگر مدّہ نہ تھا، تصغیر میں جاکر وہ مدہ بن گیا، مثلاً سِنَّوْرٌ (بلّی) کا واو فتحہ ما قبل کے باعث مدہ نہیں ہے مگر رابع ہے، کیونکہ حرفِ مشدّد دو حرف ہیں، لیکن تصغیر میں آکر کسرۂ ما قبل کی بنا پر واو یاء ہو گیا اور مدہ بن گیا ——— اس شرط کا فائدہ آگے چل کر معلوم ہوگا۔

امثلہ (۱) جَعْفَرٌ (چھوٹی نہر) کی تصغیر جُعَیْفِرٌ رباعی مجرد میں، اسی طرح دِرْهَمٌ کی تصغیر دُرَیْهِمٌ (۲) مَنْزِلٌ، اَکْحَلُ (بازو کی ایک رگ کا نام) جَدْوَلٌ (نہر صغیر، نالی) یہ چو حرفی کلمات اصل میں ثلاثی ہیں مگر زیادتِ حرف کے باعث مشابہ برباعی ہوگئے۔ ان کی تصغیر مُنَیْزِلٌ، اُکَیْحِلُ،

---

(۱) خندریس کا وزن فَعْلَلِیْلٌ ہے اور یہ لفظ غالباً معرّب ہے ۱۲

جُذَیْوِلٌ ہے۔(۳) مُکْرَمٌ (معزز آدمی) ثلاثی مزید فیہ کی تصغیر مُکَیْرِمٌ ہے
(۴) سَفَرْجَلٌ خماسی ہے اس کی تصغیر بحذفِ حرفِ خامس سُفَیْرِجٌ ہے،
چنانچہ خود مصنف رحمہ اللہ نے تصغیر خماسی میں اس کا اظہار فرمایا ہے کہ
﴿قاعدہ﴾ تصغیر میں خماسی کا حرف آخر گر جاتا ہے جیسا کہ اس کی جمع تکسیر
میں گر جاتا ہے (سَفَرْجَلٌ کی جمع تکسیر سَفَارِجُ ہے)
(۴) فُعَیْعِیْلٌ کا وزن تصغیر میں ان کلمات کے لئے ہوتا ہے کہ جن کا چوتھا
حرف مدّہ ولین ہو، خواہ الف ہو جیسا مفتاح میں یا واو ہو جیسا عُصْفُوْرٌ میں یا یاء
ہو جیسا قِنْدِیْلٌ میں، ان کی تصغیر مُفَیْتِیْحٌ، عُصَیْفِیْرٌ، قُنَیْدِیْلٌ ہے۔ مفتاح
ثلاثی مزید فیہ ہے اور قُرَیْطِیْسٌ، قِرْطَاسٌ کی تصغیر، یہ رباعی مزید فیہ ہے،
اسی طرح عصفور قندیل یہ بھی ثلاثی مزید فیہ کی امثلہ ہیں۔

واز مؤنث سماعی آنچہ سہ حرفی باشد تا زیادہ کنند در تصغیر وے، چوں
شَمْسٌ و شُمَیْسَةٌ و دَارٌ و دُوَیْرَةٌ

﴿قاعدہ﴾ سہ حرفی مؤنث سماعی کی تصغیر میں تا زیادہ کرتے ہیں تا کہ مذکر اور
مؤنث کا امتیاز قائم رہے، چنانچہ شَمْسٌ کی تصغیر شُمَیْسَةٌ اور دَارٌ کی تصغیر
دُوَیْرَةٌ آتی ہے۔ شُمَیْسٌ اور دُوَیْرٌ کا وزن وہی فُعَیْلٌ ہے، جو جملگی ثلاثی کے
لئے ابتدائے فصل میں بیان ہوا۔
﴿فائدہ﴾: اور جب سماعی مؤنث میں بھی بوقت تصغیر تا کا الحاق ضروری ہوا
تو قیاسی مؤنث کی علاماتِ تانیث کا ابقاء تصغیر میں بدرجہ اولی ضروری
ہوا، چنانچہ ہم اس کے متعلق مفصل لکھ چکے ہیں۔

وبسیار باشد کہ حرفہائے زیادت از کلمہ حذف کنند، پس تصغیر کنند، و آں
را تصغیر ترخیم گویند، چوں اَزْهَرُ و زُهَیْرٌ، و حَارِثٌ و حُرَیْثٌ.

تصغیر ترخیم کا بیان: اور ایسا بہت ہوتا ہے کہ اول (یعنی پہلے) کلمہ کے زوائد

حروف حذف کر دیتے ہیں، اس کے بعد باقی ماندہ حروف کے لحاظ سے اس کی تصغیر بنا لیتے ہیں، ایسی تصغیر کو تصغیر ترخیم کہتے ہیں۔ ترخیم کے معنی تقلیل کے ہیں صَوْتٌ رَخِیْمٌ اس آواز کو کہتے ہیں جو کمزور ہو۔ یہاں بھی حذف زوائد سے کلمہ میں تقلیل پیدا ہوتی ہے اور کلمہ کمزور ہو جاتا ہے اس مناسبت سے اس کو تصغیر ترخیم کہتے ہیں۔ جیسے اَزْھَرُ (روشن، صاف رنگ والا، روشن چہرہ والا) کی تصغیر میں زُھَیرٌ اور حارِثٌ (کاشتکار، کمانے والا) کی تصغیر میں حُرَیْثٌ.
ازھر اور حارث کا الف حذف کر کے زھیر اور حریث تصغیر کر لی گئی۔

﴿فائدہ﴾ تصغیر ترخیم میں یہ ضروری نہیں کہ صرف غیر عمدہ زوائد کا حذف ہو، بلکہ عمدہ، غیر عمدہ، ضروری غیر ضروری سب ہی حذف ہو جاتے ہیں۔ عمدہ کا مطلب یہ ہے کہ اس کا اضافہ کسی خاص معنی کے لحاظ سے ضروری سمجھا گیا ہو، جیسے ثلاثی مزید یا رباعی مجرد اور مزید کے اسم فاعل اور اسم مفعول کے اول کا میم۔

﴿فائدہ﴾ مصنف رحمہ اللہ نے تصغیر ترخیم کی دو مثالیں بیان کیں، دونوں از قبیل اعلام ہیں۔ فراء کے نزدیک تصغیر ترخیم کا عمل اعلام (ناموں) کے ساتھ مخصوص ہے، ممکن ہے کہ مصنف رحمہ اللہ کی رائے میں فراء کا قول قوی ہو۔
دوسرے حضرات عَلَمْ غیر عَلَمْ ہر جگہ تصغیر ترخیم جائز مانتے ہیں اَحْمَقُ کی تصغیر حُمَیْقٌ معروف ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حارث علم نہ ہو بلکہ معنی وصفی مراد ہوں یعنی کاشتکار، اس صورت میں مصنف رحمہ اللہ کا مذاق جمہور کے ساتھ ہو گا۔

﴿فائدہ ضروریہ﴾ تصغیر ترخیم کے علاوہ زوائدات کا حکم ثلاثی اور رباعی میں یہ ہے کہ۔
(۱) رباعی کی تصغیر میں تو جملہ زوائد کا حذف لازم ہے، عمدہ غیر عمدہ سب برابر ہیں مگر کسرۂ تصغیر کے بعد کا مدہ یہاں بھی حذف نہ ہو گا۔
(۲) البتہ ثلاثی میں مختلف صورتیں بنتی ہیں کہ صرف ایک زیادت ہو یا دو ہوں یا تین ہوں۔ صورتِ اولیٰ میں وہ زیادتی تصغیر میں قائم رکھی جائے گی، خواہ اول کلمہ کی ہو جیسا

کہ مُقتَلٌ(۱)اور اَسوَدُ میں میم اور ہمزہ کی زیادتی ہے، چنانچہ انکی تصغیر مُقَیتِلٌ اُسَیوِدٌ (بہ ابقائے میم وہمزہ) آئی ہے ــــــــ یا وسط کلمہ کی زیادتی ہو جیسے کَوثَرٌ، جَدوَلٌ، حَاتِمٌ، عَجُوزٌ، حِمَارٌ، کَبِیرٌ، وغیرہ ــــــــ یا آخر کلمہ کی زیادتی ہو جیسے حُبْلٰی کا الف ــــــــ یہ تو ثلاثی ذوزیادۃ واحدۃ کا حال تھا۔

صورت دوم یعنی ذوزیاد تین غیر مدہ کا معاملہ یہ ہے کہ تصغیر میں دونوں کا ابقاء تو ممکن نہیں، ایک کا حذف لابدی ہے تو یہ دیکھنا پڑے گا کہ دونوں زیادتیاں مساوی درجہ میں ہیں یا ان میں افضل اور مفضول کا فرق ہے؟ دونوں مساوی ہوں تو جسے چاہو حذف کردو، اختیار ہے دیکھئے قَلَنْسُوَۃٌ میں نون اور واو زائد ہیں اور مساوی درجہ میں ہیں لہٰذا تصغیر میں قُلَیْسِیَۃٌ (بحذف نون) اور قُلَینِسَۃٌ (بحذف واو) دونوں طریق صحیح ہوئے ــــــــ اور اگر افضل مفضول کا فرق ہو تو مفضول کو حذف کردو، افضل کو باقی رکھو یعنی دونوں میں جس کا فائدہ کم ہو اسے حذف کر دیا جائے مثلاً مُنْطَلِقٌ (چلنے والا) میں میم نون زائد ہیں مگر میم اصل مسمیٰ کو واضح کرتا ہے یعنی علامت فاعل ہے اور نون سے مسمیٰ میں انفعالی حالت کی وضاحت ہوتی ہے جو کہ عارض ہے، پس تصغیر میں نون کو حذف کر کے مُطَیْلِقٌ کہیں گے۔ اسی طرح مُضارِبٌ کی تصغیر میں الف کو حذف کر کے مُضَیْرِبٌ، مُغْتَلِمٌ (شہوت پرست) کی تصغیر میں تا حذف کر کے مُغَیْلِمٌ کہا جائے گا۔

صورت سوم یعنی اگر ثلاثی میں تین کی زیادتی ہو مگر شرط وہی ہے کہ ان زوائد میں کوئی مدہ نہ ہو، کیونکہ مدہ کا حذف جائز نہیں ہے چنانچہ مقدامٌ (بہت پیش قدمی کرنے والا، جنگ میں یا مکارم میں) کی جمع مَقَادِیْمُ کی تصغیر مُقَیْدِیْمٌ آتی ہے۔ بہر حال غیر مدہ کی صورت میں منجملہ تین زوائد کے دو کا حذف لازم ہو گا اور اس تیسرے کو باقی رکھا جائے گا جو ان تینوں زوائد میں اہم اور سب

---

(۱) مقتَل: قتل کی جگہ جسم کا وہ عضو جس پر ضرب پہنچنے سے آدمی نہ بچے مثلاً کنپٹی اَسوَدُ: بزرگ تر کہا جاتا ہے ھو اسودُ من فلانٍ وہ فلاں سے بزرگ تر ہے تصغیر اُسَیِّدٌ اور اُسَیوِدٌ ۱۲۔

سے زیادہ مفید ہو، دیکھئے مُقْعَنْسِسٌ (سخت) کی تصغیر مُقَیْعِسٌ آتی ہے یعنی میم، نون، سین، یہ تین زائد حرف ہیں، ان میں جو اہمیت میم کی ہے وہ نون اور سین کی نہیں، میم فاعل کی علامت ہے اور ذاتُ مَنْ قَامَ بِہِ الفِعْلُ کا پتہ دیتی ہے لیکن نون اور سین اس خاص معاملہ میں بالکل بیکار ہیں۔

واما سُهَیْلٌ و کُمَیْتٌ ومانند آں، موضوع اند بر صورتِ تصغیر ولیکن تصغیر نہ۔

﴿فائدہ﴾ سُهَیْلٌ (بجانب جنوب ایک ستارہ کا نام ہے جس کا تعلق یمن (۱) سے ہے) کُمَیْتٌ (گھوڑے کا سرخ مائل بہ سیاہی ہونا) اور اس کے امثال جیسے کُعَیْتٌ (بلبل ہزار داستان) جُمَیْلٌ (چھوٹی قسم کا ایک پرند ہے) ان سب کی وضع بصورت تصغیر ہوئی ہے۔ یہ مصغر نہیں ہیں (یعنی گاہے بوقت وضع ہی ذلت وحقارت ملاحظہ میں آتی ہے تو ابتداء ہی سے لفظ بصورت تصغیر وضع کرتے ہیں تاکہ وہ چیز کی حقارت پر بھی دلالت کرے)

فصل پنجم در نسبت

نسبت: باز بستن چیزے باشد، بچیزے دیگر، بزیادہ کردن یائے مشددہ، بر آخرِ کلمہ چوں بَلْخِیٌّ و وَرْدِیٌّ، و صَیْقَلِیٌّ و ثِیَابِیٌّ.

پانچویں فصل نسبت کے بیان میں

نسبت کے معنی: ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ باندھنا، کلمہ کے آخر میں یائے مشدّد بڑھا کر نسبت دو چیزوں کے باہم ارتباط اور لگاؤ کا نام ہے جیسا غلامُ زیدٍ میں غلام کا زید سے تعلق ملکیت، یا زیدٌ قائمٌ میں قیام اور زید کا تعلق

---

(۱) یعنی یمن والوں کو وہ ستارہ نظر آتا ہے، حجاز، تہامہ اور نجد میں نظر نہیں آتا ۱۲۔

وصفیّت وحدوث ______ علمائے عربیت کی اصطلاح میں لفظ کے آخر میں یائے مشددہ بڑھانے سے جو اس امر کا اظہار کیا جاتا ہے کہ یاء والی چیز کا تعلق اسی مرکب کے مجرد عن الیاء سے ہے، جیسے بَغْدَادِیٌّ (بغداد کا رہنے والا) میں بغدادی کا بغداد سے تعلق اس مخصوص طرز سے اظہار تعلق کا نام نسبت ہے اس میں یاء والا لفظ منسوب ہے اور مجرد عن الیاء منسوب الیہ ہے اور منسوب منسوب الیہ کے ساتھ بندھا ہوا ہے۔

مثالیں (۱) بلخیٌّ (شہر بلخ کا باشندہ) یہ نسبت الی البلدہ ہے (۲) وَرْدِیٌّ (گلاب فروش) منسوب الی الورد ہے وَرْدٌ: گلاب (۳) صَیْقَلِیٌّ (صیقل گر یا جلا دینے والا) صَیْقَلْ کی طرف منسوب ہے۔ یہ نسبت پیشہ کے لحاظ سے ہے۔ (۴) ثِیَابِیٌّ (کپڑے والا، پارچہ فروش) ثِیَابٌ کی طرف منسوب ہے، ثِیَابٌ، ثَوْبٌ کی جمع ہے یہ نسبت بھی پیشہ کے لحاظ سے ہے۔ (۵) هَاشِمِیٌّ، هَاشِمْ کی طرف منسوب ہاشمی خاندان کا فرد، یہ نسبت خاندان کی طرف ہے۔

غرض نسبت میں منسوب، منسوب الیہ کے متعلقات سے ہوگا خواہ تعلق ولادت اور نسب کا ہو یا تعلق کسب و ہنر کا ہو، یا تعلق سکونت و قرار کا ہو۔

ونسبت صِنَاع سہ گونہ آید، یکے: آں کہ عرب وے را نامے نہادہ باشند، چوں قَیْنٌ و اِسْکَافٌ، ودیگر آں کہ: از حرفتِ وے فَعَّالٌ بنا کنند، چوں قَفَّالٌ وقَوَّاسٌ ونَبَّالٌ، سوم: آں کہ یائے نسبت در آرند، چوں قَلَنْسِیٌّ وثَعْلَبِیٌّ ______ وایں نسبت در مطبوخات ومصنوعات مطرد است، چوں حِصْرِمِیَّةٌ وسُمَّاقِیَّةٌ وتَبْلِیَّةٌ ومَرْدِیٌّ ومِسْکِیٌّ.

ترجمہ: اور پیشوں کی نسبت تین طرح آتی ہے ایک یہ کہ عربوں نے اس پیشہ کے لیے کوئی نام رکھ دیا ہو۔ جیسے قَیْنٌ (آہن گر) اِسْکَافٌ (موچی) دوسرے یہ کہ اس پیشہ سے فَعَّالٌ کا وزن بنائیں جیسے قَفَّالٌ (قفل ساز) قَوَّاسٌ (کمان گر) نَبَّالٌ (تیر بنانے والا) تیسرے یہ کہ یائے نسبت لائیں،

جیسے قَلَنْسِیٌّ (کلاہ فروش) ثَعْلَبِیٌّ (لومڑی کا تاجر) ـــــــــ اور یہ نسبت (کا تیسرا طریقہ) پکی ہوئی چیزوں میں اور بنائی ہوئی چیزوں میں عام ہے، جیسے حصرمِیَّۃٌ (وہ کھانا جو خام کھجوروں سے تیار کیا گیا ہو) سُمَّاقِیَّۃٌ (وہ کھانا جو سُمَّاقٌ پھل سے تیار کیا گیا ہو) تبْلِیَّۃٌ (مصالح دار کھانا) مَرْدِیٌّ (وہ کھانا جو مَرْدِیّ سے تیار کیا گیا ہو) مِسْکِیٌّ (وہ کھانا جس میں مشک پڑی ہوئی ہو)

لغات: صِنَاع (بکسر صاد) صَنَعٌ کی جمع ہے۔ صَنَعٌ: کام، پیشہ، حرفت: پیشہ

پیشوں کی نسبت میں تین صورتیں: مصنف رحمہ اللہ نے نقل کیں ہیں یعنی پیشوں کی نسبت تین طرح آتی ہے۔

ایک یہ ہے کہ عرب نے اس پیشہ کا خود کوئی نام رکھ چھوڑا ہو، جیسے لوہے کا کام کرنے والا قَیْنٌ (بفتح قاف وسکون یا) جوتا بنانے والا موچی اِسْکَافٌ (بکسر ہمزہ وسکون کاف)

دوسری شکل یہ ہے کہ اس حرفت کو فَعَّالٌ (بفتح فاو تشدید عین) کے وزن پر لے آئیں، جیسے قَفَّالٌ (قفل ساز) قَوَّاسٌ (کمنگر یعنی کمان بنانے والا) نَبَّالٌ (تیر بنانے والا) قُفْلٌ (تالا) سے قَفَّال، قوس (کمان) سے قَوَّاسٌ نَبْلٌ (تیر) سے نَبَّالٌ بنالیا گیا اور اس طرح ان صنائع میں نسبی معنی پیدا ہوگئے۔

تیسری شکل وہی لفظ کے آخر میں یائے نسبت لانے کی ہے جیسے قَلَنْسِیٌّ (کلاہ فروش) ثَعْلَبِیٌّ (لومڑی کا تاجر)

﴿فائدہ﴾ یہ الحاق یائے نسبت کا طریق مطبوخات اور مصنوعات میں مطرد اور بالعموم شائع ہے جیسے (۱) حصْرمِیَّۃٌ (وہ طعام جو خام کھجوروں سے تیار کیا گیا ہو) حِصْرِمْ: خام کھجور کو کہتے ہیں (نیز کچے سبز انگور کو اور ہر کچے پھل کو بھی کہتے ہیں پس کچے آم کی چٹنی کو بھی حِصْرمِیَّۃٌ کہیں گے) (۲) سُمَّاقِیَّۃٌ (وہ کھانا جو سماق سے بنایا گیا ہو) سُمَّاق (بضم سین و تشدید میم) ایک درخت کا پھل ہے جو بہت کھٹا ہوتا ہے (جیسے املی وغیرہ) (۳) تَبْلِیَّۃٌ (مصالح دار طعام) تابل: وہ چیز جو اصلاح طعام کے لئے استعمال کی جاتی ہے جیسے زیرہ، فِلفِل (مرچ) قَرَنْفُل

(لونگ) کُزْبَرَہ (ہرادھنیا) وغیرہ۔اس کی جمع تَوَابِل آتی ہے توابل کے معنی مصالحجات (۴) مَرْدِیٌّ (بفتح میم وسکون راو کسر دال مہملہ ، بآخر یائے مشدد) مَرْدٌ: پیلو کا پھل جو تازہ ہو مردیٌّ وہ طعام جو اس سے تیار ہوا ہو، مَرِید دودھ میں بھگوئے ہوئے چھواروں کو بھی کہتے ہیں ممکن ہے ایسے چھواروں سے تیار شدہ طعام کو مَرْدِی کہتے ہوں (۵) مِسکیٌّ: مشک والا طعام۔

وبداں کہ در نسبت تغیرات بسیار افتد۔ وآں دو نوع است: شاذ ومطرِد۔ شاذ چوں اُنَافِيٌّ ورَقْبَانِيٌّ ویَمَانِيٌّ ومطرد چوں نَمِرٌ ونَمَرِيٌّ وعَصَا وعَصَوِيٌّ وعَمٌّ وعَمَوِيٌّ واَبٌ واَبَوِيٌّ وعَلِيٌّ وعَلَوِيٌّ ——————
وہر یک را احکام بسیارست، وایں کتاب آں را احتمال نتواند کرد، ازاں جہت فرو گذاشتہ شد۔

ترجمہ: اور جان لیجئے کہ نسبت میں بہت سے تغیرات واقع ہوتے ہیں اور وہ دو طرح کے ہیں شاذ اور مطرد، شاذ جیسے اُنَافِيٌّ (اونچی ناک والا) رَقْبَانِيٌّ (موٹی گردن والا) یَمَانِيٌّ (یمن کا باشندہ) اور مطرد جیسے نَمِرٌ (چیتا) سے نَمَرِیٌّ، عَصَا (لاٹھی) سے عَصَوِيٌّ عَمٌّ (چچا) سے عمویٌّ ، اَبٌ (باپ) سے اَبَوِیٌّ اور عَلِيٌّ سے عَلَوِيٌّ (حضرت علیؓ کی اولاد) —————— اور ہر ایک کے یعنی مطرد اور شاذ میں سے ہر ایک کے بہت احکام ہیں۔ یہ مختصر کتاب ان کی تفصیلات کی متحمل نہیں ہوسکتی، اسی باعث (چند اشارات پر اکتفا کرتے ہوئے) ان کو چھوڑ دیا گیا۔
نسبت میں تغیرات بہت واقع ہوتے ہیں اور وہ دو طرح کے ہیں مطرد اور شاذ۔
شاذ کی مثالوں میں اَنَافِيٌّ (اونچی ناک والا) یہ اَنْفٌ (ناک) کی طرف نسبت ہے رَقْبَانِيٌّ (موٹی گردن والا) یہ رَقَبَةٌ (گردن) کی طرف نسبت ہے یَمَانِيٌّ (یمن کا باشندہ) ان میں نسبی تغیرات خلاف قانون ہیں۔
مطرد کے بیان میں مصنف رحمہ اللہ نے بذریعہ امثلہ ان تغیرات پر تنبیہ

فرق ہے جو نسبت میں قیاسی اور قانونی تغیرات کہلاتے ہیں اور جو اپنے اپنے باب میں کثیر الوقوع اور عام ہیں۔ ان کی مختصر تفصیل معروض ہے۔

(۱) ثلاثی مکسور العین میں عین کا کسرہ فتحہ سے بدل دینا واجب ہے، نَمِر (بکسر میم) کی نسبت میں نَمَرِیٌّ (بفتح میم) کہا جائے گا۔ اسی طرح اِبِل کی نسبت میں اِبَلِیٌّ (بفتح با) اور دُئِل کی نسبت میں دُؤَلِیٌّ (بفتح ہمزہ) پڑھیں گے۔

(۲) ثلاثی کا تیسرا حرف اگر الف مقصورہ ہو بشرطیکہ وہ دوسرے حرف سے بدلا ہوا ہو خواہ اصلی حرف واو ہو جیسا عَصَا میں، یا یاء ہو جیسا رَحیٰ (چکی) میں، تو عند النسبت اس کو واو سے بدلنا لازم ہو گا۔ عَصَا کی نسبت میں عَصَوِیٌّ اور رَحیٰ میں رَحَوِیٌّ کہیں گے۔

(۳) جس اسم کے آخر میں تیسری جگہ یاء ما قبل مکسور واقع ہو تو نسبت میں اس کو واو سے بدل کر کسرۂ ما قبل کو فتحہ سے بدلنا واجب ہو گا۔ جیسے عَمِیْ (اندھا) کی تصغیر میں عَمَوِیٌّ اور شَجِیْ (غمگین، فکر مند) میں شَجَوِیٌّ۔

(۴) اَبٌ اَبَوِیٌّ میں اسمائے ستہ مکبرہ کی نسبت کا قاعدہ بتایا ہے یعنی محذوف اللام دو حرفی اسم جو اصل میں متحرک الاوسط ہو اور بعوض محذوف اس کے اول میں ہمزۂ وصل نہ بڑھایا گیا ہو جیسے، اَبٌ کہ اصل میں اَبَوٌ تھا یا اَخٌ کہ اصل میں اَخَوٌ تھا یا هَنٌ کہ اصل میں هَنَوٌ تھا ایسے اسماء کی نسبت میں محذوف حرف کی واپسی لازم ہو گی۔ پس اَبٌ کی نسبت اَبَوِیٌّ اور اَخٌ کی اَخَوِیٌّ اور هَنٌ کی نسبت هَنَوِیٌّ بردِ محذوفات آئے گی۔

لیکن محذوف اللام ساکن الاوسط میں، خواہ ہمزۂ وصل کا اضافہ ہوا ہو، جیسے اِسم کہ اصل میں سِمْوٌ تھا یا ہمزہ کا اضافہ نہ ہوا ہو جیسے دَمٌ (خون) یَدٌ (ہاتھ) کہ اصل دَمْوٌ، یَدْوٌ ہیں یا محذوف اللام متحرک الاوسط ہو کہ جس میں ہمزۂ وصل کا اضافہ کیا گیا ہو۔ جیسے اِبْنٌ کہ اصل میں بَنَوٌ تھا۔ بوقتِ نسبت محذوف کی واپسی ضروری نہ ہو گی اور دونوں طرح کی نسبتیں جائز ہوں گی یعنی واپس لانا بھی جائز ہو گا اور نہ لانا بھی جائز ہو گا اور اسی طرح ساکن الاوسط کو

نسبت میں ساکن رکھنا اور متحرک کردینا ہر دو امر جائز ہوں گے۔ اِسْمِیٌّ، سُمْوِیٌّ، سُمَوِیٌّ اِسْمٌ کی نسبت میں دَمِیٌّ، دَمْوِیٌّ، دَمَوِیٌّ، دَمٌ کی نسبت میں۔ یَدِیٌّ یَدْوِیٌّ، یَدَوِیٌّ، یَدٌ کی نسبت میں۔ اِبْنِیٌّ، بَنَوِیٌّ، اِبْنٌ کی نسبت میں۔
(۵) اگر کسی اسم میں دو یاء ہوں اور یائے اول ساکن ہو اور اجتماع متجانسین کے باعث ان میں ادغام ہو گیا ہو تو بوقت نسبت ایک یا کو حذف کر دیں گے اور دوسری یا کو واو سے تبدیل کرلیں گے جیسے عَلِیٌّ کی نسبت میں عَلَوِیٌّ.

وبداں کہ جمع تکسیر را نسبت نہ کنند، واگر کنند کلمہ را مفرد گردانند پس نسبت کنند چوں رِجَالٌ ورَجُلِیٌّ وبُحُوْرٌ وبَحْرِیٌّ ——— وہم چنیں جمع سلامت وتثنیہ وتانیث وترکیب را مفرد گردانند، پس نسبت نمایند، چوں مُسْلِمُوْنَ ومُسْلِمِیٌّ، و رَامِیَانِ ورَامِیٌّ، وحَمْزَۃُ وحَمْزِیٌّ، وحَضْرَ مَوْتُ و حَضْرَمِیٌّ ——— ولیکن در تصغیر ایں کلمات، صدر کلمہ را تصغیر کنند، پس ایں علامات سلامت دارند، چوں مُسْلِمُوْنَ ومُسَیْلِمُوْنَ ومُسَیْلِمَانِ وحَمْزَۃُ وحُمَیْزَۃُ وحَضْرَ مَوْتُ وحُضَیْرَ مَوْتُ.

ترجمہ: جان لیجئے کہ جمع مکسر کی نسبت نہیں کرتے، اور اگر کرتے ہیں تو کلمہ کو پہلے مفرد بنالیتے ہیں پھر اس کی نسبت کرتے ہیں جیسے رجال الخ ——— اور اسی طرح جمع سالم، تثنیہ اسم مؤنث اور مرکب کو مفرد بنالیتے ہیں، پھر نسبت کرتے ہیں جیسے مسلمون الخ ——— مگر ان کلمات کی تصغیر میں صرف صدر کلمہ کی تصغیر کرتے ہیں پس ان علامتوں کو محفوظ رکھتے ہیں جیسے مسلمون الخ۔

﴿قاعدہ﴾ جمع تکسیر کی نسبت نہیں کرتے اور اگر کرتے ہیں تو کلمہ کو اول مفرد بنالیتے ہیں، پھر اس کی نسبت کر دیتے ہیں مثلاً رجل کی جمع تکسیر رجال ہے یہاں رجالیٌّ کہنا غلط ہو گا، بلکہ رجال کا مفرد رجل نکال کر اس کے آخر میں یائے نسبت لگادیں گے یا بحرٌ کی جمع بُحُورٌ کی نسبت کرنا چاہتے ہیں تو

بُحُورِیٌّ کے بجائے بَحْرِیٌّ نسبت ہو گی۔

﴿قاعدہ سے مستثنیٰ﴾ مگر اس قاعدہ سے وہ صورت مستثنیٰ رہے گی جہاں جمع کسی شئی کا علم ہو کہ علمیت میں صرف وہ چیز مراد ہوتی ہے جو اس کا مسمّیٰ ہوتا ہے وہاں کلمہ کے اصلی معنی کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا۔ مثلاً مَدَایِنٌ، اَنْصَارٌ، کِلَابٌ، ضِبَاب، اَنْمَارٌ، یہ سب جمع کے اوزان ہیں۔ مداین، مدینۃ کی جمع ہے، انصار نَاصِرٌ کی جمع، کلاب، کلب کی جمع، ضِبَاب، ضبٌّ کی جمع بمعنی گوہ، انمار، نَمِرٌ کی جمع بمعنی چیتا۔ مگر اب یہ اعلام ہیں، ان میں جمعیت کے معنی ملحوظ نہیں مداین خاص کسریٰ کا پایۂ تخت ہے۔ انصار ایک خاص جماعت کا امتیازی لقب بمنزلۂ اسم علم ہے ہر ناصر کو انصار کہنا غلط ہے۔ کِلَاب، ضباب، انمار، یہ تینوں قبیلوں کے نام ہیں، لہٰذا ان کی نسبت میں لفظ کی صورت کو قائم رکھا گیا ہے اور مَدَایِنِیٌّ، اَنْصَارِیٌّ، کِلَابِیٌّ، ضِبَابِیٌّ، اَنْمَارِیٌّ کہا جاتا ہے۔

﴿قاعدہ﴾ اور یہی قاعدہ جمع سلامت، تثنیہ، اسم مؤنث اور مرکب کی نسبت کا ہے کہ ان کو اول مفرد کر لیتے ہیں، پھر آخر میں یائے نسبت لگا دیتے ہیں۔ دیکھئے مسلمون جمع سالم کی نسبت مُسْلِمِیٌّ اور رَامِیَان تثنیہ کی نسبت رَامِیٌّ، حمزۃٌ کی نسبت میں حَمْزِیٌّ یہ مؤنث کی مثال ہے، تانیث کی علامت حذف ہو گئی۔ حَضْرَمَوْتُ مرکب میں نسبت حضرَمِیٌّ ہے۔

تصغیر کا حکم نسبت سے مختلف ہے: آگے فرماتے ہیں کہ ان کلمات کی تصغیر میں صرف صدر کلمہ کی تصغیر کرتے ہیں جس کا اثر تثنیہ، جمع، تانیث کی علامت پر اور اسی طرح مرکب کے دوسرے کلمہ پر کچھ نہیں پڑتا مصنف نے بھی کہہ دیا کہ تصغیر کے بعد ان علامات کو سلامت اور محفوظ رکھتے ہیں۔ چنانچہ مسلمون کی تصغیر مُسَیْلِمُونَ یعنی جزو اول مسلم کی تصغیر بنالی، واو نون علامت جمع اپنی جگہ قائم رہے، بس اسی طرح تثنیہ وغیرہ کو سمجھ لیں۔ مسلمان میں مُسَیْلِمَان، حمزۃ کی تصغیر میں حُمَیْزَۃُ تاء اپنی جگہ موجود ہے۔ حضر موتُ میں حُضَیْرَمَوْتُ یعنی لفظ حضرَ کی تصغیر بنالی گئی اور اس مرکب کا

ثانی جزو یعنی موت بدستور باقی رہا واللہ اعلم۔

باب چہارم در شناختن حروف

فصل اوّل در عدد حروف، و آں بر دو گونہ است: حروف تہجی و حروف معنوی۔ حروف تہجی چوں ا و ب و ت و ث الخ و حروف معنوی چوں مِنْ و عَنْ و فی۔ و حروف معنوی را یاد کنم در نحو، و حروف تہجی را ایں جا۔

چوتھا باب حروف کی پہچان میں

اس باب کا تعلق حروف کی شناخت سے ہے کہ کتنے ہیں؟ اور کیسے کیسے ہیں؟ کس طرح ادا ہوتے ہیں؟ کیا کیا ان کے صفات و احوال ہیں؟ اور کیا ان کے فوائد ہیں؟

پہلی فصل کا تعلق حروف کی تعداد سے ہے۔ حروف دو طرح کے ہیں۔

(ا) حروف مبانی جن کو حروف تہجی کہتے ہیں۔ یہ صرف ترکیبی حروف ہوتے ہیں ان میں کے دو دو تین تین چار چار پانچ پانچ حروف ملا کر کلمات بنائے جاتے ہیں۔ یہ حروف کلمہ کی بنیاد ہوتے ہیں اس لیے ان کو مبانی کہا جاتا ہے یعنی بنیادی حروف، ان کے اپنے معانی کچھ نہیں جیسے الف، با، تا، ثا

ھَجَّیْتُ، تَھَجَّیْتُ کے معنی: میں نے حروف کو الگ الگ بطور مقطعات پڑھا، چنانچہ جب کسی کلمہ کے ہجے کئے جاتے ہیں تو ہر ہر حرف علیحدہ علیحدہ اپنے اپنے نام سے پکارا جاتا ہے۔ مثلاً اَلْحَمْدُ کے ہجے اس طرح کریں گے۔ الف لام زبر اَلْ، حا میم زبر حَمْ، دال پیش دُ، اَلْحَمْدُ۔

(۲) حروف معانی: وہ حروف ہیں جن کے اپنے معانی بھی ہوتے ہیں، جو دوسرے کلمات سے ملنے پر ظاہر ہوتے ہیں جیسے مِنْ (سے) عَنْ (سے) فی (میں) وغیرہ۔ ان میں ہر ہر حرف کے چند معنی ہیں، جو کُتُبِ نحو میں مفصلاً مذکور ہیں۔ مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم حروف معانی کا ذکر تو کتب

نحو میں کریں گے۔ یہاں تو صرف حروف تہجی کا ذکر ہو گا کیونکہ بلحاظ موضوع فن انہیں کا ذکر ضروری ہے۔

پس بداں کہ عددِ حروف تہجی در سخن عربی و فارسی سی و ہفت حرف ست بست ونہ ازاں معروف ست، چوں اب ت ث ج ح خ الیٰ آخرہ ——— پس بداں کہ آنچہ الف می گویند ہمزہ است، و آنچہ لام الف می گویند لاَ باید گفت، وچوں لام میانِ الف است، لام در اول کلمہ زیادہ کردند تا الف گفتہ شود، بے حرکت، زیرا چہ الف ساکن باشد، چنانکہ پیش ازیں گفتہ شدہ است ——— وازیں جملہ بست ویک حرف مشترک ست میان تازی وپارسی۔ وہشت حرف مخصوص ست بہ سخن تازی کہ در سخن پارسی نہ باشد۔ ونظام وے صَعِقَ ثَطٌّ حُضُظٌ ست۔

ترجمہ: اب جان لیجئے کہ حروف ہجا کی تعداد عربی اور فارسی زبان میں سینتیس حرف ہے۔ ان میں سے انتیس مشہور ہیں، جیسے اب ت ث ج ح خ آخر تک پڑھ جاؤ ——— پھر جان لیجئے کہ وہ جس کو عرف عام میں الف کہتے ہیں وہ ہمزہ ہے اور جس کو لام الف کہتے ہیں اسے لاَ کہنا چاہیے ——— اور جب لام الف کے درمیان ہے (یعنی ۔ا۔ل۔ف کا درمیانی حرف لام ہے) تو کلمہ کے شروع میں لام زیادہ کرتے ہیں تا کہ الف کا تلفظ حرکت کے بغیر کیا جا سکے۔ اس لیے کہ الف ساکن ہوتا ہے جیسا کہ اس سے پہلے یہ بات بیان کی جا چکی ہے ——— اور ان سینتیس حروف میں سے اکیس حرف عربی و فارسی میں مشترک ہیں اور آٹھ حرف عربی زبان کے ساتھ خاص ہیں کیونکہ فارسی زبان میں وہ نہیں ہوتے اور ان کا مجموعہ صَعِقَ ثَطٌّ حُضُظٌ ہے۔

سینتیس حروف تہجی: یہاں سے مطلب شروع ہے۔ عربی اور فارسی زبان میں حروف تہجی کی تعداد سینتیس ہے۔ منجملہ ان کے انتیس تو مشہور و معروف

حرف ہیں یعنی۔ الف، ب، ت آہ یا تک پڑھ جاؤ (اب ت ث ج ح خ د ذ ر ز س ش ص ض ط ظ ع غ ف ق ک ل م ن و ہ ء ی)

کیا الف دراصل ہمزہ ہے؟ اس کے بعد یہ سمجھ لو کہ جس کو عرف عام میں الف کہتے ہیں (یعنی حروف ہجا کا پہلا حرف) وہ دراصل ہمزہ ہے اور جس کو لام الف کہتے ہیں (اور جو ھ کے بعد آتا ہے) اسے تلفظ میں صرف لا کہنا چاہیے۔ لام الف کہنا خطا ہے۔

شرح ہادی میں تصریح ہے کہ لام الف کوئی مستقل حرف نہیں، اس کا حروف تہجی میں شمار غلط ہے۔ یہ حریری کی اختراع ہے کہ اس نے اپنے رسالہ رَقْطَائِیَّة میں لاَ کو ایک حرف قرار دیا ہے۔ رقطائیہ رسالہ ایک خط کی شکل میں ہے جس میں اس صنعت کا التزام کیا ہے کہ اس کے کلمات کی ترکیب میں ایک حرف منقوط ہو تو دوسرا غیر منقوط ہو، اسی طرح وہ پورا رسالہ تمام کیا گیا ہے۔ اس میں غیر منقوط حروف میں کئی جگہ لاَ کا استعمال کیا ہے۔

مصنف رحمہ اللہ کی تحقیق میں یہ لاَ دراصل الف ہے مگر الف ساکن ہوتا ہے اور ساکن کا تلفظ (یعنی ابتد بالساکن) عند العرب سخت دشوار ہے، لہٰذا اسکے ساتھ دوسرا حرف ملانا پڑ گیا۔ اب کونسا حرف ملایا جائے؟ تو سوائے لام کے کوئی اور حرف ایسا نہ نکلا جو اپنی مناسبت کے لحاظ سے الف کے ساتھ جوڑ کھا سکتا۔ الف اور لام کی مناسبت تو کھلی ہوئی ہے کہ ایک دوسرے کے قلب میں گھسا(۱) ہوا ہے کہ الف کا تلفظ بدوں لام کے اور لام کا تلفظ بدوں الف کے ممکن نہیں ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا مناسبت ہوگی گویا یہ دونوں ایک دوسرے کے "جگری دوست" ہیں لہٰذا صورتِ الف کے تلفظ میں لانے کے لیے ابتداء میں لؔ بڑھا دیا گیا، تاکہ الف اپنے وصف ذاتی سکون کے ساتھ ادا کیا جا سکے۔

اسی مطلب کو مصنف نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے کہ چوں لام میانِ الف است الخ یعنی یہ بات پہلے کہی جا چکی ہے کہ الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اور

---

(۱) یعنی الف (ا۔ل۔ف) کا درمیانی حرف لام ہے اور لام (ل۔ا۔م) کا درمیانی حرف الف ہے ۱۲۔

ابتداء میں جو الف لکھا جاتا ہے وہ دراصل ہمزہ ہے جو بصورت الف مکتوب ہوا اور جب لا کی حقیقت معلوم ہو گئی کہ اس کا منشاء الف کا تلفظ ہے، اس کا سکون باقی رکھتے ہوئے تو یہ بھی صاف ظاہر ہو گیا کہ اسے لام الف کہنا بالکل غلط ہے اور خلاف مقصد ہے کیونکہ اس تلفظ میں الف کا سکون ـــــ جس کی خاطر اس کے ساتھ ابتداء میں لام جوڑنا پڑا ـــــ باقی نہیں رہتا(۱)

اکیس حروف مشترک اور آٹھ عربی کے ساتھ مخصوص ہیں: ان ۲۹ حروف میں سے اکیس حرف عربی فارسی میں مشترک ہیں (یعنی دونوں زبانوں کے کلمات کی ترکیب میں مستعمل ہیں) اور آٹھ حرف عربی کلام کے ساتھ مخصوص ہیں کہ فارسی بات چیت میں نہیں آتے۔ ان کا نظام ترکیبی (یعنی مجموعہ) یہ جملہ ہے کہ اسمیں وہ آٹھوں حرف مختلف بامعنی کلمات میں مجتمع ہیں۔ صَعِقَ یعنی صاد عین قاف اس مجموعہ کے معنی ہوئے بیہوش ہوا۔ ثَطٌّ (بتشدید طاء مہملہ وفتح ثائے مثلہ) یعنی کوتاہ ابرو، ناقص بھوؤں والا۔ ثَطٌّ یعنی ثا اور طا قاموس میں اس کا ترجمہ ثقیل البطن بھی لکھا ہے یعنی بھاری پیٹ والا مراد مرض ثقل ہے حُضُظٌ (بضمتین، وضم اول وفتح ثانی) یہ ایک قسم کی دوا ہے جو اونٹ کے پیشاب سے تیار ہوتی ہے، یا وہ رسوت ہے، حُضُظْ یعنی حائے مہملہ، ضاد معجمہ اور ظا معجمہ ـــــ پورے جملہ کا ترجمہ اس طرح کریں گے کہ بیہوش ہو گیا مریض شکم حُضَظْ دواء سے ای من حُضُظٍ۔

---

(۱) مگر اس تحقیق پر اشکال یہ ہے کہ ہمزہ تو ہوز کے بعد خود ہی مذکور ہے اور اگر ہ کے بعد ہمزہ کو نہ گنا جائے تو حروف کی تعداد ۲۹ نہیں رہتی ۲۸ ہو جاتی ہے اسی طرح شروع کے حروف کو الف گنا جائے تو اشکال ہوتا ہے کہ پھر یہ لا کیا ہے؟ نیز حروف کی تعداد ۳۰ ہو جاتی ہے اس لئے راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلا حرف الف ہی ہو ہمزہ نہ ہو ہمزہ کا تذکرہ ھ کے بعد ہے اور لا حریری کا اختراع ہے وہ ۲۹ کی تعداد میں شامل نہیں اور حروف ہجا میں اس کو صرف اس لئے لیا گیا ہے کہ اسکے ذریعہ تلفظ کی صورت واضح کرنی ہے غرض پہلے اس کا نام بتایا ہے کہ وہ الف ہے اور لا میں اس کا تلفظ سمجھایا ہے مگر اس پر اشکال یہ ہے کہ اہل لغت باب الہمزہ سے کتابیں شروع کرتے ہیں اس سے ذہن اس طرف جاتا ہے کہ پہلا حرف جسے الف کہا جاتا ہے وہ دراصل ہمزہ ہے۔ الغرض یہ عقدہ لاینحل ہے واللہ اعلم بالصواب ۱۲۔

اما صادے کہ بزبان پارسی می گویند، چوں صُرخ وصَدبسین ست ای سرخ وسد وہم چنیں عین الف ست وقاف کاف، وطا تا وحا ہا

وہشت حروف کہ معروف نیست مخصوص ست بسُخن پارسی، چوں پائے پلیتہ وپنبہ وجیم چغد وچرم وژائے ژالہ واژدہا، وفائے فاژہ وفرخج، وگافِ گرز وگزند، وخائے خوشی وخوش، وواو شور بمعنی تلخ ویائے شیر بمعنی اسد۔

ایک اشکال کا جواب: فارسی میں صد بمعنی سو، صاد سے لکھا جاتا ہے۔ ایسے ہی سرخ بمعنی احمر س اور ص دونوں طرح لکھا بولا جاتا ہے اور تم ان کو حروف مُختصَّۂ عربی کہتے ہو؟ اس کا جواب دیدیا کہ اصل میں فارسی زبان کے لوگ اس کو دونوں جگہ سین ہی سے استعمال کرتے ہیں زبانوں کے میل جول سے یہ صورت بن گئی ہے اعتبار اصل کا ہوتا ہے۔

اسی طرح ان کے یہاں عین دراصل الف ہے اور قاف کاف ہے اور طا مہملہ تا ہے اور حائے حُطّی مہملہ ہاء ہے۔

آٹھ حروف فارسی کیساتھ مخصوص ہیں: آٹھ حروف اور ہیں جو کہ معروف نہیں ہیں اور وہ فارسی زبان کے ساتھ مخصوص ہیں یعنی پا، چ، ژ، گ، واو معدولہ، یائے مجہولہ، واو مجہولہ، فائے فاژہ۔ مصنف نے امثلہ سے انکوسمجھانے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ (۱) پلیتہ اور پنبہ کی پا یعنی بائے فارسی جسے پا کہتے ہیں جو بطور مثال ان دو لفظوں سے سمجھی جاسکتی ہے پلتیہ: چراغ کی بتی، بٹی ہوئی رسی کو فلیتہ بھی کہتے ہیں پنبہ: روئی (۲) جیم فارسی جسے چ کہتے ہیں، جو چغد اور چرم میں موجود ہے۔ چغد: الو، چرم: چمڑا (۳) ژائے ژالہ واژدہا۔ ژالہ: اولا، اژدہا: بڑا سانپ (۴) فائے فاژہ (جماہی) وفرخج (بفتح فا وسکون را وفتح خائے معجمہ وسکون جیم) بمعنی زشت یعنی برا، بد شکل اور بعض کتب میں اس لفظ کو بفتح فا ورا وسکونِ خا ضبط کیا ہے (۵) اور کاف فارسی یعنی گاف جو گرز اور گزند میں موجود ہے گرز (بضم گاف وسکون را، بآخر زائے معجمہ) ایک جنگی

بتمسیار ہے۔ گزند (بفتح اول و ثانی و سکون آخرین) بمعنی نقصان (۶) اور خوشی اور خوش کی خا۔ اصل میں واو معدولہ ہے جو لکھنے میں آتا ہے مگر پڑھا نہیں جاتا (۷) واو شور یعنی واو مجہولہ جو کھول کر نہیں پڑھا جاتا یعنی ماقبل ضمہ ہو اور واو پڑھتیں، تو واو معروف ہوگا کہ بالکل ظاہر پڑھا جا رہا ہے غرض واو مجہولہ واو ماقبل مفتوح ہوا (۸) اسی طرح یاماقبل مفتوح یائے مجہولہ ہوگی، جیسے یا شیر کی جس کا عربی ترجمہ اسد ہے برخلاف یائے شیر جس کا عربی ترجمہ لبن یعنی دودھ ہے کہ یہ یا معروف ہے۔ اسی لیے شور میں بمعنی تلخ کی قید لگائی ہے یعنی وہ واو جو لفظ شور بمعنی کھاری کڑوا میں موجود ہے شور (بالضم) کا واو مجہولہ نہیں ہے۔

استدراک: غرض مصنف نے اس طرح آٹھ حروف مخصوص فارسی زبان کے قرار دے کر ۳۷ کی تعداد پوری (۱) کر دی۔ حالانکہ واو اور یا خواہ مجہولہ ہوں یا معروفہ وہ بہر حال واو یا یا ہیں۔ ان کی صورت بھی وہی ہے جو معروف واو و یا کی ہے۔ کوئی تبدیلی نہیں۔ اسی طرح فائے فاژہ میں فا وہی فا ہے جو عربی حروف میں شمار ہو چکی ہے اسی طرح واو معدولہ بھی صورتاً واو ہی ہے، پڑھا جائے یا نہ پڑھا جائے۔ ایسا تو خود عربی میں بھی موجود ہے کہ رسم خط میں وہ حرف مکتوب ہے مگر داخل قراءت نہیں (جیسے جمع کے واو کے بعد لکھا جانے والا الف) اس سے حقیقت نہیں بدلتی۔

البتہ پ، چ، گ، ژ، فارسی زبان کے مخصوص حروف ہیں اور ٹ، ڈ، ڑ، ہندی کے مخصوص حروف ملا کر بشمول لام الف جو حریری کا مخترع ہے یہ تعداد بآسانی پوری (۲) ہو سکتی ہے واللہ اعلم۔

---

(۱) ۲۹ حروف مشترک اور ۸ فارسی کے حروف کل ۳۷ ہوئے ۱۲۔

(۲) مگر پھر اشکال لوٹ کر آتا ہے کہ ہمزہ دو مرتبہ شمار کیا جائے تب یہ تعداد پوری ہوگی ایک شروع میں بصورت الف دوسرے ہائے ہوز کے بعد وہ ہمزہ جو عین کے سر کی شکل میں لکھا جاتا ہے اور ایک حرف کو دوبار شمار کرنا درست نہیں۔ اہل لغت اپنی کتابیں باب الالف سے شروع نہیں کرتے کہ ابتداء بالساکن سخت دشوار ہے بلکہ باب الہمزہ سے شروع کرتے ہیں لہٰذا یہ بات تو صاف ہوگئی کہ شروع کا الف دراصل ہمزہ ہے پس ھ کے بعد اس کو دوبارہ شمار کرنا درست نہیں البتہ ل کی مدد لے کر الف کا تذکرہ ضروری ہے۔ اہل لغت بھی الف کا تذکرہ حروف علت کے ساتھ کرتے ہیں واللہ اعلم ۱۲۔

فصل دوم در مخارج

و آں بست و نہ حرف را شش مخرج ست۔ حلق و بُن زباں و میان زباں و کرانہ ٔ زباں و سر زباں و لب ــــــــــ و از حلق شش حرف خیز د، ح، خ ع غ ہ ہمزہ، و ایں ہمہ را حلقیہ گویند۔

دوسری فصل مخارج کے بیان میں

مخارج کلی چھ ہیں: مخارج جمع مخرج، جائے خروج یعنی حروف کے نکلنے کی جگہ، انتیس حروف کے چھ مخرج باعتبار کلیت کے ہیں ورنہ عندا لجمہور جزئیت کے لحاظ سے سترہ مخرج ہیں۔

حرف کے معنی لغت میں طرف (کنارہ) ہیں اور اصطلاحاً دو ہونٹوں کے ٹکراؤ سے جو آواز پیدا ہوتی ہے وہ حرف کہلاتی ہے۔

کیفیت اور صفت: حروف میں جو سختی، نرمی، تفخیم، ترقیق، جَرَیان صوت، حبس صوت، عارض ہوتی ہے اس کو کیفیت اور صفت کہتے ہیں۔

مخارج ستہ: (۱) حلق مخرج اول باعتبار کلیت (۲) بُن زباں یعنی زبان کی جڑ (۳) میان زباں: زبان کا درمیانی حصہ (۴) کرانہ ٔ زباں: زبان کا کنارہ (۵) سرِ زباں یعنی نوک زباں (٦) لب یعنی ہونٹ۔

حرف حلقیہ: حلق سے باعتبار جزئیت چھ حرف نکلتے ہیں مخرج اول اقصیٰ حلق، اس سے ہمزہ و ہا نکلتے ہیں دوسرا المخرج: وسط حلق ہے اس سے عین مہملہ اور حا مہملہ نکلتے ہیں تیسرا المخرج: ادنی حلق یعنی منہ کی طرف قریب کا حصہ اس سے غین معجمہ اور خا معجمہ نکلتے ہیں ــــــــــ ان تمام حروف کو حلقیہ کہتے

ہیں، کیونکہ ان کا اٹھان حلق سے ہوتا ہے۔

واز بُن زبان دو حرف خیزد، بمعونت بُن کام: ق، ک، و آں را مہموسہ گویند

حروف لہاتیہ: زبان کی جڑ سے، بمعونت تالو کی جڑ کے دو حرف اٹھتے ہیں یعنی قاف، کاف اور ان کو مہموسہ کہتے ہیں ــــــ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ق کی ادائیگی میں توکوے کے متصل زبان کی جڑ تالو کی جڑ سے ٹکر کھاتی ہے اور ق کے مخرج کے متصل ہی منہ کی جانب ذرا نیچے ہٹ کر کاف کا مخرج ہے اور اس میں بھی زبان اور تالو کی جڑیں ٹکراتی ہیں۔

غرض ق حلق کے قریب ہے اور کاف حلق سے دور ہے اور اس کا آسان امتحان یہ ہے کہ اَقْ اور اَکْ ان دونوں کو خیال سے ادا کرو تو تم قاف ادا کرتے وقت ایسا محسوس کروگے کہ تم حلق کی طرف اتر رہے ہو برخلاف اک کے۔

اور ان دونوں حرفوں کو لہاتیہ کہتے ہیں، لہات کے معنی کو ایعنی تالو کے انتہاء پر شبیہ بزباں جو گوشت کا ٹکرا لٹکا ہوا ہے اسے لَہَاتْ (بفتح لام) کہتے ہیں، اسی کا ترجمہ "کوّا" ہے۔

کاف کا شمار حروف مہموسہ میں ہے لیکن یہ مہموسہ شدیدہ ہے، اس میں غالب شدت کا وصف ہے اور ہمس ضعیف ہے۔ سو شدت کے قوی ہونے سے تو آواز بند ہو جاتی ہے، لیکن کسی قدر ہمس ہونے سے بند ہونے کے بعد کچھ تھوڑا سا سانس بھی جاری ہوتا ہے یعنی ایک آن کے لئے تو آواز اور سانس دونوں بند ہو جاتے ہیں، پھر فوراً ہی مخرج کھل کر سانس کا جَرَیان شروع ہو جاتا ہے اور ضعیف سی آواز بھی نکلتی ہے۔

بعض متاٗخرین نے کاف کو مجہورہ میں شمار کیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ شدت سے جہر میں پختگی اور قوت بڑھ جاتی ہے اور جہر اور ہمس میں تقابل ہے پس یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شئی مہموسہ بھی ہو اور مجہورہ بھی۔ لہٰذا ان کے نزدیک کاف اور تا میں ہمس نہیں ہے ــــــ لیکن علامہ ابن حاجب اس

کی تردید فرماتے ہیں اور وہ اس دلیل کو تسلیم نہیں کرتے کہ شدت مُؤکّد جہر ہے۔ اصل میں یہ دو جداگانہ احوال ہیں۔ شدت میں آواز کا مخرج میں بند ہونا بحالت اسکانِ حرف ہوتا ہے اور جہر میں سانس کی بندش بحالت تحرک حرف ہوتی ہے۔ آواز کی بندش سانس کی بندش کو مستلزم نہیں۔ کاف اور تا میں سانس جاری رہتا ہے مگر آواز بند ہوتی ہے۔ ضاد اور عین میں آواز جاری ہوتی ہے اور سانس بند ہو جاتا ہے۔ اس سے دونوں کا فرق ظاہر ہے ——— آخر کا مضمون جار بردی سے لیا گیا ہے اور اوپر کا جمال القرآن مع حاشیہ زینت القرآن سے مأخوذ ہے۔

استدراک: اس مقام پر مصنف سے سہو ہوا کہ ق کو مہموسہ میں شمار کر گئے۔ حالانکہ ق بالاتفاق مجہورہ ہے البتہ کاف کو متقدمین مہموسہ میں شمار کرتے ہیں اور بعض متأخرین نے اس کو مجہورہ قرار دیا ہے۔

تاویل: یہ ممکن ہے کہ ''آن'' کا اشارہ صرف کاف کی طرف ہو، مگر طریقِ ادا اشکال سے خالی نہیں۔

واز میانِ زباں سہ حرف خیزد، بمعونت میانہ کام: ج، ش، ی۔ و آں را شجریہ گویند، و شجریہ کشادگی باشد۔

حروفِ شَجریہ: وسطِ زبان اور اس کے مقابل اوپر کے تالو سے تین حرف اٹھتے ہیں یعنی نکلتے ہیں ج، ش، ی، گویا ان تینوں کا مخرج تو میانۂ زبان ہے مگر مقابل تالو کی امداد شامل رہتی ہے۔ مگر یا کے ساتھ غیر مدّہ ہونے کی قید ملحوظ ہے یعنی یائے متحرک یا یائے ساکن جس کا ماقبل مکسور نہ ہو۔

ان کو حروفِ شجریہ (بفتح شین و سکونِ جیم) کہتے ہیں۔ صراح میں ہے کہ شَجْر (بالسکون) شگافِ دہن و هو ما بَيْنَ اللِّحْيَيْنِ یعنی شَجْر بسکون جیم منہ کا شگاف یعنی دو جبڑوں کے مابین کشادگی کا نام شجر ہے۔ لہٰذا مصنف رحمہ اللہ کا یہ فرمانا کہ ''شجر کشادگی باشد'' خالی از تسامح نہیں۔ یوں ہونا چاہئے تھا کہ

"شجر کشادگیٔ دہن باشد" حقیقۃ التجوید میں بھی اسی طرح فرمایا گیا ہے بخروجها من شَجْرِ الفم، بسكون الجيم، و هو مُنْفَتِحُ ما بين اللحيين۔

ان حروف کو شجریہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ تینوں منہ کی کشادگی سے جو بین اللحیین واقع ہے ادا ہوتے ہیں۔

واز کرانۂ زباں دو حرف خیزد، بمعونتِ دنداں: ض، ل

ضاد اور لام کا مخرج: زبان کے کنارے یعنی کروٹ اور اوپر کی ڈاڑھوں کی جڑ سے دو حرف نکلتے ہیں یعنی ض معجمہ اور لام۔ لام میں دیگر دانتوں کی معونت بھی درکار ہے، جس کی تشریح جمال القرآن سے نقل کی جاتی ہے: "زبان کا کنارہ مع کچھ حصہ حافّہ یعنی کروٹ، جب ثنایا اور رَباعی اور ناب اور ضاحک کے مسوڑھوں سے کسی قدر مائل تالو کی طرف ٹکر کھاوے، خواہ داہنی طرف سے خواہ بائیں طرف سے"

بتیس دانتوں کی تفصیل: دانتوں کے سمجھنے کے لئے ہم جمال القرآن سے اس کی تفصیل نقل کرتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ ۳۲ دانتوں میں سے سامنے کے چار دانتوں کو ثَنَایَا کہتے ہیں۔ دو اوپر والوں کو ثنایا عُلیا اور دو نیچے والوں کو ثنایا سُفلی اور ان ثنایا کے پہلو میں چار دانت جو ان سے ملے ہوئے ہیں، ان کو رَبَاعِیَاتْ اور قَوَاطِعْ بھی کہتے ہیں یعنی ثنایا کے دائیں بائیں، اوپر نیچے کا ایک ایک دانت۔ پھر ان رباعیات سے ملے ہوئے چار دانت نوکدار ہیں۔ ان کو اَنْیَابْ اور کَوَاسِرْ کہتے ہیں۔ ان چار میں بھی وہی سابق تفصیل ملحوظ رہے۔ پھر انیاب کے پاس چار دانت ہوتے ہیں ان کو ضَوَاحِكْ کہتے ہیں۔ یہاں بھی وہی اوپر نیچے کی تفصیل ہے۔ پھر ان ضواحک کے پہلو میں بارہ دانت اور ہیں یعنی تین اوپر داہنی طرف اور تین اوپر بائیں طرف اور تین نیچے داہنی طرف اور تین نیچے بائیں طرف، ان کو طَوَاحِنْ کہتے ہیں۔ پھر ان طواحن کے بغل

میں بالکل اخیر میں ہر جانب ایک ایک دانت اور ہوتا ہے جن کو نَواجذ کہتے ہیں۔ اور ان سب ضواحک اور طواحن اور نواجذ کو اَضْرَاس کہتے ہیں۔ جن کو اردو میں داڑھ کہتے ہیں (انتہی بقدر الضرورۃ)

واز سر زباں یازدہ حرف خیزد، بمعونت دندانہائے پیشیں، وایں را حافیہ گویند، و حافہ کنارۂ چیزے باشد۔

حروف حافیہ: اور نوک زبان سے گیارہ حروف نکلتے ہیں، بمعونت اگلے دانتوں کے یعنی نوکِ زبان اور سامنے کے دانتوں سے گیارہ حرف ادا ہوتے ہیں، بتفصیل ذیل اور ان مجموعۂ حروف کو حافیہ کہتے ہیں۔ حافَہ ہر چیز کا کنارہ ہوتا ہے۔ ان حروف کا زبان کے کنارہ سے تعلق ہے اس لئے حافیہ نام ہوا۔

سہ از اں۔ ظ، ذ، ث، بمعونت بُنِ دندانہائے زیر، وایں را لِثَویہ گویند ـــــ وسہ از اں ط، د، ت، بمعونتِ سر دندانہائے زیر، وایں را نطعیہ گویند، ونطع زیر دنداں باشد ـــــ وسہ از اں ص، س، ز، بمعونتِ سر دندانہائے زیر، و ایں را ذَلقیہ گویند، و ذلق: کرانۂ دنداں باشد ـــــ ودو از اں ر، ن، بمعونتِ بُنِ دندانہائے زیر۔

حروف لِثَوِیّہ: ظ، ذال، ثا، نوک زبان اور ثنایا علیا کے سرے سے ادا ہوتے ہیں۔ ماتن کا قول "بُنِ دندانہائے زیر" صحیح نہیں، ممکن ہے کاتب کی غلطی ہو۔ ان تینوں حرفوں کو لِثَوِیَّۃ (بکسر لام وفتح ثاو واو مکسور ویائے مشدّدہ) کہتے ہیں۔ صُراح میں لِثَّۃٌ کا ترجمہ بُنِ دندانہا کیا ہے یعنی دانتوں کی جڑ۔ مسوڑہ بھی اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے ان حروف کو لِثَوِیَّۃ کہنے کی مناسبت باقی نہیں رہتی (کیونکہ یہ حروف نہ تو دانتوں کی جڑ سے نکلتے ہیں نہ مسوڑہ سے بلکہ ثنایا علیا کے سرے سے ادا ہوتے ہیں)

اور قاموس میں اللِثَاۃُ: اللّھاۃ کا ترجمہ کیا ہے اور لہات کا ترجمہ وہی

کوا ہے بہر حال ان حروف کا لِثَوِیَّہ نام رکھنا سمجھ میں نہیں آتا۔

حروف نِطْعِیَّہ : نوکِ زبان اور ثنایا علیا کی جڑ سے تین حرف نکلتے ہیں یعنی ط، د، ت ان کو نطعیہ کہتے ہیں (نِطْع بسکون طا مہملہ و فتح آں) تالو کا اگلا حصہ جس میں شکن جیسا ہوتا ہے چونکہ مذکورہ حروف ثنایا علیا کی جڑ سے نکلتے ہیں جو نِطْع سے متصل ہے اس لئے ان حروف کو نطعیہ کہتے ہیں۔

کتاب کی عبارت میں لفظ "زیر" دنداں سے متعلق نہیں ہے (یعنی نیچے کے دانت ترجمہ نہیں ہے) بلکہ لفظ "سر" کا وصف ہے یعنی (اوپر کے) دانتوں کا نیچے کا سرا یعنی جڑ کا حصہ۔

حروف ذَلْقِیَّہ: زبان کا سرا اور ثنایا سفلی کا کنارہ مع کچھ اتصال ثنایا علیا کے ص، س، ز، نکلتے ہیں اور ان کا نام ذَلْقِیَّة ہے۔ ذَلْق بمعنی کنارۂ زبان۔

استدراک : قاموس میں ہے ذَلْقُ كلِّ شيء و ذَلْقَتُهُ و يُحَرَّكُ و ذَوْلَقُه: حَدُّه و ذَوْلَقُ اللسان و السنان : طرفهما، والحرفُ الذُلق : حروفُ طرفِ اللسانِ والشفةِ ، ثلاثة ذولقية : اللام والراء والنون، و ثلثة شَفَهِيَّةٌ : الباء والفاء والميم . عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ ذَلْق (بسکون لام) اور ذَلْقَةٌ (مع زیادتِ تا) اور ذَلَقَةٌ (بفتح الذال واللام) اور ذَوْلَقٌ: ہر چیز کی تیزی کو کہا جاتا ہے اور ذَوْلَقُ اللسان : زبان کا کنارہ ہے اور حروف ذُلْق وہ حروف ہیں جو زبان اور ہونٹ کے کنارہ سے نکلتے ہیں۔ جن میں سے تین ذَوْلَقِیَّة کہلاتے ہیں ل، ر، ن اور تین شَفَهِیَّہ ہیں ب ف م

بہر حال ذَلْق کا ترجمہ "کرانۂ دندان" صراح، قاموس وغیرہ میں موجود نہیں ہے۔ ذَوْلَق کا ترجمہ کنارہ ہے مگر وہ بھی لسان اور سِنان (نیزے کا پھل) سے مل کر ان کا کنارہ ہوتا ہے۔

ممکن ہے ذَلْقُ كلِّ شيءٍ حَدُّه میں حد کے معنی طرف کے ہوں اور دانتوں کا بالائی حصہ اس اعتبار سے کہ وہ کنارہ بھی ہے اور دانت کی تیزی بھی ان حروف کے ذَلْقیہ کہنے کی مناسبت کے لئے کافی ہو۔ مگر "کرانۂ دنداں" کا

ترجمہ پھر بھی محتاج نقل رہا۔ اگر یوں کہتے کہ "ذلق اسنان: کرانۂ دندان باشد"
تو بات کسی حد تک ٹھیک ہو جاتی لیکن مناسبت کا مسئلہ تو جانے خود رہا۔
صاحب قاموس و نیز صاحب صراح ذلقية کا تو نام تک نہیں لیتے ذَوْلَقِيَة
کہتے ہیں اور وہ بھی ل، ر، ن، کو ص، ز، س کو نہیں۔

یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ قُرّاء نے بلا سوچے سمجھے یہ اسماء تجویز کرے
ہوں، ضرور سوچا ہوگا اور پوری تحقیق کے بعد یہ اسماء وضع کئے ہوں گے مگر
ہم جیسے قاصرین کو ان کتب میں اس سے زائد اور کچھ مل نہ سکا واللہ اعلم

علامہ رضی نے خلیل بن احمد سے یہ نقل کیا ہے کہ ص، ز اسلیته ہیں اسلة
اللسان : مُسْتَدَقُّ طرفِه و فی الصراح : اَسْلة اللسان: باریکی و تیزی۔

اصولِ اکبری میں طا، دال (مہملہ) تاء (مُثنّاۃ) کو ذَوْلَقِيَّة لکھا ہے پھر
خلیل بن احمد سے ل، ر، ن کا ذَوْلقیہ ہونا نقل کیا ہے لیکن ص، ز، س، کا
ذَلْقِيَّه ہونا کسی نے نہیں لکھا۔

جمال القرآن میں ان تینوں کو صَفِيْرِيَّه کہا ہے۔ ان کی ادائیگی میں سیٹی
کی سی آواز پیدا ہو جاتی ہے اور ل، ر، ن کو طَرفیہ اور ذلقیہ کہا ہے۔

واللہ اعلم مصنف رحمہ اللہ کہاں سے کہہ رہے ہیں کہ ص، ز، س، ذَلْقِيَّه ہیں۔

ر، ن، کا مخرج: اور اُن گیارہ میں کے دو: ر، ن، طرفِ زبان سے بمعونت نیچے
کے دانتوں کی جڑ کے ادا ہوتے ہیں۔

واز لب چہار حرف خیزد: و، ف، م، ب، اما، ف، از باطنِ لبِ زیریں خیزد،
بمعونتِ اطرافِ ثنایائے زیریں، وسہ حرف باقی، و، م، ب، بہ تعاونِ دو لب۔

و، ف، م، ب، کا مخرج: واو، فا، میم، با، ہونٹوں سے نکلتے ہیں فا ثنایا علیا کے
کنارہ اور نیچے کے لب کے شکم سے نکلتی ہے اور با، میم، واو، دونوں ہونٹوں
کے تعاون سے نکلتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ واو ہونٹوں کے ناتمام ملنے سے نکلتا
ہے اور میم ہونٹوں کی خشکی سے نکلتی ہے، اس وجہ سے اس کو بَرِّی کہتے ہیں

اور باء ہونٹوں کی تری سے۔ بدیں وجہ اس کو بحری کہتے ہیں۔

فصل سوم دراجناسِ حروف

آں از روئے ذات دوازدہ است، مَجْهُوْرَه و مَهْمُوْسه و شَدِيْدَه و رِخْوَه و مُتَوَسِّطَه و مُطْبِقَه و مُنْفَتِحَه و مُسْتَعْلِيَه و مُتَسَفِّلَه و ذَلاَقِيَه و مُصْمَتَه و قَلْقَلَه.

تیسری فصل صفات حروف کے بیان میں

اس فصل میں صفاتِ حروف کا بیان ہے، حروف کی یہ مختلف اجناس ان کی مختلف صفات کے لحاظ سے قائم ہوتی ہیں۔ صفات دو قسم کی ہیں صفاتِ ذاتیہ یعنی صفاتِ لازمہ اور غیر ذاتیہ یعنی مُحَسِّنَه

صفات لازمہ کی تعریف یہ ہے کہ اگر وہ صفت نہ رہے تو وہ حرف ہی نہ رہے مثلاً ص میں اگر استعلاء کا لحاظ نہ ہو تو صاد، سین بن جائے اور اگر سین میں استفال ادا نہ ہو تو سین، صاد سے بدل جاوے۔ اسی وجہ سے ان صفات کو مُقَوِّمَه بھی کہتے ہیں یعنی اس صفت سے اُس حرف کا قِوام تیار ہوتا ہے۔ یہ اُس حرف کی ذات میں داخل ہے اور اس کا جزو لا يَنْفَكْ ہے۔ پس اگر یہ صفت نہ رہے تو اس کی ذات ہی نہ رہے، بلکہ وہ کوئی دوسرا حرف بن جائے۔ کیونکہ اجزاء کے فوت ہونے سے کُل فوت ہو جاتا ہے

صفات مُحَسِّنَه یعنی حرف میں خوبی پیدا کرنے والی صفت کہ حرف تو اس کے بغیر بھی پورا موجود ہے مگر رونق دار نہیں، خوشنمائی نہیں مثلاً تفخیم، ترقیق یعنی پر پڑھنا یا باریک پڑھنا۔ اِخفاء، اظہار وغیرہ ـــــــ پس یہ صفات حروف کے لئے ایسی سمجھو جیسے دیوار کے لئے چونا قلعی اور صفاتِ

مقومہ کو ایسا سمجھو جیسے پختہ دیوار کی اینٹیں۔

مصنف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اجناس حروف بلحاظ ذات کے بارہ ہیں یعنی حروف کی صفات ذاتیہ بارہ ہیں۔اس کے بعد ان کے بارہ نام شمار کرا دیئے۔

و مہموسہ دہ حرفست کہ آوازِ او پست آید، کہ مجموعِ او ایں ست سَتَشْحَثُكَ خَصفَهْ او حَثَّهٗ شَخصٌ فَسكَتَ و باقی مجہورہ است و يَجْمَعُهَا: ظَلَّ قُوْرٌ بَضٌّ اِذْ غَزَا جُنْدُ مُطِيْعٍ یعنی نوزدہ حرف است

---

(۱) مہموسہ دس حرف ہیں، جن کی آواز پست نکلتی ہے۔ان کا مجموعہ ان دو جملوں میں سے ہر ایک میں موجود ہے۔ پہلے جملہ کے معنی: عنقریب گڑگڑائے گی تیرے سامنے خَصفَهْ۔ خَصفَهْ ایک عورت کا نام ہے۔ شَحْثْ کے معنی عاجزی کرنا، گڑگڑانا بوقتِ سوال شَحَّاثْ: بھکاری ــــــــ دوسرے جملہ کے معنی: ابھارا اس کو ایک شخص نے پھر خاموش ہو گیا۔ حَثٌّ: ابھارنا، برانگیختہ کرنا یعنی وہ دس حرف جن کی ادائیگی میں آواز میں ایک قسم کی پستی ہوتی ہے، اور اسی بنا پر ان کو مہموسہ کہتے ہیں کہ هَمْس کے معنی نرم آواز کے ہیں (۱) وہ یہ ہیں س، ت، ش، ح، ث، ک، خ، ص، ف، ہ ــــــــ جمال القرآن میں مطلب اس صفت کا یہ بیان فرمایا ہے کہ ان حرفوں کے ادا کرنے کے وقت آواز مخرج میں ایسے ضُعف کے ساتھ ٹھیرے کہ سانس جاری رہ سکے اور آواز میں ایک قسم کی پستی ہو۔

(۲) مجہورہ: مہموسہ کے علاوہ باقی جملہ حروف مجہورہ ہیں، جن کو جمع کر رہا ہے ظَلَّ الخ یعنی مجہورہ کے انیس حرف ہیں۔جن کی تفصیل حسب ذیل ہے: ظ، ل، ق، و، ر، ب، ض، ء، ذ، غ، ز، ا، ج، ن، د، م، ط، ی، ع ــــــــ اس کے مجموعہ کا ترجمہ یہ ہے: بہتی رہیں پتھریلی زمینیں خون سے دن بھر جب کہ غزوہ

---

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے وَ خَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا (طٰہٰ ۱۰۸)

ترجمہ اور تمام آوازیں اللہ تعالیٰ کے سامنے دب جاویں گی، سو تو بجز پاؤں کی آہٹ کے اور کچھ نہ سنے گا ۱۲

کیا مطیع کے لشکر نے ـــــــــ ظَلَّ بمعنی صَارَ بھی ہوسکتا ہے قُورٌ (بضم قاف) قَارَة کی جمع ہے، قارة اس زمین کو کہتے ہیں جس میں سیاہ رنگ کے پتھر ہوں۔ بَضَّ الماءُ: سَالَ قلیلاً قلیلاً : تھوڑا تھوڑا پانی بہا۔ جُند: لشکر۔

وشدیدہ ہشت حرف ست کہ آوازِ او بقوت آید، و مجموعۂ وے ایں باشد اَجِدُكَ قَطَبْتَ یا اَجَدتَّ طَبَقَكَ ـــــــ و حروفے کہ میانِ شدیدہ و رخوہ است، آں را متوسطہ گویند، و متوسطہ نیز ہشت حرف ست، کہ آوازِ آں نہ پست آید نہ بقوت، و مجموعِ آں لِمَ یَرُوْعُنَا او لَمْ یَرْوِعَنَّا ـــــــ و باقی رخوہ است، و آں سیزدہ حرف ست، کہ مجموع او ایں ست خطٌ هَذَّ غَزٌّ سِفْثٌ حَضٌّ شَصٌّ .

---

(۳) شدیدہ آٹھ حرف ہیں کہ جن کی آواز قوت کے ساتھ نکلتی ہے اس کا مجموعہ یہ ہے اَجِدُ كَ الخ یعنی ا، ج، د، ک، ق، ط، ب، ت، ـــــــ قَطْبٌ : ترش روئی کرنا، منہ سکیڑنا، پیشانی پر بل ڈالنا، وِجدان: پانا۔ اِجادَةٌ : عمدہ کرنا۔ اَجَدتَّ بروزن اَقَمْتَ واحد مذکر حاضر از باب افعال۔ طَبَق : چوبی دستر خوان، ترجمہ جملۂ اولی: میں پاتا ہوں تجھ کو کہ ترش روئی کی تو نے۔ ترجمہ جملۂ ثانیہ: تو نے عمدہ بنایا اپنا دستر خوان۔

ان حرفوں کی ادائیگی میں بوقت سکون، مخرج میں آواز بند ہو جاتی ہے۔ جمال القرآن میں صفتِ شدت کا مطلب بدیں الفاظ ادا فرمایا ہے کہ ان حروف کے ادا کرتے وقت آواز ان کے مخرج میں ایسی قوت کے ساتھ ٹھہرے کہ اواز بند ہو جائے اور آواز میں ایک قسم کی سختی ہو۔

(۴) متوسطہ: جو حروف شدیدہ اور رخوہ کے مابین ہیں ان کو متوسطہ کہتے ہیں اور وہ بھی آٹھ حرف ہیں کہ ان کی آواز نہ پست ہی نکلتی ہے اور نہ پوری قوت کے ساتھ نکلتی ہے۔ ان کا مجموعہ یہ ہے، لِمَ الخ یعنی ل، م، ی، ر، و، ع، ن، ا، ـــــــ جمال القرآن میں اس کی تشریح ان الفاظ میں فرمائی ہے کہ آواز اس

میں نہ تو پوری طرح بند ہو اور نہ پوری طرح جاری ہو، یہی توسط کا مطلب ہے۔

مصنف رحمہ اللہ نے متوسطہ کی تعداد میں ابن حاجب وغیرہ کا قول اختیار کیا ہے۔ عندالجمہور صرف پانچ حرف ہیں جن کا مجموعہ لِنْ عُمَرُ ہے ______ رَوْعٌ : ڈرنا، ڈرانا، لازم اور متعدی دونوں طرح مستعمل ہے۔
پہلے مجموعہ میں یَرُوْعُ مضارع واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ اور نَا ضمیر منصوب متصل ہے جو فعل کا مفعول ہے اور فاعل مستتر ہے اور لِمَ بکسر لام و فتحہ میم ہے، اصل میں لِمَا تھا۔ یہ لام تعلیل ہے اور مَا استفہامیہ ہے۔
ترجمہ: کیوں ڈراتا ہے ہم کو۔

دوسرے مجموعہ میں لَمْ یَرْوِ صیغہ واحد مذکر غائب بحث نفی جحد بلم در فعل مستقبل معروف از باب ضَرَبَ رَوٰی یَرْوِیْ رِوَایَةً : روایت کرنا چوں رَمٰی یَرْمِیْ رَمْیًا ______ اور عَنَّا جار مجرور ظرف لغو، متعلق لَمْ یَرْوِ فعل کے۔ ترجمہ: اس نے ہم سے روایت نہیں لی ______ اور تیسرے مجموعہ یعنی لِنْ عُمَرُ میں لِنْ امر ہے، لَانَ یَلِیْنُ لِیْنًا سے، لِیْن: نرم ہونا از باب ضرب یضرب کباع یبیع بیعاً ترجمہ: نرم ہو جاؤ اے عمر!

(۵) رِخْوہ : شدیدہ اور متوسطہ کے علاوہ باقی ماندہ تیرہ حروف رخوہ ہیں۔
مناسب تو یہ تھا کہ شدیدہ اور رخوہ کے بیان سے فارغ ہو کر متوسطہ کا ذکر ہوتا۔ شاید مصنف رحمہ اللہ نے برعایت توسط ان کو وسط میں جگہ دی ہو یا آٹھ کی مناسبت سے متناسبین کو یک جا رکھ دیا ہو۔

رخوہ کا مطلب یہ ہے کہ ان حروف کو ادا کرتے وقت آواز ان کے مخرج میں ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہرے کہ آواز جاری رہے اور آواز میں ایک قسم کی نرمی ہو (جمال القرآن)

ومُطبقہ چہار حرف است کہ بگفتن او زبان در کام نشیند، چوں ص، ض، ط، ظ ______ وباقی منفتحہ است۔

(۶) مُطبقہ چار حرف ہیں ان کی ادائیگی کے وقت زبان تالو میں بیٹھ جاتی ہے۔ مُطْبَقَه اسم مفعول ہے، بابِ افعال کا صفتِ اطباق کا مطلب یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کا بیچ اوپر کے تالو سے ملصق ہو جاتا ہے یعنی لپٹ جاتا ہے۔

(۷) منفتحہ : مذکورہ چار حروف کے علاوہ باقی تمام حروف منفتحہ ہیں۔ اور صفتِ انفتاح کا مطلب یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کا بیچ اوپر کے تالو سے جدا رہتا ہے، خواہ زبان کی جڑ تالو سے لگ جاوے جیسے قاف میں لگ جاتی ہے، خواہ نہ لگے (جمال)

ومستعلیہ ہفت حرف است کہ در گفتنِ وے سر زبان بسوئے کام رود: ص، ض، ط، ظ، خ، غ، ق، کہ مجموعِ وے ایں است خُصَّ قَظٌّ ضَغْطَ ______ وباقی متسفلہ است۔

---

(۸) مستعلیہ سات حرف ہیں جن کے کہنے میں زبان کی جڑ تالو کی طرف جاتی ہے "سر" سے نوک زبان مراد نہیں، بلکہ بیخ زبان مراد ہے کہ اسے بھی زبان کا سرا یا کنارہ کہہ سکتے ہیں کہ حلق کی جانب زبان کا سر وہی ہے۔ اگرچہ اس باب میں مصنف رحمہ اللہ کی تعبیرات میں بے حد تسامح پایا جاتا ہے مگر حقیقت سمجھ لینے کے بعد یہ مسامحات نظر انداز کر دینے کے قابل ہوتے ہیں۔

جمال القرآن میں اس صفت کا مطلب اس طرح پر تحریر فرمایا ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت ہمیشہ زبان کی جڑ اوپر کے تالو کی طرف اُٹھ جاتی ہے جس کی وجہ سے یہ حروف موٹے ہو جاتے ہیں ______ ان حروف کا مجموعہ خُصَّ قَظٌّ ضَغْطَ ہے۔

خُصَّ (بضم خا و تشدید صاد) بانسوں کا مکان، چھپر ______ قَظٌّ (بفتح قاف، و تشدید ظاء معجمہ) مخفف قَيْظ بمعنی شدتِ گرما ______ ضَغْط (بفتح ضاد معجمہ وسکون غین معجمہ، وبکسرہم) مکانٌ ضَغْطٌ یعنی تنگ مکان

ـــــــ مجموعہ کا ترجمہ یہ ہوگا کہ شدتِ گرمی کلا نسوں والا مکان یا چھپر تنگ ہے۔

بعض کتب میں بتقدیم ضَغْط علی القِظْ دیکھا گیا ہے اس صورت میں قِظْ (بکسر قاف و وقف ظا) ہوگا اور یہ امر ہوگا قَاظَ یَقِیْظُ قَیْظاً سے۔ قَیْظْ کے معنی گرمی میں اقامت کرنا۔ ترجمہ اس طرح ہوگا: موسم گرما میں قیام کرو تنگ چھپر میں۔

﴿فائدہ﴾ مستعلیہ میں بوقت ادا، زبان تالو کی طرف اُٹھ جاتی ہے۔ استعلاء میں اطباق لازم نہیں۔ لیکن اطباق کے لئے استعلاء لازم ہے۔ دیکھئے خا، غین، قاف میں زبان کی جڑ تالو کی جانب بلند ہوتی ہے مگر اطباق نہیں ہوتا۔ صاد وغیرہ میں زبان بھی اوپر کو اُٹھتی ہے اور تالو وسطِ لسان پر ڈھکن کی طرح ڈھک جاتا ہے۔ کذافی الجاربردی

(۹) **مُسْتَفِلہ** : مستعلیہ کے علاوہ باقی جملہ حروف مُسْتَفِلہ ہیں۔ استعلاء کے مقابل صفت کا نام استفال ہے۔ لہٰذا مستفلہ کہنا چاہئے، نہ مُتَسفِّلہ، خیر! مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کی جڑ اوپر کے تالو کی طرف نہیں اُٹھتی، جس کی وجہ سے یہ حروف باریک رہتے ہیں۔

وذلاقیہ شش حرف است ر، ب، ن، ف، ل، م کہ مجموعۂ وے ایں باشد مُرْ بِنَفْلٍ ـــــــ وہیچ کلمۂ رباعی و خماسی یافتہ نہ شود کہ خالی باشد ازیں شش حرفً، مگر در کلمۂ چند، چوں عَسْجَدْ و عُسْقُد و عَسَطُوْس، قال الشاعر: ع: عَصَا عَسَطُوْسٍ لِیْنُهَا وَ اعْتِدَالُهَا ـــــــ و باقی مُصمتہ است۔

---

(۱۰) **ذَلاقیہ** چھ حرف ہیں، جو زبان اور ہونٹ کے کنارہ سے بہت سہولت کے ساتھ جلدی سے ادا ہوتے ہیں۔ ان چھ حرفوں میں، تین زبان کے کنارہ سے نکلتے ہیں یعنی ر، ل، ن۔ ان کو ذَوْلَقِیَّہ کہتے ہیں اور تین ہونٹ کے کنارہ سے نکلتے ہیں یعنی با، فا، میم ان کو شَفَهِیَّہ یا شَفَوِیَّہ کہتے ہیں ـــــــ

ذَلاَقَتْ لغت میں عبارت ہے فصاحت اور خفت کلام سے اور چونکہ یہ حروف سُبکی اور سرعت سے ادا ہوتے ہیں اس لئے ان کو مَذْلَقه (جمال وزینت) کہا جاتا ہے۔ان حروف کا مجموعہ مُرْ بنفلٍ ہے۔ مُرْ صیغہ امر ہے اَمَرَ یَأْمُرُ اَمْراً سے الأمرُ : حکم نمودن۔ نَفْل (بفتح نون و اِسکانِ فا) غنیمت کو کہتے ہیں۔ مُرْبنَفْلٍ یعنی حکم کرو مالِ غنیمت کا ــــــــ اِذلاق کی مقابل صفت کا نام اِصْمَات ہے جس کا ذکر آئندہ آرہا ہے۔

﴿فائدہ﴾ کوئی رباعی یا خماسی کلمہ ایسا نہیں پایا جاتا جو کہ ان چھ حرفوں سے خالی ہو، مگر چند کلمۂ شاذ اس کے خلاف بھی آئے ہیں، چوں (۱) عَسْجَدْ : زر یعنی سونا (۲) عُسْقُد (بالضم) دراز گول، و جوان بد خلقت یعنی لمبا بے وقوف اور جوان بد شکل (۳) عَسَطُوْس ایک درخت ہے شبیہ بدرخت بید ــــــــ عَسْجَد بمعنی زر، دخیل ہے، عربی نہیں ہے یعنی عجمی کلمہ ہے، واللہ اعلم۔

(قولہ : قال الشاعر : عصَا الخ ترجمہ) عَسَطُوس درخت کی لاٹھی کی نرمی اور اس کا اعتدال (یعنی سیدھا پن) لین بمعنی نرمی یعنی اس کی شاخ کی لاٹھی نرم اور معتدل ہوتی ہے یعنی سیدھی ہوتی ہے۔(شاعر نے لفظ عسطوس استعمال کیا ہے۔یہی بتانے کے لئے مصرع لائے ہیں)

(۱۱) مُصْمَتَه : مذکورہ چھ حرفوں کے ماسوا تمام حروف، مُصْمَتَه کہلاتے ہیں یعنی خاموش کردئے گئے یا روکے گئے یعنی حروف ذلاقیہ کی طرح یہ کسی کلمہ کا جزو لازم نہیں ہیں اس وجہ سے بمقابلہ ذَلَاقیہ یہ صامت حروف کی حیثیت میں ہیں اور ذلاقیہ ناطق حروف کی شان رکھتے ہیں کہ اہل زبان نے ان کو رباعی اور خماسی میں تو لزوماً جگہ دے کر ناطق بنایا اور ثلاثی کا دروازہ دوسرے حرفوں کی طرح ان کے لئے بھی کھلا رکھا۔

وفی حقیقةِالتجوید : الإصماتُ-لغةً -: المنعُ، و اصطلاحاً: امتناع الکلمة الرباعیة والخماسیة من غیر حرف من الْمَذْلَقَةِ، فَالْعَسْجَدُ عجمی، و لیس بعربی یعنی اِصْمات لغةً منع کو کہتے ہیں اور

اصطلاحاً حروف مذلقہ کے بغیر کسی رباعی یا خماسی کلمہ کا ممتنع الوجود ہونا ہے، پس عَسْجَدْ رباعی جو ان حروف سے خالی ہے عربی کلمہ نہیں ہے، عجمی ہے ـــــــ پس اس سے اور اس کے امثال سے اعتراض کرنا غلط ہوگا۔ گویا یوں سمجھو کہ رباعی خماسی کا بنیادی حرف تو یہ چھ ہیں، باقی حروف ان کے ساتھ ملائے جاتے ہیں۔

زینت بحوالہ نوادر الاصول میں مُصْمَتَه کہنے کی دوسری وجہ بیان کی ہے اور وہی اقرب اور انسب معلوم ہوتی ہے یعنی مُصْمَتَه لغت میں بے جوف چیز کو کہتے ہیں پس لامحالہ وہ ثقیل ہوگی اور یہ حروف بہ نسبت ذُلقیہ کے ثقیل ہیں۔

بہرحال صفتِ اصمات کا مطلب یہ ہے کہ یہ حروف اپنے مخرج سے مضبوطی اور جماؤ کے ساتھ ادا ہوتے ہیں، آسانی اور جلدی سے ادا نہیں ہوتے۔

متضادہ اور غیر متضادہ یہاں تک صفاتِ متضادہ کا بیان تھا، کیونکہ ان میں سے ہر ایک، دوسرے کی ضد ہے یعنی باہم متقابل ہیں۔ جہر اور ہمس متقابل۔ شدت اور رَخاوت متقابل۔ اِطباق اور انفتاح متقابل۔ استعلاء اور استفال متقابل۔ ذلاقت اور اصمات متقابل ـــــــ آگے جو صفات آتی ہیں۔ وہ غیر متضادہ کہلاتی ہیں، بدیں معنی کہ جانب مقابل کا کوئی خاص نام تجویز نہیں ہوا، اگرچہ واقعۃً وہاں بھی تقابل اور تضاد موجود ہے، مثلاً یا قلقلہ ہوگا یا عدم قلقلہ صفیریت ہوگی یا نہ ہوگی۔ اس عدم اور وجود سے کون حرف خالی ہو سکتا ہے؟ مگر اصطلاحاً اُن کو متضادہ اور اِن کو غیر متضادہ کہتے ہیں۔

و قَلْقَلَه پنج حرف است: ق، ط، ب، ج، د کہ مجموعۂ وے ایں ست قُطْبُ جَدٍ ـــــــ و بداں کہ صاد و سین و زا، ایں سہ حرف را حروفِ صفیر گویند ـــــــ و شین را مُتَفَشّی ـــــــ و را را مکرر ـــــــ و لام را منحرف ـــــــ و الف را هاوی ـــــــ و نون را حرف غُنَّه گویند۔

---

(۱۲) قَلْقَله کے پانچ حرف ہیں ق، ط، ب، ج، د، ان کا مجموعہ قُطْبُ جَدٍ

ہے۔ قُطب کیلی کو کہتے ہیں جس پر چکی کا پاٹ وغیرہ گھومتا ہے۔ جَدّ بمعنی بزرگی قُطْبُ جَدٍّ یعنی مدار بزرگی(۱)

لغت میں قلقلہ جنبش اور حرکت کو کہتے ہیں۔ چونکہ حالت سکون میں ان حروف کے ادا کے وقت مخرج کو حرکت ہو جاتی ہے اس لئے ان کو حروفِ قلقلہ کہتے ہیں۔ دوسری وجہ اور بھی ہے یعنی ان حروف کی آواز میں سکون جب تک مشابہ بحرکت ادا نہ ہو مُتَبَیَّنْ نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان حروف میں شدت اور جہر دونوں مجتمع ہیں، سو جہر تو سانس کے جاری رہنے کو روکتا ہے اور شدت آواز کو بند کر دیتی ہے پس بحالت سکون جب سانس اور آواز دونوں ہی بند ہو گئے تو سکون کا پتہ کیونکر چلے؟ تو لامحالہ اس کے ظاہر کرنے کے لئے متکلم کو سخت تکلف پیش آئے گا اور وہ کوشش کرے گا کہ ادا میں کچھ حرکت کا شائبہ پیدا ہو، تاکہ سکون ظاہر ہو سکے۔ غرض متکلم کو سخت انضغاط پیش آتا ہے اور وہ اس سے نکلنے کے لئے مخرج کو شدید حرکت دیتا ہے کذا فی الجار بردی۔

﴿فائدہ﴾ ف، ک، ت میں بھی مخرج کو جنبش ہو جاتی ہے مگر وہ معمولی ہوتی ہے اور نرمی کے ساتھ ہوتی ہے اس وجہ سے اُن کا شمار حروف قلقلہ میں نہیں کیا گیا اور قطب جدّ کے حروف میں سختی کے ساتھ جنبش ہوتی ہے۔ اسکا خیال رہے۔

حروفِ صفیر : یہ بات بھی جان لیں کہ ص، س، ز، ان تین حرفوں کو حروفِ صفیر کہتے ہیں۔ حروف صفیر کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ادا کے وقت ایک آواز تیز مثل سیٹی کے نکلتی ہے۔ صفیر اصل میں چڑیا کی آواز کو کہتے ہیں۔

حرفِ تَفَشّی : شین میں تفَشّی ہے اس لئے اس کو مُتَفَشّی کہتے ہیں۔ تَفَشّی کے لغوی معنی پھیلنے کے ہیں۔ شین کے ادا میں آواز منہ میں پھیل جاتی ہے اس لئے اس کو متفشی کہتے ہیں۔

صفتِ تکریر : اور را کو مُکَرِّر کہتے ہیں۔ صفت تکریر کا مطلب یہ ہے کہ

---

(۱) اور قَطَبَ جدٌّ پڑھیں تو قَطَبَ فعل ماضی ہو گا قَطْبٌ : ترش روئی اور جدٌّ : دادا پس ترجمہ ہو گا دادا نے چہرہ کھٹا کیا ۱۲

چونکہ اس کے ادا کرنے میں زبان میں ایک رعشہ یعنی لرزہ ہوتا ہے اسلئے اس وقت آواز میں تکرار کی مشابہت ہو جاتی ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ اس میں تکرار ظاہر کیا جائے بلکہ اس سے بچنا چاہئے، اگرچہ اس پر تشدید بھی ہو، کیونکہ وہ پھر بھی ایک ہی حرف ہے، کئی حرف تو نہیں ہیں (جمال القرآن بحوالہ درۃ الفرید)

﴿فائدہ﴾ اس تکریر سے را اور لام میں امتیاز کھل جاتا ہے۔ تکریر نہ ہو تو را، لام بن جاوے جیسا کہ بعض بچوں سے ہو جاتا ہے۔

حرفِ مُنْحَرِفْ : اور لام کو منحرف کہتے ہیں۔ اس صفت میں را بھی شامل ہے۔ شاید اَصل عبارت اس طرح ہو "و لام و رارا منحرف" کاتب نے اپنی بے وقوفی سے اس تکرار کو کتابت کی غلطی تصور کر کے خارج کر دیا ہو اور بسا اوقات اس قسم کی تکرار میں بلا قصد بھی ایک مکرر کتابت سے رہ جاتا ہے۔

انحراف کے معنی ہٹنے اور لوٹنے کے آتے ہیں۔ ان کی ادائیگی میں زبان کو انحراف پیش آتا ہے لام میں تو زبان کے کنارہ کی طرف اور را میں کچھ زبان کی پشت کی طرف اور کچھ لام کے موقع کی طرف میلان پایا جاتا ہے (جمال بحوالہ درۃ الفرید)

شافیہ میں صرف لام کو منحرفہ کہا ہے اور وجہ یہ بیان کی ہے لأنَّ اللسانَ عند النطقِ بها يَنْحَرِفُ بها إلى داخل الحنك یعنی لام کے تلفظ میں زبان تالو کے اندر کی جانب مائل ہو جاتی ہے۔

حرف ہاوی: اور الف کو ہاوی کہتے ہیں، کیونکہ یہ ہوائے فم پر تمام ہوتا ہے۔ اس کی ادا میں منہ اور حلق دونوں کھلے رہتے ہیں۔ ان کا آواز پر دباؤ وغیرہ نہیں ہوتا۔ بخلاف واو ویاء کے کہ واو میں دونوں ہونٹ ملانے پڑتے ہیں اور یا میں زبان کو تالو کی جانب اٹھانا پڑتا ہے۔ غرض اُن دونوں حرفوں میں عضو کا عمل شامل رہتا ہے لیکن الف میں کسی کا عمل شامل نہیں اس لئے اس کو ہاوی کہا گیا _____ بعض نے هَوِیٌّ (بفتح الھاء) سے لے کر، جس کے معنی نزول کے ہیں، یہ مناسبت بتائی کہ جس وقت الف کو ممدود پڑھیں تو یہ اپنے مخرج

اقصیٰ حلق میں خود بخود بلا کسی عضو کی مدد کے اتر جاتا ہے۔
حرف غُنَّہ اور نون کو حرفِ غُنَّہ کہتے ہیں۔ غُنَّہ کے معنی ناک میں آواز لے جانا

فصل چہارم در بیانِ اجناس آں از روئے تصریف وآں پنج نوع است

چوتھی فصل میں از روئے تصریف، اجناسِ حروف کا بیان ہے۔ باب پنجم میں تصریف کے معنی "گردانیدنِ کلمہ باشد بہ پنج طریق: زیادت، وحذف، وابدال، وقلب، ونقل" ذکر فرمائے ہیں (۱) یعنی کلموں میں جو پانچ قسم کے تصرفات ہوتے ہیں اُن کے لحاظ سے حروف کی تقسیم کہ ہر قسم اپنی مخصوص شان کے اعتبار سے ایک مستقل جنس بن جاتی ہے کہ یہ حروف زیادت کے کام میں آتے ہیں اور یہ حروف حذف کے کام میں اور فلاں قسم کے حروف میں ابدال ہوتا ہے اور فلاں میں قلب الخ ان اجناس مختلفہ کا بیان اس فصل میں ہوگا ——— اور وہ پانچ طرح کے حرف ہیں۔

حروفِ زیادت وآں دہ است کہ مجموعہ او سَألْتُمُونِيْهَا یا اَلْيَوْمَ تَنْسَاهُ، چوں در کلمہ چیزے زیادہ کنند ازیں حروف باشد۔

پہلی نوع حروفِ زیادت ہیں اور وہ دس حرف ہیں، جو مجموعہ سَألْتُمُونِيْهَا یا اَلْيَوْمَ تَنْسَاهُ میں موجود ہیں یعنی س، ء، ل، ت، م، و، ن، ی، ہ، ا ———
ترجمہ جملہ اولیٰ: تم لوگوں نے مجھ سے دریافت کیا تھا اس کو۔ سَألْتم جمع حاضر ہے بباعث نونِ وقایہ ویائے متکلم واو بڑھانا ضرور ہوگیا ھا ضمیر ہے جو شئ مسئول کی طرف راجع ہے ——— ترجمہ جملہ ثانیہ: آج بھول جائے گا تو اسے۔ الیومَ ظرف ہے اور تَنْسٰی واحد مذکر حاضر ہے، ہٗ ضمیر مفعول کی ہے۔
حروف زیادت کا مطلب: جب کسی کلمہ میں کچھ زیادتی کرتے ہیں تو وہ

---

(۱) آگے یعنی سے باب پنجم میں جو تصریف کے معنی بیان کئے گئے ہیں اس کی وضاحت نہیں ہے بلکہ اس کی روشنی میں متن کی وضاحت ہے ۱۲

انہی حروف سے ہوتی ہے، گویا یہ حروف زیادت کے لئے مخصوص ہیں یعنی ان کے حروفِ زیادت ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ حروف کلمہ میں ہمیشہ زائد ہی ہوتے ہیں، کیونکہ بہت سے کلمات ایسے ہیں کہ جن کی ترکیب خالص حروفِ زوائد سے ہو رہی ہے، جیسے سَأَلَ ، نَامَ، سَئِمَ وغیرہ، پس ان جیسے کلمات میں تو یہ حروفِ زوائد ہی اصولِ کلمہ ہیں۔ پھر یہ کہنا کس طرح صحیح ہوگا کہ یہ حروف ہمیشہ زوائد ہی ہوں گے۔ بلکہ ان کے زوائد کہنے کا مقصد یہ ہے کہ تضعیف اور الحاق کی زیادت کو چھوڑ کر جہاں کہیں زیادت ہوگی وہ انھیں دس حرفوں میں سے ہوگی۔ اس سے باہر نہیں ہو سکتی ——— تضعیف میں حروف کا تکرار ہوتا ہے، جو کہیں انھیں زوائد کا تکرار ہوگا اور کہیں دوسرے حرف کا تکرار ہوگا۔ مثلاً عَلَّمَ میں تضعیف ہے اور حرفِ مکرر لام ہے جو از جملۂ حروفِ زوائد ہے اور فَرَّحَ میں حرفِ مکرر راء ہے جو غیر حروف زوائد میں سے ہے ——— ایسے ہی الحاق کی زیادتی میں زوائد اور غیر زوائد دونوں قسم کے حروف آسکتے ہیں۔ اول کی مثال شَمْلَلَ ہے، یہاں دَحْرَجَ سے ملحق کرنے کے لئے ایک لام کا اضافہ کیا گیا اور لام حروفِ زوائد میں سے ہے اور جَلْبَبَ میں باکا اضافہ ہے، جو غیر زوائد میں سے ہے ——— اسی حقیقت کو مصنف رحمہ اللہ نے چوں در کلمہ الخ سے واضح فرمایا ہے۔

وحروفِ حذف، وآں یازدہ است، مجموعۂ او هُوَ حَفِيٌّ بِخَائِنَةٍ. ہر جا کہ از کلمہ چیزے حذف کنند ازیں حروف باشد۔

دوسری نوع (۱) حروف حذف ہیں یعنی وہ حروف جن کو کلمہ میں سے ساقط کر دیا جاتا ہے، بشرطیکہ معنی پر اس حذف کا کوئی اثر نہ پڑے جیسے قَاضٍ کے آخر سے یا حذف کی گئی ہے مگر معنی بحالہ باقی ہیں۔ ان حروف کا مجموعہ ماتن

---

(۱) حضرت الاستاذ قدس سرہ نے مُسْوَدَّہْ میں یہاں بیاض چھوڑی تھی۔ اس عنوان کی تکمیل مرتب کتاب نے کی ہے اور ا نجم المفصل فی علم الصرف سے استفادہ کیا ہے اور حروفِ حذف کا مجموعہ مرتب نے خود مرتب کیا ہے ۱۲

نے هُوَ حَفِيٌّ بِخَائِنَةٍ دیا ہے جس کا ترجمہ ہے: "وہ خیانت کار عورت پر مہربان ہے" مگر یہ مجموعہ صحیح نہیں ہے کیونکہ آخری گول ۃ اگر ہا ہے تو تکرار لازم آتی ہے اور اگر لمبی ت مراد ہے تو وہ حروفِ حذف میں شامل نہیں ہے اور طا حروف حذف میں ہے مگر وہ اس مجموعہ میں نہیں آئی۔

حضرت الاستاذؒ نے هُوَ حَفِيٌّ بِجَانِيَةٍ لکھ کر بیاض چھوڑ دی تھی مگر یہ مجموعہ بھی صحیح نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے کیونکہ گیارہ حروفِ حذف یہ ہیں: ہ، و، ح، ف، ن، ب، ط، خ، ی، ا، ء جن کا مجموعہ هُوَ حَفَنَ بِطَخْيَاءَ ہے حَفَنَ: لپ بھرا۔ طَخْيَاءَ: تاریک راتیں۔ ترجمہ: اس نے تاریک راتوں سے لپ بھر لیا (حروف حذف کی مزید وضاحت باب پنجم فصل دوم میں آئے گی)

غرض جہاں بھی کسی کلمہ سے کوئی حرف حذف کرینگے تو وہ انہیں گیارہ حروف میں سے ہوگا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ گیارہ حروف ہمیشہ حذف کئے جائیں گے۔

و حروفِ ابدال، و آں نیز یازدہ است، مجموعہ او اَتَجِدُّ مِن وَّطِيهَا، ہر کجا کہ حرفے بہ حرفے بدل کنند ازیں حروف باشد۔

تیسری نوع حروف ابدال کی ہے اور وہ بھی گیارہ حرف ہیں یعنی ء، ت، ج، د، م، ن، و، ط، ی، ہ، ا، جن کو اس جملہ میں جمع کیا گیا ہے اَتَجِدُّ مِن وَّطِيهَا. جِدٌّ (بکسر جیم و تشدید دال) بمعنی کوشش تَجِدُّ مضارع حاضر از باب ضَرَبَ یضرب ترجمہ یہ ہوا: "آیا کوشش کرتا ہے تو اس کی وطی کی؟" ——— یا جدّ ماخوذ ہو جُدودَة سے بمعنی بزرگ شدن اب ترجمہ یوں کریں گے: "کیا بڑائی حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس سے وطی کر کے؟!"(۱)

جس جگہ کسی حرف کو دوسرے حرف سے بدلنا ہوگا تو وہ انھیں میں کا کوئی حرف ہوگا۔ علامہ ابن حاجب نے شافیہ میں حروفِ ابدال کی تعداد چودہ

---

(۱) اس مجموعہ کو یوں بھی پڑھا جاسکتا ہے کہ اَتَجِدُ مَنْ وَّطِيهَا (کیا پاتا ہے تو اس شخص کو جس نے اس عورت سے وطی کی) یعنی وہ بدکار تیرے ہاتھ آیا؟ ۱۲

شمار کی ہے اور ص، ز، ل کو بھی حروفِ ابدال قرار دیا ہے اور ان کا مجموعہ
اَنْصِتْ یَوْمَ جَدُّ طَاہٍ زَلَّ دیا ہے ترجمہ: "خاموش رہو اس دن جس دن کہ طاہ
کا دادا پھسلا" طاہ نام ہے۔ اَنْصِتْ امر ہے اِنْصَاتْ: خاموش رہنا۔ زَلَّ
ماضی از زلل بمعنی لغزش ـــــــ عند البعض تیرہ کی تعداد ہے۔ اس تعداد
میں سین کا اضافہ ہے اور صاد اور زا کا اخراج۔ علامہ نے اس پر سخت تنقید کی
ہے۔ جاربردی، رضی وغیرہ میں تفصیلات مذکور ہیں۔

وحروف قلب وآں حروف علت است۔ قلب وابدال در معنی یکے است،
ولیکن بیشتر در حروف علت، قلب گویند، ودر حروف صحیح ابدال نامند۔

چوتھی نوع حروف قلب کی ہے اور حروف قلب، حروف علت ہیں یعنی
واو، الف، یا، قلب اور ابدال بلحاظ معنی ایک ہی شئی ہیں لیکن بیشتر حروف
علت میں تبدیلی کو قلب اور حروف صحیح کی بتدیلی کو ابدال کہتے ہیں۔

وحروف ادغام وآں سیزدہ حرف است کہ لام تعریف را در وے ادغام
تواں کرد، چوں اَلتَّاءُ والثَّاء والدالُ والذال والراء والزاء والسین
والشین والصاد والضاد والطاء والظاء والنون واللہ اعلم۔

پانچویں نوع حروف ادغام کی ہے جن میں لام تعریف کا ادغام ہوسکتا ہے۔ وہ
کل تیرہ حرف ہیں جن کو التاء سے النون تک بعمل ادغام ذکر کیا ہے (یعنی التَّاء میں
لام تعریف کو تا بنا کر تا میں ادغام کیا ہے پس یہی امثلہ بھی ہیں وقس علی ہذا)
(دیگر حضرات نے حروف ادغام کی تعداد چودہ بیان کی ہے انہوں نے
لام کا اضافہ کیا ہے ان چودہ حروف کو حروف شمسی بھی کہتے ہیں یعنی وہ حروف
جن پر الف لام آئے تو لام نہ پڑھا جائے بلکہ لام مابعد حرف کی جنس سے ہو کر
ادغام یا دے جیسے السَّلَامُ۔ یہ چودہ حروف اس شعر میں جمع ہیں ؎

تاؤ ثاؤ دال وذال ورا وزا و سین و شین
صاد وضاد ولام ونون وطاو ظاشد بالیقین

امثلہ التائبون ، الثری ،الدم، الذرع الرمان الزیتون ، السماء، الشمس، والصافات ،والضحیٰ واللیل والناس والطیبات والظن۔

ان حروف کو حروف شمسیہ اس لئے کہتے ہیں کہ جس طرح سورج چاند پر اثرانداز ہوتا ہے یہ حروف بھی مابعد پر اثرانداز ہوتے ہیں۔

حروف قمریہ: حروف شمسیہ کے علاوہ باقی چودہ حروف (۱) حروف قمریہ کہلاتے ہیں یعنی وہ حروف جن پر الف لام تعریف آئے تو لام پڑھا جائے۔ ادغام نہ ہو جیسے اَلْحَمْدُ۔ ان کو قمریہ اس لئے کہتے ہیں کہ چاند، سورج پر اثرانداز نہیں ہوتا اسی طرح یہ حروف مابعد پر اثرانداز نہیں ہوتے۔ ان کا مجموعہ اِبْغِ حَجَّكَ وخِفْ عَقِيْمَهْ ہے یعنی ء، ب، غ، ح، ج، ك، و، خ، ف، ع، ق، ی، م، ہ، جیسے اَلْاَعْمىٰ، اَلْبَصِيْر، اَلْغَاوُوْن، اَلحمد، اَلْجَمَلْ، اَلْكِتَاب اَلْوَسْوَاس، اَلْخَنَّاس، اَلْفَجْر، اَلْعَادیات، اَلْقَارعات، اَلْيَتِيْمُ، اَلْمِسْكِيْنُ، اَلْهَادی

فصل پنجم در ذکر چیزے از حروف معنوی، تا کتاب از اں خالی نباشد ـــــــ وجملہ حروف معنوی از نود بیروں نیست و آں سہ گونہ است مبسوط و مقرون و مرکب۔

پانچویں فصل حروف معنوی کے بیان میں

حروف معنوی کا اس فصل میں مختصر سا تذکرہ ہے تاکہ کتاب کلیۃً اس کے ذکر سے خالی نہ رہے۔ جملہ حروف معانی نوے (۲) سے زیادہ نہیں ہیں اور حروف معانی تین طرح کے ہیں (۱) مبسوط، (۲) مقرون، (۳) مرکب۔

---

(۱) اور الف نہ شمسی ہے نہ قمری کیونکہ اس سے ابتداء نہیں ہو سکتی ہے۔ ۱۲

(۲) حروف معانی حروف مبانی (حروف ہجا) کا مقابل ہے یعنی معنی دار حروف، جیسے با جارہ، ک جارہ، حروف معانی ہیں ۱۲

مبسوط آں است کہ چیزے از حروف معنوی باوے بہم نکردہ باشند، چوں مِنْ وفِيْ والِي ———— ومقرون آنست کہ دو حرف معنوی بہم کردہ باشند، ومعنی ہر دو باقی باشد، چوں کَأَنَّ کہ کاف تشبیہ وانَّ توکید بہم آمدہ است، ومعنی ہر ایک باقی است ———— ومرکب آنست کہ دو حرف بہم آمدہ باشند، ومعنی ہر دو یک گشتہ، چوں لَوْلا تحضیض کہ لَوْ تمنی ولائے نافیہ بہم آمدہ است، ومعنی ہر دو یک گشتہ۔

---

(۱) مبسوط وہ حروف ہیں جو تنہا تنہا ہوں ان کے ساتھ کوئی دوسرا معنوی حرف جوڑا نہ گیا ہو، جیسے مِنْ، فِيْ، اِلٰي حروف جارہ ہیں یہ اگرچہ دو حرفی کلمات ہیں مگر ان کا کوئی حرف معنوی نہیں ہے جس کے ملانے سے یہ حرف بنے ہوں۔

(۲) مقرون وہ حروف ہیں کہ جن میں دو معنوی حرف ملا دیئے گئے ہوں اور معنی دونوں کے باقی ہوں۔ ان کی مثال کَاَنَّ حرف مشبہ بفعل ہے جو کہ عند الخلیل کاف تشبیہ اور اِنَّ توکیدیہ سے مرکب ہے یعنی اِنْ جو تحقیق اور تاکید کے معنی دیتا ہے۔ ترکیب میں قصدِ تشبیہ کی غرض سے کاف تشبیہ کو اِنَّ پر مقدم کیا اور بباعث کاف جارہ ہمزہ کے کسرہ کو فتحہ سے بدل دیا۔ کَاَنَّ زیداً اَسَدٌ اصل میں اِنَّ زیدًا کَالْاَسَدِ تھا۔ مشبہ بہ سے کاف اٹھا کر اِنَّ توکیدیہ کے ساتھ جوڑ دیا۔ اب یہ مجموعہ ایک کلمہ ہو گیا مگر کاف اور اِنَّ کے اصلی معنی تشبیہ اور تاکید کے بدستور باقی رہے۔

(۳) مرکب وہ حروف ہیں کہ جن میں دو معنوی حرف یکجا ہو کر ایک نئے معنی کے حامل ہوں۔ ان کے اپنے معنی مرکب میں ختم ہو گئے ہوں مثال میں لَوْلاَ تحضیضیہ کو لیجئے کہ اس میں لو اور لا دو مختلف المعنی حرف جمع ہیں لَوْ میں تمنی اور آرزو کے معنی تھے اور لا میں نفی کے معنی۔ مگر ترکیب کے بعد لَوْلاَ میں تحضیض کے معنی پیدا ہو گئے یعنی برانگیختگی کے معنی بن گئے۔

تخصیص کے معنی ابھارنا۔ اب لَوْلَا کا ترجمہ اس طرح کریں گے کہ "ایسا کیوں نہیں ہوا" یہ ایک جداگانہ معنی ہیں برخلاف کَاَنَّ کے کہ کان زیدًا أسَدٌ کے معنی: زید شیر کے مشابہ ہے، گویا بہادری میں زید شیر جیسا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

باب پنجم در معنی تصریف

تصریف گردانیدن کلمہ باشد بہ پنج طریق: زیادت، وحذف، وابدال، وقلب، ونقل۔

پانچواں باب تصریف کے معنی میں

اس باب میں تصریف کے معنی بیان کئے گئے ہیں اور اس کی تفصیل بھی ذکر کی گئی ہے۔

تصریف کے معنی: کلمہ کا لوٹ پوٹ کرنا ہے یعنی ادلنا بدلنا ہے پانچ طریقوں سے یعنی (۱) زیادت (۲) حذف (۳) ابدال (۴) قلب اور (۵) نقل کے طور پر۔

فصل اول در زیادت۔ فرق میانِ حرف اصلی و حرف زیادت آنست کہ حرف زائد در تصریف بیفتد و اصلی نیفتد، چوں عین، ولام، و میم از عَالِمٌ وعَلِیْمٌ ومَعْلُومٌ وعَلَّمَ وتَعَلَّمَ واسْتَعْلَمَ۔ و آنچہ زیادہ باشد چوں در ثلاثی وزن کنند بیفتد۔

پہلی فصل زیادت کے بیان میں

حرف اصلی اور حرف زائد: کے مابین امتیاز اور فرق یہ ہے کہ حرف زائد کلمہ کی بعض تصریفات میں ساقط ہو جاتا ہے اور اصلی کسی جگہ بھی نہیں گرتا

یعنی جو حروف کلمہ کے جملہ تصرفات میں ساتھ دیں وہ اصلی مانے جائیں گے کہ بنیاد کلمہ ہیں اور جو حروف بعض تصرفات میں اس کا ساتھ چھوڑ دیں، بس سمجھ لو کہ زائد ہیں۔

مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ عین، لام، میم یہ تین حرف ایسے ہیں کہ اس باب کے جملہ تصرفات میں یکساں حالت میں رہتے ہیں خواہ مجرد کے مختلف نوع کے تصرفات ہوں یا مزید کے عَلِمَ، عَالِمٌ، عَلِيْمٌ، مَعْلُوْمٌ، عَلَّمَ (باب تفعیل مزید) تعَلَّمَ (باب تفعُّل) اِسْتَعْلَمَ (باب استفعال) ان تمام میں عین، لام، میم اپنی مخصوص ترتیب کے ساتھ موجود ہیں۔ لیکن عَالِمٌ کا الف، عَلِيْمٌ کی یا، مَعْلُوْمٌ کا واو اور میم اول۔ عَلَّمَ میں لام کا تکرار، تَعَلَّمَ میں تکرار لام کے ساتھ تا کا اضافہ، اِسْتَعْلَمَ کے اول کے تین حروف، یہ عَلِمَ مجرد میں جو ان سب کی اصل ہے اور یہ سب اس میں تصرف کرنے سے حاصل ہوئے ہیں مفقود ہیں ــــــ اور اسی طرح یہ زوائدات باہم منقسم ہیں۔ یہ نہیں کہ زائد زائد سب برابر ہوں بلکہ کہیں کوئی حرف زائد ہے اور کہیں کوئی۔ کہیں ایک ہے تو کہیں دو اور کہیں تین۔ معلوم ہوا کہ اصلی حروف تو وہی عین، لام، میم ہیں جو ہر موقعہ پر ڈٹے ہوئے ہیں اور باقی تمام زوائد ہیں جو موقعہ بموقعہ لگتے اور الگ ہوتے رہتے ہیں۔

﴿قاعدہ﴾ ثلاثی کے وزن سے زوائدات کا پتہ چل جائے گا، کیونکہ زوائدات گر جائیں گے اور اصل محفوظ رہے گی، جیسا کہ ہم نے اوپر عمل کر کے بتلا دیا ہے۔

وزیادت از جہت ہشت چیز باشد، مَدِّ صوت چوں کِتَابٌ وعَجُوْزٌ والحاق چوں کَوْثَرٌ وعِثْيَرٌ، وعوض چوں عِدَةٌ وزِنَةٌ۔ وتمکّن ابتد، چو الف وصل اُنْصُرْ واضْرِبْ وبیان حرکت چوں مَاهِيَهْ وسلامت بنا چوں ضَرَبَنِيْ واِنَّنِيْ وزیادتِ محض چوں اِسْتَقَرَّ واحداثِ معنی، وآں بسیار است، چو فاعل ومفعول وتثنیہ وجمع وجز آں۔

زوائدات کا اضافہ آٹھ وجہ سے ہوتا ہے

یعنی آٹھ فوائد یا آٹھ مقاصد ہیں جن کی تحصیل زیادت سے کی جاتی ہے۔
(۱) مَدِّ صوت یعنی کبھی کسی کلمہ میں آواز بڑھانے کے لئے زیادت کرتے ہیں۔ کِتَابٌ کا الف اور عَجُوْزٌ کا واو اسی ضرورت سے بڑھا ہے، ورنہ اصل میں کِتَبٌ اور عَجُزٌ تھا ظاہر ہے کہ اس اصل کے تلفظ میں آوز کا کھچاؤ نہیں ہو سکتا تھا کتابٌ میں الف نے مد صوت کا، اور عجوز میں واو نے مدِ صوت کا موقعہ پیدا کر دیا کہ دونوں مدّہ ہونے کے باعث ممدود ادا ہوں گے۔
(۲) الحاق: دوسرا فائدہ زیادت کا، الحاق ہے یعنی چھوٹے کلمہ کو بڑے کلمہ کے وزن پر لانا ہوتا ہے تاکہ تصغیر اور جمع میں بڑے کلمہ والا معاملہ اس چھوٹے کلمہ کے ساتھ بھی ہونے لگے تو چھوٹے کلمہ کو بڑا کرنے کی خاطر حرف کی زیادت کی جاتی ہے جیسے کَوْثَرٌ کا واو اور عِثْیَرٌ کی یا الحاقی ہے۔ کوثر ملحقات جعفر سے ہے اور عِثْیَرٌ ملحقاتِ درھم سے ہے۔ کوثر بمعنی کثیر۔ عِثْیَرْ: غبار، مٹی۔
(۳) عِوَض یعنی کبھی کسی محذوف حرف کے عوض (بدلے) میں آخر کلمہ میں تا کا اضافہ ہوتا ہے اور ایسے ہی کہیں اول میں اضافہ کر دیتے ہیں جیسے عِدَةٌ، زِنَةٌ کی تا واو محذوفہ کا عوض ہے۔ اصل میں وَعْدٌ وَزْنٌ تھے، بموافقت باب صدر کلمہ کا واو حذف کر کے عین کلمہ کو کسرہ دیا اور بعوض محذوف آخر میں تا بڑھا دی۔
(۴) تمکّن ابتدا یعنی زیادت کا منشا کبھی ابتدا بسکون کی دشواری سے بچنا ہوتا ہے، جیسے اُنْصُرْ، اِضْرِبْ کے اول میں ہمزہ وصل ______ تمکن ابتدا کا مطلب: ابتداء کا موقعہ پیدا کرنا یعنی بباعث سکون جو تلفظ کا موقعہ جاتا رہا تھا، اول میں ہمزہ وصل بڑھا کر پھر اس کا موقعہ پیدا کر لیا گیا۔
(۵) بیان حرکت یعنی کبھی آخر کلمہ کی حرکت ظاہر کرنے کے لئے زیادتی کی جاتی ہے۔ یہ زیادت ہمیشہ آخر میں ہوگی، جیسے مَاھِیَ؟ کی یا کا فتحہ ظاہر کرنا

تھا تو آخر میں ہائے سکت بڑھادی، جس سے یا کی حرکت لازمی ہو گئی، ورنہ اجتماع ساکنین کی مصیبت رکھی ہوئی ہے۔

(۶) سلامت بنا یعنی کہیں بنائے کلمہ کی حفاظت کی خاطر آخر میں زیادت کا عمل ہوتا ہے، جیسے ضَرَبَنِیْ اور اِنَّنِی کا نون کہ اگر بلازیادت نون یا کا اضافہ ضَرَبَ فعل ماضی اور اِنَّ حرف مشبہ بفعل میں کیا جاتا تو کلمہ کی بنا قائم نہ رہتی یعنی ماضی کے آخر کا فتحہ اور اسی طرح اِنَّ کے نون کا فتحہ، کسرہ سے بدل جاتا حالانکہ فعل ماضی اور جملہ حروف مبنی ہیں۔ ان کا آخر اپنی وضع کے لحاظ سے غیر متبدل ہے اور یہ دونوں فتحہ بنائی ہیں۔ اعرابی نہیں، جو بدل سکیں۔

(۷) زیادت محض یعنی کہیں زیادتی محض کلمہ بڑھانے کے لئے آتی ہے۔ وہاں مذکورہ فوائد میں سے کوئی امر مقصود نہیں ہوتا۔ محض ایک چھوٹے لفظ کا بڑا کرنا منظور ہوتا ہے۔ اِسْتَقَرَّ میں وہی قَرَّ کے معنی ہیں یعنی قرار پکڑا، ٹھہر گیا۔ سین کے اضافہ سے یہاں طلب کا فائدہ بھی نہیں ہے جو زیادت لاجل المعنی میں داخل ہو جائے۔

(۸) زیادت لاجل المعنی یعنی کہیں یہ زیادتی کسی خاص معنی کے پیدا کرنے کی غرض سے بھی ہوتی ہے۔ اور ایسا بہت ہوتا ہے۔ اسم فاعل اور اسم مفعول کے علامتی حروف، ایسے ہی تثنیہ جمع کی علامتیں اور اسم ظرف اور اسم تفضیل وغیرہ کے زوائدات یہ سب اسی قبیل سے ہیں کیونکہ اگر یہ مخصوص طرز کے زوائد نہ ہوں تو فاعلیت، مفعولیت، ظرفیت، تفضیلیت سب ختم ہو جائے۔ پھر نہ تثنیہ رہے نہ جمع۔

وزیادت در اول ومیانہ وآخر باشد، چوں منزلٌ ومنازلُ وحِمْیَرٌ وحِمْیَرَانِ ـــــــ وامہات زوائد حروف علت اند۔

۞ قاعدہ ۞ یہ زیادت اول کلمہ میں بھی ہوتی ہیں، وسط میں بھی اور آخر میں بھی اول کلمہ کی زیادت کے لئے مَنْزِلٌ، مَنَازِلُ کو بطور مثال پیش کیا ہے

دونوں میں میم زائد ہے، منازل میں میم کے علاوہ الف بھی زائد ہے (جو وسط کلمہ میں زیادتی ہے) حَمِیْرٌ (گدھے) میں یا زائد ہے یہ زیادت فی الوسط کی مثال ہوئی۔ حَمِیْرَانْ میں یا کے علاوہ الف نون بھی زائد ہیں، اسلئے اسے زیادت فی الآخر کی مثال سمجھ لیں ــــــ ان امثلہ میں پہلی اور تیسری مثال میں ایک حرف کی زیادت ہے اور دوسری میں دو حرف کی اور چوتھی میں تین حرف زائد ہیں ــــــ حَمِیْر، حِمَارْ کی جمع ہے اور حَمِیْرَانْ کسی پانی (چشمہ) کا نام ہے۔ واللہ اعلم۔

﴿قاعدہ﴾ حروف زوائد میں اصل حروف علت ہیں۔ کیونکہ یہ حروف تمام حروف میں نسبۃً اخف ہیں اور بے تکلف ادا ہوتے ہیں لہٰذا زیادت کے لئے یہی زیادہ تر موزون ہیں تاکہ کلمہ زیادت کے باعث ثقیل نہ بن جائے ــــــ امہات بمعنی اصول ہے۔

﴿فائدہ﴾ باقی یہ جو کہا جاتا ہے کہ واو اور یا ثقیل ہیں تو اس کا منشأ یہ ہے کہ حروف علت میں یہ دونوں ثقیل ہیں یعنی یہ ثقل بہ نسبت الف کے ہے، نہ بقیہ حروف کے اعتبار سے۔

﴿فائدہ﴾ دیگر حروف زوائد بربنائے مشابہتِ حروف علت، زیادت کے لئے اختیار کئے گئے ہیں۔ یہ مشابہت کبھی بلحاظ اتحاد یا قرب مخرج ہے جیسے ہمزہ اور ہا کہ دونوں حلقی ہیں اور الف سے بلحاظ مخرج مجاورت یعنی پڑوس کا تعلق رکھتے ہیں اور ہمزہ تو عند التخفیف کہیں واو کہیں یا، کہیں الف سے بدلتا رہتا ہے یہی حال ہا کا ہے کہ ھٰذِہٖ اَمَةُ اللّٰهِ (یہ عورت اللہ کی بندی ہے) میں ہا، یا سے بدلی ہوئی ہے (ھٰذِہٖ اصل میں ھٰذِیْ تھا کیونکہ یہ ذَا کی تانیث ہے اور مذکر میں ہا نہیں ہے پس اس کے مؤنث میں بھی ہا اصلی نہیں ہے بلکہ یا سے بدلی ہوئی ہے) اور یَاھَنَاہْ (او کمینے!) کی ہا واو سے بدلی ہوئی ہے (ھَنَاہْ اصل میں ھَنَاوٌ تھا واو کو ہا سے بدل لیا ہے، ہا اصلی نہیں ہے کیونکہ ھَنَہَ کی ترکیب محفوظ نہیں ہے)

اور میم مخرج واو یعنی شفۃ (ہونٹ) سے متعلق ہے اور غنہ ہونے میں نون میم شریک ہیں۔ یہ مشابہت کی دوسری صورت ہوگئی یعنی شرکت فی الوصف ـــــــ پھر نون کا خیشوم میں امتداد ایسا ہی ہے جیسا کہ الف کا امتداد حلق میں یعنی نون کو خیشوم میں دیر تک گھمایا جاتا ہے اور الف حلق میں کھچتا ہے۔

اسی طرح باقی زوائدات میں بھی مناسبات کا ذکر کیا گیا ہے۔ ہم نے نمونۃً بعض کی مناسبت دکھادی، باقی کی تفصیلات مطوّلات سے حاصل کریں۔

فصل دوم در حذف

وحذف از برائے سیزدہ معنی آید۔ استثقال ضمہ وکسرہ بر حروف علت، چوں تَدْعُوْنَ وتَرْمِیْنَ وجزم چوں لَمْ یَدْعُ ولَمْ یَرْمِ ونصب چوں لَنْ یَّضْرِبَا ولَنْ یَّضْرِبُوا واضافت چوں غُلَامَا زَیْدٍ وَضَارِ بُوْبَکْر، وکثرت استعمال چوں لَمْ یَكُ ولَاأَدْرِ، وترخیم چوں یَاحَارِ، وتصغیر چوں سُفَیْرِجٌ، وجمع چوں سَفَارِجُ، ونسبت چوں حَنَفِیٌّ، وترکیب چوں عَبْشَمِیٌّ در عَبْدِ شَمْس، واجتماع ساکنین چوں قَاضٍ ودَاعٍ، وتخفیف چوں بَیْنٌ ولَیْنٌ، واکتفا چوں حَتَّامَ ومَتَامَ وإلَامَ أی حتیّٰ ما، ومتی ما، والی ما۔

دوسری فصل حذف کے بیان میں

منجملہ تصرفات کے ایک تصرف حذف کا بھی ہے (حذف کے معنی پہلے بیان کیے جاچکے ہیں دیکھئے ص ۱۹۷ دوسری نوع)

حذف تیرہ وجوہ سے ہوتا ہے یعنی کلمہ میں حذف کیوں ہوتا ہے اس کے دواعی اور اسباب تیرہ ہیں جن کی خاطر یہ حذف کا تصرف ہوتا ہے۔

(۱) حرف علت پر ضمہ اور کسرہ ثقیل ہونے کی وجہ سے: حروف علت پر

یعنی واو اور یا پر ضمہ اور کسرہ کا ثقل اس کا متقاضی ہوتا ہے کہ انہیں ہٹا کر واو و یا کو ہلکا کیا جائے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ واو اور یا حذف کرنے پڑ جاتے ہیں۔ مثلاً تَدْعُوْنَ جمع مذکر حاضر کا دوسرا واو اور تَرْمِیْنَ واحد مؤنث حاضر کی دوسری یاء اسی علت سے محذوف ہوئی یہ اصل میں تَدْعُوُوْنَ اور تَرْمِیِیْنَ تھے۔

(۲) جازم کی وجہ سے: یعنی فعل مضارع پر جازم کی آمد کلمہ کے آخر سے حروف علت کے سقوط کا باعث بن جاتی ہے، جیسے یَرْمِیْ پر لَمْ داخل ہوا تو یا گر گئی اور لَمْ یَرْمِ ہو گیا۔

(۳) ناصب کی وجہ سے: یعنی مضارع پر ناصب کے تقاضے سے تثنیہ جمع کا نون ساقط ہو جاتا ہے، جیسے یَضْرِبَانِ اور یَضْرِبُوْنَ لَنْ کے داخل ہوتے ہی یَضْرِبَا اور یَضْرِبُوا رہ گئے۔

(۴) اضافت کی وجہ سے: مضاف پر سے تثنیہ کا نون ساقط ہو جاتا ہے جیسے غُلاَمَا زیدٍ اور ضاربو بَکْرٍ میں بباعث اضافت غلامانِ اور ضاربون کا نون ساقط ہو گیا ہے۔

(۵) کثرت استعمال کی وجہ سے: کلمہ میں تخفیف کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو آخر کا حرف حذف کر کے کلمہ کو ہلکا کر لیا جاتا ہے، جیسے لَمْ یَکُنْ سے لَمْ یَكُ اور لاَاَدْرِیْ سے لاَاَدْرِ بن گیا لَمْ یَکُنْ: نہ ہوا یا نہ تھا لاادری: میں نہیں جانتا۔

(۶) ترخیم کی ضرورت سے حرف آخر کو حذف کرنا پڑتا ہے: ترخیم کے معنی تصغیر ترخیم (ص ۱۸۳) میں گذر چکے ہیں، جیسے یَاحَارِثُ کی ترخیم کی یَاحَارِ رہ گیا۔

(۷) تصغیر کی وجہ سے: خماسی کی تصغیر میں حرف خامس کا حذف لابدی ہے جیسے سَفَرْجَلٌ کی تصغیر سُفَیْرِجٌ بحذف لام ہے۔

(۸) جمع تکسیر کی وجہ سے: خماسی کی جمع تکسیر میں آخر کا حرف حذف کر کے اس کی جمع بنائی جاتی ہے۔ وقد مرّ

(۹) نسبت کرنے کی صورت میں: نسبت کے تغیرات بحث نسبت (ص ۱۸۵)
میں قدرے تفصیل کے ساتھ آچکے ہیں مثلاً ابو حنیفۃَ کی طرف نسبت کرنے
میں بخیال التباس جزو اول یعنی ابو کو چھوڑ کر جزو ثانی یعنی حنیفۃَ کی طرف
حسب قاعدہ نسبت کر کے حَنَفِیٌّ کہا جائے گا۔ جزو اول پورا اور ثانی جزو کی
تا نسبت میں حذف ہوگئی۔
(۱۰) ترکیب کی صورت میں: یعنی جب دو لفظوں کو ملا کر ایک کیا جاتا ہے تو
بعض مرتبہ حذف ناگریز ہو جاتا ہے، جیسے عبد شمس کو مرکب کر کے نسبت
عَبْشَمِیٌّ بنائی گئی ہے یہاں اس مرکب کی نسبت میں عبد کی دال اور شمس کا
سین حذف کر دیا گیا ہے گو یہ تصرف خلاف قاعدہ ہے مگر نقل سے ثابت ہے
استدراک: ہمارے نزدیک نسبت اور ترکیب کو ایک شمار کرنا چاہئے تھا، کیونکہ
ترکیب میں بھی نسبت مرکب کا ایک عمل دکھلایا ہے۔ صرف اتنا فرق ہے
کہ حَنَفِیٌّ میں اول جزو نسبت میں کلیۃً ساقط ہے اور عَبْشَمِیٌّ میں بوقت
نسبت دونوں جزو موجود ہیں اور ہر دو جا حذف کا تصرف ہوا ہے۔
(۱۱) اجتماع ساکنین کی وجہ سے: یعنی اجتماع ساکین بھی احد الساکنین کے
حذف کا باعث بن جاتا ہے، جیسے قَاضِیٌ اور دَاعِوٌ میں جب یا اور واو سے
ضمہ دور کیا گیا تو یا اور تنوین اور واو اور تنوین دو ساکن جمع ہو گئے اس لئے یا اور
واو کو حذف کرنا پڑا۔
استدراک: اول نمبر پر استثقال ضمہ و کسرہ بر حرف علت کا ذکر آچکا ہے وہاں
بباعث استثقال تو حرکت کا حذف ہوا ہے، نہ حرف کا، حرف کا حذف تو وہاں
بھی اجتماع ساکنین ہی کا اثر ہے اور یہاں بھی اجتماع ساکنین حذف حرکت کا
باعث ہے ابتداءً دو ساکن مجتمع نہ تھے اس لئے بظاہر تو ان دونوں میں (یعنی
نمبر اول میں اور اس نمبر گیارہ میں) فرق معلوم نہیں ہوتا والعلم عند اللّٰہ۔
البتہ وہاں (یعنی یدعون اور یرمین میں) دونوں ساکن ایک جنس کے
ہیں اور ادغام متصور نہیں کہ وہاں (یعنی ادغام میں) دوسرے مجانس کا

متحرک ہونا ضروری ہے تو لامحالہ حذف سے تخفیف کی جائیگی۔ برخلاف قَاضٍ اور داعٍ کے کہ ساکنین متجانسین نہیں ہیں۔ مگر اتنی بات سے سبب حذفً پر کیا اثر پڑتا ہے وہ دونوں جگہ اجتماع ساکنین ہی ہوا۔

ہاں اگر یوں کہتے کہ "استثقالِ متجانسین مِنْ غیر ادغامٍ" تو یہ ایک مستقل سبب ہوتا پس تَدْعُوُوْنَ اور تَرْمِیِیْنَ میں صورۃً اجتماع ساکنین ہے مگر موجب حذف متجانسین کا اس طرح اجتماع ہے کہ وہاں تخفیف کے دیگر طُرُق کے ناممکن العمل ہونے کی بناء پر احد المتجانسین کا حذف ضروری ہوا، برخلاف قاضٍ اور داعٍ کے کہ یہاں بجز اجتماع ساکنین کوئی دوسرا موجب حذف موجود ہی نہیں واللہ اعلم۔

(۱۲) تخفیف کے لئے حذف کی صورت اختیار کی جاتی ہے، جیسے هَیِّنٌ (آسان) لَیِّنٌ (نرم) میں تخفیفاً ایک یا حذف کردی گئی۔ لَیْن کے معنی اور اصل کلمہ کے معنی میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(۱۳) اکتفا کرتے ہوئے: یعنی ایک طریقہ حذف کا اکتفا بھی ہے یعنی محذوف کے معاملہ میں مذکور پر کفایت کی جائے اور مذکور سے محذوف کا پتہ چلالیا جائے۔ چنانچہ حتّٰی مَا میں حَتَّامَ اور اِلیٰ مَا میں اِلاَمَ اور متٰی مَا میں مَتَامَ بحذف الف مَا استفہامیہ اسی قبیل سے ہے۔ ان سب کے معنی! "کب تک" "کہاں تک" ہیں۔

وحذف بر دو گونہ است یکے آں کہ بموجبے باشد، چنانچہ در قسمت افعال گفتہ ایم۔ و دیگر آں کہ بے موجبے باشد، و آں بسیار ست۔

حذف دو طرح پر ہوتا ہے: ایک باموجب اور ایک یوں ہی بے موجب۔ موجب (بکسر جیم) کے معنی سبب کے ہیں۔ باموجب کا ذکر تقسیم افعال کے موقعہ پر آچکا ہے اور ہم مثال، اجوف، ناقص کے ابواب میں ان اسباب کا ذکر کرچکے ہیں جو موجِبِ حذف ہوتے ہیں۔ قسمتِ افعال سے یہی تقسیم

مراد ہے یعنی مہموز، مثال، اجوف، ناقص، مضاعف کی طرف افعال کی تقسیم۔

اور بلا موجب حذف بکثرت پایا جاتا ہے۔ قدر ضروری کا بیان یہاں کیا جاتا ہے۔

(پہلے یہ بات بیان کی جاچکی ہے کہ حذف کے معنی ہیں کلمہ میں سے بعض حروف کو ساقط کر دینا بشرطیکہ اس حذف کا معنی پر کوئی اثر نہ پڑے یعنی حذف کے بعد بھی معنی بحالہ باقی رہیں اور حروف حذف هُوَ حَفَنَ بطَخيْاء میں جمع ہیں۔ اب ترتیب وار ہر ایک حرف کے حذف کی ایک ایک مثال لیجئے تاکہ بات واضح ہو جائے۔ (۱) شَفَةٌ (ہونٹ) کی اصل شَفْهَةٌ ہے۔ ہا خلاف قیاس حذف کر دی گئی اور حذف کی دلیل یہ ہے کہ شفة کی تصغیر شُفَيْهَةٌ، جمع تکسیر شِفَاهٌ، فعل شَافَهْتُ فلانا اور مصدر اَلْمُشَافَهَةُ آتا ہے (۲) غَدٌ (آئندہ کل) کی اصل غَدْوٌ ہے، حَمٌ کی حَمَوٌ، اَبٌ کی اَبَوٌ، اَخٌ کی اَخوٌ، هَنٌ کی هَنوٌ، اِبْنَ کی بَنَوٌ، اِسْمٌ کی سُمُوٌّ ان سب میں لام کلمہ کا واو بے موجب حذف کیا گیا ہے (۳) قَطْ کی اصل قَطٌّ ہے کیونکہ اس کا فعل قَطَطتُ (کاٹا میں نے) ہے (۴) اَمَ والله کی اصل اَمَا والله ہے اَمَا میں سے الف بلاوجہ حذف کیا گیا ہے (۵) حِرٌ (عورت کی شرمگاہ) کی اصل حِرْحٌ ہے۔ آخر سے حا حذف کی گئی ہے کیونکہ اس کی تصغیر حُرَيْحٌ اور جمع تکسیر اَحْرَاحٌ آتی ہے (۶) اُفْ (ہوں) کی اصل اُفٌّ ہے اس میں سے ایک فا تخفیفاً حذف کر دی جاتی ہے (۷) يَدٌ کی اصل يَدْیٌ ہے کیونکہ اس کا فعل يَدَيْتُ الى فلان يَدًا (میں نے فلاں کے ساتھ حسن سلوک کیا) ہے اسی طرح مِائَةٌ کی اصل مِاءَیٌ ہے اور دَمٌ کی اصل دَمْیٌ ہے ان کلمات میں سے یا حذف کی گئی ہے۔ (۸) اللّٰہ کی اصل اِلٰہٌ ہے کثرت استعمال کی وجہ سے بلاوجہ ہمزہ حذف کر کے اس کے عوض میں اَلْ لایا گیا ہے (۹) مُذْ میں سے نون محذوف ہے کیونکہ دوسری لغت مُنْذُ ہے (۱۰) بَخْ کی اصل

بَخٌّ ہے اس میں سے تخفیفاً ایک خا حذف کردی جاتی ہے (۱۱) رُبَّ کو ایک با حذف کر کے رُبَ بھی کہا جاتا ہے۔

اما کلمۂ چند کہ مشہورست ایں جا یاد کردہ شود، چوں شَفَةٌ کہ دراصل شَفْهَةٌ، وشَاةٌ کہ دراصل شَوْهَةٌ بودہ است، وفَمٌ کہ دراصل فَوَهٌ بودہ است، واِسْتٌ کہ دراصل سَتَهٌ بودہ است وسَنَةٌ بیک قول دراصل سَنْهَةٌ بودہ است، زیراکہ جمع ایشاں شِفَاهٌ وشِيَاهٌ واَفْوَاهٌ واَسْتَاهٌ می آید، وتصغیر ایشاں شُفَيْهَةٌ وشُوَيْهَةٌ وفُوَيْهَةٌ وسُتَيْهَةٌ می آید وبیک قول اصل سَنَةٌ سَنْوَةٌ بودہ است، زیراچہ جمع او سَنَوَاتٌ می آید۔

ویَدٌ کہ دراصل یَدْیٌ بودہ است، ودَمٌ کہ دراصل دَمْیٌ بودہ است، وبقولے دَمَوٌ بودہ است، ومِائَةٌ کہ دراصل مِاءَ ی بودہ است، زیراچہ تثنیہ وجمع ایشاں یَدَیَانِ واَیْدِیْ ودَمَیَانِ ودِمَاءٌ می آید، وفعل از مِائَةٌ اَمَائْتُ می گویند۔

وأبٌ کہ دراصل اَبَوٌ بودہ است، وغدٌ غَدَوٌ، واَخٌ اَخَوٌ، واِبْنٌ بَنَوٌ بودہ است، زیراچہ تثنیۂ ایشاں اَبَوَان وغَدَوَان واَخَوَان می آید۔ وجمع ایشاں اٰبَاءٌ واِخْوَانٌ واَبْنَاءٌ وغَدَوَاتٌ، ومصدر ایشاں اُبُوَّةٌ واُخُوَّةٌ وبُنُوَّةٌ وغُدُوَّةٌ می آید۔

چند کلمات جن میں غیر قیاسی حذف ہوا ہے: چند مشہور کلمات اس جگہ بیان کئے جاتے ہیں جن میں غیر قیاسی (بلا موجب) حذف ہوا ہے۔

اصل کلمہ	کلمہ کی موجودہ شکل	ترجمہ	دلیل
(۱) شَفْهَةٌ	شَفَةٌ	لب، ہونٹ	شفاهٌ جمع، شُفَيْهَةٌ تصغیر
(۲) شَوْهَةٌ	شَاةٌ	بکری	شِيَاهٌ جمع شُوَيْهَةٌ تصغیر
(۳) فَوَهٌ	فَمٌ	منہ	افواہ جمع فُوَيْهَةٌ تصغیر
(۴) سَتَهٌ	اِسْتٌ	حلقۃ الدبر	اَسْتَاهٌ جمع سُتَيْهَةٌ تصغیر

اصل کلمہ	کلمہ کی موجودہ شکل	ترجمہ	دلیل
(۵) سَنْهَةٌ	سَنَةٌ	سال	سَنَهَاتٌ جمع
(۵) سَنْوَةٌ	سَنَةٌ	سال	سنواتٌ جمع
(۱) یَدْیٌ	یَدٌ	ہاتھ	اَیْدِیْ جمع یَدَیَانِ تثنیہ یُدَیٌّ تصغیر
(۲) دَمْیٌ یادَمْوٌ	دَمٌ	خون	دِمَاءٌ جمع دَمَیَانِ تثنیہ دُمَیٌّ تصغیر
(۳) مِأْیٌ چوں معیٌ	مِائَةٌ	سو سیکڑہ	اَمْأَتُ (سو کی تعداد کردی میں نے)
(۱) اَبْوٌ	اَبٌ	باپ	آباء جمع اَبَوَانِ تثنیہ اُبُوَّةٌ مصدر
(۲) غَدْوٌ	غَدٍ	آنے والی کل	غَدَوَاتٌ جمع غَدَوَانِ تثنیہ غُدُوَّةٌ مصدر
(۳) اَخْوٌ	اَخٌ	بھائی	آخَاءٌ اِخْوَانٌ جمع اَخَوَانِ تثنیہ اُخُوَّةٌ مصدر
(۴) بَنْوٌ	اِبْنٌ	بیٹا	اَبْنَاءُ جمع وکذلك بَنُوْنَ بُنَیٌّ تصغیر بُنُوَّةٌ مصدر

طریق استدلال: جب کسی کلمہ کی اصلی حالت معلوم کرنی ہو تو اس کی جمع اور تصغیر کو دیکھو، عموماً تصغیر اور جمع میں کلمہ کے ساقط شدہ اصلی حروف لوٹ آتے ہیں۔ اگر جمع اور تصغیر سے پتہ نہ چلے تو پھر تثنیہ پر نظر ڈالو اس سے اصلی حال روشن ہو جائے گا۔

ایک طریقہ اصل کے معلوم کرنے کا یہ بھی ہے کہ مصدر کو دیکھا جائے اور اگر مصدر معلول ہو (یعنی اس میں تعلیل ہوئی ہو) تو اس کے مشتقات میں تلاش کرو، ان شاء اللہ کہیں نہ کہیں اصل کا سراغ نکل آئے گا۔ مِائَةٌ کی تا یائے محذوفہ کا عوض ہے۔ اَمْأَیَ القومُ بولتے ہیں جب قوم کی تعداد سو ہو جائے، اصل میں اَمْأَیَ تھا بروزن اَکْرَمَ، یا کو فتحۂ ما قبل کے باعث الف

کرلیا۔ مِائَۃٌ اصل میں مِأیٌ تھا، ضمہ یا پر ثقیل تھا حذف کردیا مِائیٌ بروزن مِعیٌ رہ گیا یا کو حذف کر کے آخر میں تا بڑھادی مِائَۃٌ بن گیا۔

نقشہ کی تفصیل: اس نقشہ کے بعد قدرے تفصیل کی ضرورت محسوس ہوئی۔ وہ یہ ہے کہ مصنف رحمہ اللہ نے کلمات محذوفۃ الحروف کو تین حصوں پر تقسیم کیا ہے پہلے حصہ میں پانچ کلمے ذکر فرمائے ہیں جن میں حرف محذوف ہا ہے اور ان کی جمع تصغیر علیحدہ بیان کردی ہے دوسرے حصہ میں تین کلمات کو یکجا کردیا ہے ان میں محذوف یا ہے تیسرے حصہ میں چار کلمات کو جمع کردیا ہے ان میں محذوف واو ہے۔

اب دوسری بات سنئے: ان کلمات میں بعض متحرک الاوسط ہیں اور بعض ساکن الاوسط ہیں اس پر ان کی جموع سے تنبیہ فرمائی ہے دیکھئے شَفَۃٌ کی جمع شِفَاہٌ اور شَاۃٌ کی جمع شِیَاہٌ ذکر کی، اس سے ان کی اصل میں ہا کا ہونا اور نیز اصل میں عین کا ساکن ہونا دونوں امر محقَّق ہوگئے، کیونکہ جمع میں فِعَالٌ کا وزن ساکن الاوسط مفرد کے لئے ہے۔

اور فَمٌ کی جمع اَفْوَاہٌ اور اِسْتٌ کی جمع اَسْتَاہٌ سے معلوم ہوا کہ انکی اصل میں ہ ہے اور یہ متحرک الاوسط ہیں کیونکہ ساکن الاوسط میں اَفْعَالٌ کا وزن نادر ہے، یہ وزن متحرک الاوسط میں مطرد ہے، پس فَمٌ کی اصل فَوَہٌ ہوئی اور اِسْتٌ کی اصل سَتَہٌ ٹھہری۔

اسی طرح اَبٌ کی اصل اَبَوٌ (بفتح با) اور اِبْنٌ کی اصل بَنَوٌ (بفتح نون) اور اَخٌ کی اصل اَخَوٌ (بفتح خا) ہوئی کیونکہ ان کی جموع اٰباءٌ، اَبْناءٌ، اٰخاءٌ بروزن اَفْعَالٌ آتی ہے جو متحرک العین فَعَلٌ کی جمع کا وزن ہے۔

یَدٌ، دَمٌ کی اصل ساکن الاوسط ہے یعنی یَدْیٌ، دَمْیٌ اس لئے کہ ان کی جمع دِمَاءٌ چوں فِعَالٌ اور دُمِیٌّ چوں فُعول ــــــ کہ اصل میں دُمُوْیٌ تھا ــــــ آئی ہے۔ اسی طرح یَدٌ کی جمع اَیْدِی بروزن اَفْعُل اور یُدِیٌّ بروزن فعول ــــــ اصل میں یُدُوْیٌ ہے ــــــ آئی ہے یہ اوزان ساکن الاوسط میں مطرد ہیں۔

دَمٌ میں عند البعض حرف محذوف واو ہے وہ لوگ اس کی اصل دَمَوٌ (بحرکت میم) کہتے ہیں۔ سَنَةٌ میں بھی اختلاف ہوا ہے کہ محذوف واو ہے یا یاء؟ مصنف رحمہ اللہ نے محذوف الواو ہونے کی دلیل میں سَنَواتٌ جمع کو پیش کر دیا ہے مگر محذوف الیاء کی دلیل ذکر نہ فرمائی۔ ممکن ہے کاتب کی غلطی سے رہ گئی ہو سُنَيْهَةٌ تصغیر کے بعد سُنَيْهَةٌ کا رہ جانا کتاب میں مستبعد نہیں، دونوں کی ایک ہی شکل ہے۔

فَوَهٌ میں حذف کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ ضمیر کی صورت میں ھا کا تکرار ثقیل نظر آیا، لہٰذا ہا کو حذف کر دیا یعنی فَوْهَهٗ (اس کا منہ) میں دو ہا مجتمع ہو کر ثقالت کلمہ کا باعث ہوگئیں۔ اور واو تنوین، ضمہ کا متحمل نہ تھا اسکو میم سے بدل دیا سَتَةٌ کی ہا حذف کر کے بعوض محذوف، اول میں ہمزہ لے آئے اور سین کو ساکن کر دیا۔

﴿نوٹ﴾ مصنف نے محذوف پر استدلال کہیں جمع کے ذریعہ، کہیں تثنیہ کے ذریعہ، اور کہیں تصغیر کے ذریعہ کیا ہے اور کہیں اس کا فعل نکال کر اصل کا پتہ دے گئے، جیسے مِائَةٌ میں کیا۔ ہم نے بقدر ضرورت تشریح کر دی، تفصیلات کے لئے مطولات موجود ہیں ان کا مراجعہ کیا جائے۔

فصل سوم در ابدال

و آں نہادنِ حرفے بود بجائے حرفے۔ و ابدال از برائے چہار معنی آید، ادغام چوں اِدَّکَبَ مَّعَنَا، و اختیارِ اخف چوں دَارٌ و اَدْؤُرٌ، و تجانس صورتِ اخف، چوں اِزْدَجَرَ و کراہتِ تضعیف، چوں دَهْدَيْتُ الْحَجَرَ۔

تیسری فصل ابدال کے بیان میں

ابدال کی تعریف ہے ایک حرف کو دوسرے حرف کی جگہ رکھنا یعنی ابدال

میں دو امر ضروری ہیں۔

ایک تو یہ کہ وہ حرف جو دوسرے حرف کی جگہ رکھا جائے وہ اصل کا غیر ہونا چاہئے، تاکہ نسبت یا جمع وغیرہ میں جو محذوف حرف واپس ہوتا ہے وہ ابدال کی تعریف میں داخل نہ ہو سکے۔ اس لئے کہ وہ واپسی کے بعد اپنی جگہ پر قائم ہے دوسرے حرف کی جگہ پر نہیں۔ مثلاً اَبٌ کا محذوف واو اَبَوِیٌّ نسبت میں موجود ہے مگر وہ اپنی جگہ پر ہے اس کو ابدال نہیں کہہ سکتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مُبْدَل مُبْدَل عنه، کی جگہ پر ہو یعنی مُبْدَلْ عنه فاکلمہ ہو تو بدل بھی فاکلمہ ہو، اور اگر وہ عین کلمہ ہو تو یہ بھی عین کلمہ ہو، اور وہ لام کلمہ ہو تو یہ بھی لام کلمہ ہو، اور اگر وہ زائد جگہ واقع ہو تو یہ بھی اسی جگہ واقع ہو بہر حال ابدال کے لئے بدل کا اصل کی جگہ واقع ہونا ضروری ہے۔

﴿فائدہ﴾ بعوض محذوف اول یا آخر میں جو حرف بڑھایا جاتا ہے جیسے عِدَةٌ، زِنَةٌ کی تا، جو واو محذوفہ کا عوض ہے یا اِبْنٌ کا ہمزہ جو بَنَوٌ کے واو کا عوض ہے، قاعدہ میں ابدال نہیں ہے کہ دونوں کا محل الگ الگ ہے۔ عِدَةٌ، زِنَةٌ میں حذف صدرِ کلمہ میں ہوا اور عوض آخر میں لایا گیا۔ بَنَوٌ میں حذف آخر میں اور عوض اول میں۔

مواقع ابدال: چار قسم کی ضرورتوں سے ابدال ہوا کرتا ہے۔

(۱) ادغام کی ضرورت سے کہ اس میں اول متقاربین کو متجانسین کیا جاتا ہے پھر ادغام کا عمل ہوتا ہے۔ دو مختلف حرف خواہ بلحاظ مخرج متحد ہی کیوں نہ ہوں، باہم مدغم نہیں ہو سکتے۔ اِرْكَبْ مَعَنَا میں عاصم کی قراءت ادغام کی ہے۔ ان کے یہاں اِرْكَبْ کی با میم میں مدغم ہے، لہٰذا پڑھنے میں با کو میم پڑھا جائے گا یعنی اِرْكَمَّعَنَا، تو لامحالہ با کو ہٹا کر اس کی جگہ میم لائیں گے، پھر میمین کا ادغام کر دیں گے۔

(۲) اختیار اخف کے لئے: یعنی ابدال میں ایک ضرورت اختیار اخف کی ہے یعنی کلمہ کا ثقل کم کرنے کی غرض سے بھاری حرف کی جگہ ہلکا حرف لے

آتے ہیں، جیسے دَارٌ کی جمع اَدْوُرٌ تھی، واو مضموم میں ثقل نظر آیا تو اس کو ہمزہ سے بدل کر ہلکا کرلیا، کیونکہ مفرد یعنی دَارٌ میں واو الف سے بدلی ہوئی ہے، تو جمع میں اس کو ہمزہ سے، جو اختِ الف ہے، بدل لیا گیا۔

(۳) اخف کی صورت سے ہم جنس کرنے کے لئے: یعنی ایک ضرورت یہ ہے کہ ایک حرف جو اپنے سے سابق حرف کے ساتھ منافرت رکھتا ہے اس کو حرف موافق سے بدل کر اس منافرت کو ہٹانا جس سے دو حرف رہتے ہوئے بھی تلفظ میں ہلکے پڑ جائیں اور ثقیل صورت اَخَفْ میں آجائے۔ جیسے اِزْدَجَرَ (جھڑکا) اصل میں اِزْتَجَرَ تھا۔ یہ زَجْر سے ماخوذ ہے جس کے معنی جھڑکنے کے ہیں، تا کو دال سے بدل لیا کیونکہ تا اور زا میں بلحاظ صفات غایت درجہ کا تنافر ہے تا شدیدہ مہموسہ ہے اور زا مجہورہ رخوہ، اور جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے کہ شدت و رخاوت اور جہر و ہمس یہ صفات متقابلہ ہیں تو ایسی حالت میں زا سے تا کی جانب انتقال کی دشواری ظاہر ہے۔ لہٰذا تا کو دال سے بدل لیتے ہیں، کیونکہ دال، تا اور زا دونوں سے موافقت کا رشتہ رکھتی ہے تا سے مخرج کی موافقت کا اور زا سے صفتِ جہر کی موافقت کا پس اس تبدیلی سے ایک بین بین کا راستہ نکل آیا اور کلمہ میں خفت بھی پیدا ہو گئی۔

(۴) حروف کی تکرار سے بچنے کے لئے: یعنی ایک صورت ابدال کی حروف کی تکرار سے بچنا ہے، تضعیف کے معنی "مکرر لانا حرف کا" ظاہر ہے کہ تکرار موجب ثقل ہوتا ہے، جیسے دَهْدَيْتُ الْحَجَرَ (میں نے پتھر لڑھکایا) اس کا مصدر ہے دَهْدَهَةٌ بروزن دَحْرَجَةٌ۔ دوسری ہا کو یا سے بدل کر دَهْدَهْتُ کی جگہ دَهْدَيْتُ الحجر بنالیا۔

وابدال در سخنِ عرب بسیار آمدہ است، قدرے کہ ازاں چارہ نیست ایں جا گفتہ آید ــــــ تائے باب افتعال طا گردد، چوں فا کلمہ از حروفِ اطباق باشد، چوں اِصْطَلَحَ واضْطَرَبَ واطَّلَبَ واضْطَلَمَ۔ ورواست

کہ یا تا ظا گردد یا ظا طا گردد، یعنی در اِظْتَلَمَ سہ وجہ است اِظَّلَمَ بظاء واطَّلَمَ بطا، واظْطَلَمَ بظا و طا ـــــــ وتائے افتعال دال گردد چوں فا کلمہ زا و دال وذال باشد، چوں اِزْدَجَرَ وادَّخَلَ وادَّکَرَ، وروا است کہ باذال، ذال گردد، چوں اِذَّکَرَ ـــــــ وچوں فا کلمہ ثا باشد ثا تا گردد، چوں اِتَّغَرَ، وروا است کہ تا ثا گردد، چوں اِثَّغَرَ ـــــــ وچوں سین باشد سین گردد، چوں اِسَّمَعَ، وابدال سین جائز است نہ واجب ـــــــ وتائے تَفَعُّل وتَفَاعُل جائز است کہ بدیں حروف بدل کنند، ودراں ادغام شود، چوں تَزَکّٰی وازَّکّٰی وتَذَکَّرَ واذَّکَّرَ وتَدَارَكَ وادَّارَكَ۔

ضروری ابدال کا ذکر: کلام عرب میں ابدال بکثرت آیا ہے اور بہت سی مختلف صورتوں سے آیا ہے مگر یہاں تو جتنی مقدار ناگزیر ہے اس کا بیان کیا جاتا ہے۔

تائے افتعال کا ابدال (۱) باب افتعال کی تا طا بن جاتی ہے جب کہ فا کلمہ از جملہ حروف مطبقہ ہو۔ جیسے اِصْطَلَحَ (صلح کی) اصل میں اِصْتَلَحَ تھا۔ صاد حروف مطبقہ ہے، جو فائے افتعال کی جگہ واقع ہے، لہٰذا تائے افتعال کو طاء سے بدل لیا۔ اسی طرح اِضْطَرَبَ (بے چین ہوا) اِطَّلَبَ (طلب کیا) اِظْطَلَمَ (ظلم کیا) کی اصل میں تا ہے، جو ضاد، ظا، طا کے فا کلمہ ہونے سے طا سے بدل گئی ہے (حروف مطبقہ چار حرف ہیں ص، ض، ط، ظ۔)

اِظْتَلَمَ میں تین صورتیں: اور جائز ہے کہ یا تو تا ظا ہو جائے یا ظا طا ہو جائے یعنی جس طرح یہ جائز ہے کہ تا کو طا کے ساتھ بدل کر ظا اور طا دونوں کا اظہار ہو، جیسا کہ اِظْطَلَمَ میں موجود ہے، اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ دونوں کو ہم جنس بنا کر ادغام کر دیا جائے۔ پھر خواہ فا کلمہ کی ظا کو طا بنا کر طا میں ادغام کریں یعنی اِظْطَلَمَ کو اِطَّلَمَ بنالیں یا طا کو ظا سے بدل کر ظائین کا ادغام کریں اور اِظَّلَمَ کہیں۔ غرض اِظْتَلَمَ میں تین صورتیں بن گئیں (۱) اِظَّلَمَ ظا کے ساتھ (۲) اِطَّلَمَ طا کے ساتھ (۳) اِظْطَلَمَ ظا طا دونوں کے ساتھ۔

(۲) تائے افتعال دال ہو جاتی ہے جبکہ فاکلمہ زا، دال یا ذال ہو، جیسے اِزْدَجَرَ کہ اصل میں اِزْتَجَرَ تھا اِدَّخَلَ (داخل ہوا) اصل میں اِدْتَخَلَ تھا، اِدَّکَرَ (یاد کیا) اصل میں اِذْتَکَرَ تھا، ہر سہ امثلہ میں تا دال سے بدل گئی۔

اِذْتَکَرَ میں دو صورتیں: اور یہ بھی جائز ہے کہ در صورت ذال معجمہ کے فاکلمہ ہونے کے تا مُبْدلہ من الدال کو ذال کر کے ذالین کا ادغام کر دیا جائے یعنی اِذْتَکَرَ میں تا کو دال کرنے کے بعد، ادغام کی دو صورتیں جاری ہوں گی (۱) یا ذال کو دال میں تبدیل کر کے ادغام کیا جائے اور اِذْتَکَرَ کو اِدَّکَرَ دال سے کہا جائے گا (۲) یا دال کو ذال بنا کر ادغام کر کے اِذَّکَرَ (بالذال) کہا جائے گا۔

(۳) اور اگر فاکلمہ ثاء مثلثہ ہو تو ثا کو تا سے تبدیل کر لیں گے۔ یہ تو مطابق اصل ہے اور یہ بھی جائز قرار دیا گیا ہے کہ تا کو ثا کر لیں، پھر ادغام کریں۔
مثال: اِثْتَغَرَ سے اِتَّغَرَ (بالتاء) اور اِثَّغَرَ (بالثاء) دونوں طریق صحیح ہیں۔ بچہ کے دودھ کے دانت گرنے پر اہل زبان ثَغَرَ الطِّفْلُ بولتے ہیں، پھر دو بارہ نکلنے پر اِثَّغَرَ کہتے ہیں۔

(۴) اگر فاکلمہ سین ہو تو افتعال کی تا سین سے بدل جائے گی، لیکن یہ تبدیلی ضروری نہیں ہے، محض جائز ہے دیکھئے اِسْتَمَعَ باب افتعال ہے یہاں بہتر تو یہی ہے کہ تا قائم رہے اور سین اور تا دونوں الگ الگ ادا ہوں اور اس کا بھی مضائقہ نہیں کہ تا کو سین کر کے ادغام کر دیا جائے اور اِسَّمَعَ کہا جائے۔

تائے تَفَعُّل اور تفاعل کا ابدال: اور جائز ہے کہ تائے تَفَعُّل و تفاعل کو انہیں حروف سے بدل لیں، پھر ان میں ادغام ہو جائے یعنی جن حروف میں تائے افتعال بدل کر مدغم ہوتی ہے انہیں حروف میں تائے تَفَعُّلْ و تفاعُل کا ابدال بھی جائز ہے۔ پھر ابدال کے بعد متجانسین کا اجتماع ادغام کا متقاضی ہو گا، لیکن یہ ابدال ضروری نہیں۔

پھر اگر یہ تصرف ابتدائے کلام میں ہو گا تو تعذُّر ابتداء بسکون کے

باعث ابتداء میں ہمزۂ وصل لانا ضروری ہو جائے گا۔ مثال کے طور پر یہ سمجھئے کہ تَطَیَّرَ بروزن تَفَعَّلَ میں یہ عمل کرنا ہے تو حسب قاعدۂ مذکورہ تائے تفعل کو طا سے بدل کر ادغام کرنا پڑا، مگر ادغام کے لئے پہلے مجانس کا سکون لازم ہے۔ لہٰذا بضرورت ادغام طا مُبْدَلَهْ من التاء کو ساکن کیا اور ابتداء میں ہمزۂ وصل لے آئے تاکہ تلفظ کی دشواری ختم ہو جائے اور تَطَیَّرَ سے اِطَّیَّرَ بن گیا دونوں کے معنیٰ ہیں بد فالی لی۔

لیکن اگر ایسا تصرف وسط کلام میں واقع ہو تو ہمزہ لانے کی ضرورت پیش نہیں آتی وہ اپنے سابق کے ساتھ مل کر تلفظ میں آجاتا ہے مثال کے طور پر سورۂ یٰسٓ میں یہ لفظ قَالُوْا کے بعد واقع ہوا ہے قَالُوا اطَّیَّرْنَا۔ اِطَّیَّرْنَا کی طا قالوا کے لام سے وصل کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ قالوا اور اِطَّیَّرْنَا میں فصل نہیں کیا جاتا، لہٰذا ہمزۂ وصل کی حاجت نہ رہی اور تلفظ میں اس کو ساقط کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح اور مثالوں کو سمجھ لیں کہ ابتدائے کلام میں ان کا حکم اور ہے اور درجِ کلام میں اور، تَزَکّٰی سے اِزَّکّٰی اور تَذَکَّرَ سے اِذَّکَّرَ اور تَدَارَكَ سے اِدَّارَكَ اسی اصول کے مطابق بنے ہیں۔ یعنی تائے تفعل کو پہلی مثال میں زاء سے اور دوسری میں ذال سے بدل کر بقاعدۂ مذکورہ ادغام کر دیا گیا اور ابتداء میں ہمزۂ وصل بڑھا دیا۔ تَدَارَكَ میں تائے تفاعل کو اول دال کیا، پھر دالین کا ادغام کیا گیا۔ اور بضرورت ادغام اول دال کو ساکن کر کے ابتداء میں ہمزۂ وصل لے آئے۔

تَزَکّٰی اور اِزَّکّٰی کے معنیٰ: صفائی اور پاکیزگی حاصل کی۔ تَذَکَّرَ، اِذَّکَّرَ کے معنیٰ: یاد کیا تَدَارَكَ، اِدَّارَكَ کے معنیٰ: تدارک کیا یعنی غلطی کی اصلاح کر لی یا نقصان کی تلافی کر دی۔ تَطَیَّرَ، اِطَّیَّرَ کے معنیٰ: بد فالی لی۔

﴿نوٹ﴾ مصنف رحمہ اللہ نے بطور نمونہ چند حروف کی مثال پیش کر دی، ورنہ جن حروف کے ساتھ تائے افتعال بدلتی ہے ان کی تعداد بارہ(۱) ہے

---

(۱) اور وہ یہ ہیں ت، ث، ج، د، ذ، ز، س، ش، ص، ض، ط، ظ، فصول اکبری وغیرہ میں ان کا بیان ہے ۱۲۔

اور وہی تمام حروف ایسے ہیں جن سے تائے تفاعل و تفعل کا ابدال ہوتا ہے واللہ اعلم۔

فصل چہارم در قلب

قلب: بدل کردنِ حرفِ علت بُود، بحرفِ علت دیگر، چوں قَالَ و مِیْزَانٌ ویُوْقِنُ کہ در اصل قَوَلَ و مِوْزَانٌ ویُیْقِنُ بودہ است وایں نوع در قسمتِ افعال مُسْتَوفی گفتہ شدہ است۔

چوتھی فصل قلب کے بیان میں

قلب: ایک حرف علت کو دوسرے حرف علت سے بدلنا ہے یعنی قلب بھی ابدال ہی کی ایک شکل ہے محض اصطلاحی فرق ہے کہ قلب حرف علت کے ابدال کے ساتھ مخصوص کرلیا گیا ہے۔ اس میں اصل اور بدل دونوں حروف علت ہوتے ہیں۔ بر خلاف ابدال کے کہ وہاں ایسی کوئی پابندی نہیں، قَالَ میں واو کی الف سے تبدیلی، مِیْزَانٌ میں واو کی یا سے تبدیلی اور یُوْقِنُ میں یا کی واو سے تبدیلی، یہ قلب کی مختلف صورتیں ہیں اور ہر ایک موقعہ پر ثقل سے خفت کی طرف انتقال ہو رہا ہے۔

الف کا بمقابلہ واو ویا اخف ہونا تو ظاہر ہے اور نسبۃً یا کا واو سے اخف ہونا بھی مسلم ہے۔ لیکن یُوْقِنُ میں یا کی واو سے تبدیلی شبہ پیدا کرتی ہے کہ اخف سے اثقل کی جانب انتقال ہو رہا ہے مگر جب اس پر نظر کی جاتی ہے کہ یاء کے ماقبل ضمہ کا آنا زیادہ ثقالت کا موجب ہے اور ضمہ اور واو کی مناسبت میں بعد ضمہ یاء کی واو سے تبدیلی تلفظ میں خفت اور ہلکاپن پیدا کر دیتی ہے تو یہ شبہ خود بخود رفع ہو جاتا ہے۔

مصنف رحمہ اللہ نے یہاں اس بحث کو طول نہیں دیا کیونکہ تقسیم افعال

میں (یعنی ہفت اقسام کی بحث میں) اِعلال کی بحث مفصل گذر چکی ہے اور وہاں حروف علت کے تصرفات مُسْتَوْفیٰ یعنی پورے طور پر کہے جا چکے ہیں بدیں وجہ اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے یہاں محض تعریف اور نمونۂ چند امثلہ پر اکتفا کی گئی واللہ اعلم۔

فصل پنجم در نقل

نقل بر دو گونہ است: نقل حرفے از محلے بمحلے، چوں جَذَبَ وجَبَذَ ونَاقَةٌ واَیْنُقٌ وقَوْسٌ وقِسِیٌّ وچوں هَارِیْ وهَائِرٌ ـــــــــ ومحالِ وے در کتب لغت ست۔ ووے را علتے نتواں گفت۔

پانچویں فصل نقل کے بیان میں

نقل کے معنی: ایک چیز کو اس کی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ پہنچا دینا۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔

نقل کی پہلی صورت: کسی حرف کو اسکی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھ دینا، جیسے

(۱) جَذَبَ (کھینچا) اس میں ذال، با سے مقدم ہے اس کو مؤخر کر کے جَبَذَ کہنا۔ معنی دونوں کے ایک ہی ہیں۔

(۲) نَاقَةٌ (اونٹنی) کی جمع اَیْنُقٌ (بتقدیم یا بر نون) اس میں نقل مکانی ہوا ہے۔ اصل میں اَنْیُقٌ نون کی تقدیم کے ساتھ یا پر تھا۔ یہ ناقة کی جمع قلت ہے ناقة کا الف واو کا بدل ہے اصل میں نَوَقَةٌ تھا، بقاعدۂ قال واو کو الف کر لیا تو جمع اَنْوُق بالواو ہونی چاہئے تھی مگر واو اور نون میں قلب مکانی کر کے اَوْنُقٌ کر لیا، ازاں بعد واو کو یا سے بدل کر اَیْنُقٌ بنالیا۔ اس کا وزن اَفْعُلٌ نہیں ہے

کیونکہ یہ یا بجائے واو ہے جو عین کلمہ ہے اور نون فا کلمہ، لہٰذا اس رعایت سے اس کا وزن صرفی اَعْفُلٌ (بتقدیم عین علی الفاء) ہوگا۔

(۳) قِسِیٌّ ، قَوْسٌ کی جمع ہے، قَوْسٌ کا عین کلمہ واو ہے اور لام کلمہ سین، اصل جمع قُوُوْسٌ ہے عین کلمہ کے واو کو سین کی جگہ یعنی لام کلمہ کی جگہ لے آئے، اسی کے ساتھ دوسرا واو بھی درمیان سے ہٹ کر بترتیب اصل اس واو کے بعد آگیا قُوُوْسٌ سے قُسُوْوٌ بن گیا۔ پھر بقاعدۂ مقررہ (یعنی مَرْمِیٌّ کے قاعدہ سے) واوِ طرف کو یا سے بدل دیا قُسُوْیٌ ہوا اب واو اور یا ایک کلمہ میں جمع ہو گئے اور اول ساکن ہے۔ لہٰذا واو کو یا کیا اور یا کو یا میں ادغام کر دیا۔ پھر بمناسبت یا سین کا ضمہ، کسرہ سے بدل کر اس کے اتباع میں قاف پر کسرہ لے آئے قِسِیٌّ ہو گیا۔

(۴) اور جیسے هَارِیٌ وهَائِرٌ یہاں پر را جو عین کلمہ ہے یا کی جگہ اور یا کو جو لام کلمہ ہے عین کی جگہ پہنچا کر، الف فاعل کے بعد یا کو ہمزہ سے بدل لیا هائر ہو گیا۔ (یہاں حضرت الاستاذ قدس سرہ سے تسامح ہوا ہے حضرت نے سابقہ تین مثالوں کے انداز پر اس مثال کو حل فرمایا ہے حالانکہ اس کا انداز بدلا ہوا ہے اس لئے مصنف رحمہ اللہ نے "وچوں" بڑھایا ہے۔ یہاں اصل هَائِرٌ ہے اس میں قلب مکانی کر کے هَارِیْ اور هَار کہا جاتا ہے جیسے عَلٰی شَفَا جُرُفٍ هَارٍ (التوبہ آیت ۱۰۹) ترجمہ ایسی گھاٹی کے کنارہ پر جو گرنے ہی کو ہو هَارَ الْبِنَاءُ يَهُوْرُ هَوْرًا فهو هائر وهار علی القلب (لسان العرب ملخصاً) عمارت کا ڈھ جانا یعنی قاعدہ کے مُطابق اسم فاعل هَائِرٌ ہے مگر نقل مکانی کر کے هَارِیْ بروزن قاضی اور هَار بروزن قَاضٍ بھی کہا جاتا ہے، جیسے شائك السِّلاح میں شَاكِيُ السِّلاح کہا جاتا ہے یہاں را کو جو لام کلمہ ہے مقدم کر دیا ہے اور ہمزہ کو جو عین کلمہ ہے اور در اصل واو ہے مؤخر کیا گیا ہے مزید تفصیل لسان العرب مادہ ھ و ر میں ہے)

☼ نوٹ ☼ نقل حرفی کا محل کتب لغت ہیں یعنی اس کا تعلق علم لغت سے ہے یہ لسانی تصرفات کتب لغت سے ہی حاصل ہو سکتے ہیں اور ان تصرفات کے لئے کوئی علت بھی بیان نہیں کی جاسکتی کہ ایسا کیوں کیا جاتا ہے اور کن اصول کے ماتحت کیا جاتا ہے بس اس کا مدار محض نقل پر ہے اس سے زائد کچھ نہیں کہہ جا سکتا۔

و نقل حرکت، و آں دو گونہ است: نقل حرکت از حرفے بہ حرفے چنانچہ در مضاعف واجوف و تخفیفِ ہمزہ یاد کردہ شدہ است چوں یَذُبُّ ویَقُوْلُ وقَدَ اَفْلَحَ۔ و نقل حرکت از جہتے بہ جہتے، چوں قَوْلَنَ کہ آں را قُوْلَنَ کنند، پس قُلْنَ، و بَیَعْنَ کہ آں را بِیَعْنَ کنند، پس بِعْنَ گویند۔

نقل کی دوسری صورت: حرکت کو منتقل کرنا پھر نقل حرکت کی دو صورتیں ہیں۔
ایک حرف کی حرکت اٹھا کر دوسرے حرف کو دیدینا۔ جس کا ذکر مضاعف، اجوف، اور تخفیف ہمزہ کے ذیل میں بضمن قواعد آچکا ہے، جیسے یَذُبُّ مضاعف کہ اصل میں یَذْبُبُ تھا۔ بائے اوّل کی حرکت ذال کو دے کر ادغام کر دیا گیا۔ یقول اجوف میں واو کا ضمہ قاف کو دیا گیا۔ قَدَافْلَحَ میں تخفیف ہمزہ کے اصول پر ہمزہ کی حرکت دال کو دے کر ہمزہ کو ساقط کر دیا۔
دوسری صورت جہت حرکت بدل دینا یعنی یہ تو نہیں کیا کہ ایک حرف کی حرکت لے کر دوسرے حرف کو دیدی بلکہ متحرک حرف بدستور متحرک ہی رہا البتہ جہت حرکت یا نوعیت حرکت بدل دی مثلاً بجائے فتحہ، ضمہ لے آئے۔ قَوْلَنَ (بفتحہ واو) کو قُوْلَنَ (بضم واو) کی طرف منتقل کیا۔ پھر واو کا ضمہ قاف کو دے کر بالتقائے ساکنین واو کو حذف کر دیا۔ اسی طرح بِعْنَ کی اصل بَیَعْنَ (بفتح یا) ہے بروزن ضَرَبْنَ، اوّل اس کو بکسر یا کی طرف منتقل کیا، پھر وہ کسرہ با کو دے کر یا کو ساقط کر دیا ——— جہت سے صورتِ حرکت مراد

ہے یا قسم حرکت۔

وچوں نقل حرکت از فتحہ بکسرہ از جہتِ امالہ ، وآں آنست کہ ماقبل ہائے تانیث را مکسور کنند در وقف ، چوں بَرْکِهْ، ونِعْمِهْ ورَحْمِهْ ویا الف را بجنبانند بسوئے یا، وفتحۂ ماقبل وے را بسوئے کسرہ ، چوں عَالِمٌ وشَاعِرٌ وحَاكِمٌ ــــــ والف امالہ نہ الف تمام باشد نہ یا تمام۔ وفتحۂ ماقبل وے، نہ فتحۂ تمام باشد، ونہ کسرۂ تمام۔

امالہ بھی نقل حرکت کی ایک صورت ہے: دوسرا طریقہ ایک جہت سے دوسری جہت کی طرف حرکت کے نقل کا فتحہ سے کسرہ کی طرف انتقال ہے، امالہ کی وجہ سے یا امالہ کے طرز پر، یا امالہ کی صورت میں۔

امالہ کے معنی: ایک شئی کا دوسری شئی کی طرف مائل کرنا، جھکانا۔ اصطلاحاً فتحہ کو کسرہ کی طرف جھکانا تاکہ الف یا کی طرف جھک جائے۔

امالہ کا طریقہ: امالہ یہ ہے کہ حالت وقف میں ہائے تانیث کا ماقبل مکسور کردیں۔ ہائے تانیث سے وہ تا مراد ہے جو حالت وقف میں ہا ہو جاتی ہے، جیسے بَرْكَةْ ، نِعْمَةْ ،رَحْمَةْ کی تا۔ بَرْكَةْ بحالت وقف امالہ کی صورت میں بَرْكِهْ، نِعْمَهْ نِعْمِهْ، رَحْمَةْ رَحْمِهْ پڑھا جائے گا ــــــ اس صورت میں امالہ کا جواز ہا اور الف کی مشابہت پر مبنی ہے جو ہا کو الف سے لفظاً اور معنیً حاصل ہے۔ لفظی مشابہت تو یہ ہے کہ الف کی طرح ہا بھی حرف خفی ہے اور معنیً اس لحاظ سے کہ دونوں تانیث کے لئے آتے ہیں۔ اس سے تائے تانیث (لمبی تا) نکل گئی کہ وہاں خفاء نہیں جس سے لفظی مشابہت ختم ہوگئی اور ہائے سکتہ بھی نکل گئی کہ وہاں تانیث نہیں۔

امالہ کا دوسرا طریقہ: یا الف کو ہلائیں یاء کی طرف یعنی جھکائیں اور اس کے ماقبل کے فتحہ کو کسرہ کی طرف جھکائیں۔

﴿فائدہ﴾ امالہ کا الف نہ پورا الف رہتا ہے نہ پوری یا اسی طرح اس کے ماقبل کا فتحہ نہ پورا فتحہ ہی ہوتا ہے نہ بالکل کسرہ بن جاتا ہے بلکہ دونوں بین بین حالت میں ادا ہوتے ہیں۔

(فائدہ امالہ تمام عربوں کی زبان میں نہیں تھا بلکہ بنو تمیم، بنو اسد، بنو قیس اور ان کے پڑوسی قبائل، نجد کے باشندے ہی کرتے تھے۔ اہل حجاز تو بہت ہی کم امالہ کرتے تھے اور اب تو عرب کا کوئی قبیلہ امالہ نہیں کرتا۔ صرف قراء سبعہ میں سے بعض قراء امالہ کرتے ہیں اس لئے امالہ صرف جائز ہے واجب نہیں کذا فی المعجم المفصّل فی علم الصرف ص ۱۶۰)

و موجِبِ امالہ شش چیز است کہ پیش از الف بُود یا پس از الف: یاء چوں شَیْبَانٌ وبَایِعٌ ــــ وکسرۂ متقدم یا متاخر چوں کِتَابٌ وحِسَابٌ وعَالِمٌ وشَاعِرٌ ــــ والف مُنْقَلِبْ از یا، چوں نَابٌ ورَمیٰ وبَاعَ ــــ والف کہ بمنزلۂ الف منقلبہ باشد، چوں حُبْلیٰ وصُغْریٰ، ازانچہ کہ تثنیۂ ایں ہر دو حُبْلَیَان وصُغْرَیَان می آید ــــ والفے کہ ماقبل وے مکسور گردد، در حالتے، چوں خَافَ کہ در خطابِ وے خِفْتَ گوئی ــــ وامالہ چوں رَأَیْتُ عِمَاداً وقَرأْتُ کِتَاباً، الفِ اول را امالہ کنند از برائے کسرۂ ماقبل، والف دوم را از جہت امالۂ اول۔

اسباب امالہ چھ چیز ہیں: یہاں موجب بمعنی سبب ہے نہ بمعنی واجب کرنے والا۔ کیونکہ امالہ واجب نہیں۔ البتہ ان اسباب کی موجودگی میں امالہ جائز ہوتا ہے۔ پس موجب بمعنی مُجَوِّزْ اور مُرَخِّصْ ہوا یعنی امالہ کو جائز کرنے والی یہ چھ چیزیں ہیں، جو الف سے قبل بھی ہوسکتی ہیں اور بعد از الف بھی ان میں سے ایک یائے تحتانیہ ہے جو قبل از الف اور بعد از الف مُرَخِّص امالہ ہے۔ پھر قبل از الف میں تعمیم ہے کہ یہ قبلیت بلا فصل ہو جیسے سَیَالٌ

(ایک خار دار درخت ہے) یا فصل کے ساتھ ہو۔ پھر یہ فاصلہ ایک حرف کا ہو، خواہ اس صورت میں یا ساکن ہو، جیسے شَیْبَانُ (قبیلہ کا نام ہے) یا متحرک ہو جیسے حَیَوَانٌ (زندگی) کی یا۔ یا الف اور یا کے مابین دو حرف فاصل ہوں بشرطیکہ دوسرا فاصل ہا ما قبل مفتوح ہو، جیسے بَیْنَهَا اور رَأَیْتُ یَدَهَا۔ یہاں الف اور یا کے مابین دو حرف فاصل ہیں جن کا دوسرا حرف ہا ما قبل مفتوح ہے ـــــــ اور اگر یا بعد الف ہو تو امالہ کے لئے یا کا اتصال الف سے لازم ہوگا، خواہ وہ یا مکسور ہو کہ یہ دربارۂ امالہ اصل ہے جیسے بَایِعٌ یا مفتوح ہو جیسے اٰیَةٌ اور مُبَایَعٌ کی یا ـــــــ البتہ درصورتِ ضمِ یاء امالہ نادرست ہوگا۔

دوسرا مجوّز امالہ قبل از الف یا بعد از الف کا کسرہ ہے یہ ظاہر ہے کہ الف کا ما قبل مکسور نہیں ہو سکتا، کسرہ اور الف کے مابین فصل لابد ہے وہ فصل ایک حرف کا بھی ہو سکتا ہے جیسے حِسَابٌ اور کِتَابٌ میں۔ اور دو حرف کا بھی مگر اول کا ساکن ہونا لازم ہے جیسے وِجْدَانٌ (پانا) میں مابین کسرہ والف دو حرف (جیم ودال) کا فصل ہے اور جیم ساکن ہے ـــــــ سکون کی شرط اس بناء پر ہے کہ متحرک کے مقابلہ پر ساکن کوئی قوی شئی نہیں لہٰذا اس کی موجودگی امالہ کے لئے مضر نہ ہوئی، برخلاف دو متحرک حرفوں کے کہ دونوں قوی فاصل ہیں، وہ امالہ کے عمل کو روک سکتے ہیں ـــــــ پھر وہ کسرہ اور الف دونوں ایک ہی کلمہ میں ہوں، جیسا کہ امثلہ سابقہ میں ہے، یا الف دوسرے کلمہ میں ہو، مگر شدّت اتصال کے باعث وہ دو کلمے کلمۂ واحدہ کی حیثیت میں ہوں جیسے بِنَا (ہمارے ساتھ) مِنَّا (ہم میں سے) بِنَا میں با حرف جار علحدہ کلمہ ہے اور نَا ضمیر مرفوع متصل علحدہ کلمہ ہے اور مِنَّا میں مِنْ حرف جار اور نا ضمیر جمع متکلم دونوں جدا جدا کلمے ہیں۔ مگر یہ جار مجرور مل کر ایک کلمہ بن گئے ہیں ـــــــ اور اگر مابین الف وکسرۂ ما قبل دو حرف فاصل ہوں تو ثانی حرف ہا ہو جس کا ما قبل مفتوح ہو جیسے لِنَکْرِمَهَا

(چاہئے کہ اکرام کریں ہم اس عورت کا) یہاں رائے مکسورہ کے بعد، قبل از الف، دو حرف فاصل ہیں، میم اور ہا اور دونوں متحرک ہیں مگر دوسرا حرف ہا ہے جس کا ما قبل مفتوح ہے لہٰذا الف کا امالہ ہوگا ـــــــ یا ان دو متحرکوں میں پہلا حرف ہا ہو، خواہ وہ ہا مفتوح ہو یا مضموم، ہر دو صورت میں امالہ درست ہوگا۔ وجہ وہی ہے کہ ہا خفی حرف ہے۔ لہٰذا اس کا عدم و وجود برابر ٹھہرا، تو گویا جس صورت میں دوسرا حرف ہا ہو، دراصل فاصل صرف ایک ہی حرف رہا، جو کسرۂ سابقہ کے الف کے ساتھ اتصال میں کوئی قوی رکاوٹ نہیں بن سکتا، اور جب خود وہ حرف ہی کالعدم ہے تو اس کی حرکت ضمہ یا فتحہ کیا معتبر ہو سکتی ہے؟ وہ تو بہر حال اس حرف کا ایک حال ہی ہے جو اصل کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے ـــــــ فتحۂ ہا کی مثال: لَنْ تَرْفِہَنَا اور ضمہ کی مثال تَرْفِہُنَا ہر دو جا فا مکسور ہے اور پہلی مثال میں لَنْ ناصبہ کے باعث ہا پر، جو لام کلمہ ہے، فتحہ آیا ہے اور دوسری مثال میں عامل ناصب اور جازم کے نہ ہونے سے لام کلمہ مضموم رہا۔

یہ تفصیل تو کسرۂ متقدم کی تھی۔ اب کسرۂ متأخر کا حال سنئے کہ وہاں کسرہ کا اتصال بالالف ضروری ہے، پھر وہ کسرہ خواہ لازمہ ہو یا عارضہ ـــــــ لازمہ یعنی اصلیہ کی تقدیر پر خواہ وہ صیغیہ ہو یا بنائیہ ـــــــ صیغیہ کی مثال عَالِمٌ شَاعِرٌ ہے کہ صیغۂ فاعل کی وضع میں بعد الالف عین کا کسرہ لازم ہے ـــــــ اور بنائیہ کی مثال: نَزَالِ بمعنی اِنْزِلْ (اُتر تو) یہاں لام کا کسرہ بنائیہ ہے یعنی نَزَالِ مبنی علی الکسر ہے، اسی وجہ سے یہ کسرہ قابل تبدیلی نہیں۔

اور کسرۂ عارضہ میں حرف مکسور یا را ہوگا یا غیر را۔ را کی صورت میں امالہ کا جواز مسلم ہے مثال: مِنْ دَارٍ میں را کا کسرہ عارضی ہے، جو حرف جار کا اثر ہے۔ لیکن یہ عارضی کسرہ قوت میں کسرۂ لازمی کا ہم پلہ ہے، کیونکہ را

حرف مکرر ہے۔ اس کا کسرہ دو کسروں کی طاقت رکھتا ہے پس جس طرح کسرۂ لازمہ امالہ کا سبب ہے کیونکہ اسے لزوم کی قوت حاصل ہے اسی طرح کسرۂ را کو تکرار کی قوت حاصل ہے۔

البتہ غیر را کا عارضی کسرہ امالہ کا سبب ضعیف ہے اس لئے اس کا معاملہ مختلف فیہ رہا مثلاً مِن کلامِ کی میم کا کسرہ مِن جارہ کا طفیل ہے اس لئے اس میں امالہ کا جواز جمہور کا مختار نہیں، گو عند البعض امالہ درست ہے، ایسے ہی ثُلُثَا دِرْہَمٍ میں دال کا کسرہ، گو اصلی ہے مگر اس کا اتصال ثُلُثَا کے الف سے عارضی ہے، اصلی نہیں، لہٰذا عند البعض امالہ ہو سکے گا۔ پر جمہور اس کی اجازت نہیں دیں گے۔

تیسرا سبب امالہ کا وہ الف ہے جو یا سے منقلب ہو کر آیا ہو خواہ اسماء میں ہو، جیسے نَابٌ (کچلی) کا الف کہ اصل میں نَیبٌ ہے یا افعال میں ہو، خواہ ناقص کا الف ہو، جیسے رَمٰی کا الف، یا اجوف کا الف ہو، جیسے بَاعَ کا الف کہ اصل میں بَیَعَ تھا۔

چوتھا سبب امالہ کا وہ الف ہے جو بمنزلہ الف منقلبہ کے ہو یعنی وہ الف اگرچہ اس کلمہ میں یا کا بدل نہ ہو مگر کسی دوسرے کلمہ میں اس کی جگہ یا آسکتی ہو، تو ایسے الف کا بھی امالہ درست ہو گا مثلاً حُبْلٰی اور صُغْرٰی کا الف خود اس کلمہ میں یا سے بدلا ہوا نہیں ہے مگر حُبْلَیَان اور صُغْرَیَان میں جو حُبْلٰی اور صُغْرٰی کا تثنیہ ہیں یاء بجائے الف آئی ہوئی ہے۔ لہٰذا یہ الف بھی بمنزلہ الف منقلبہ من الیاء کے ہو گیا اور وہاں امالہ درست تھا تو یہاں بھی درست ہونا چاہئے۔

یہی حال دَعَا کا ہے کہ اس کا الف منقلب عن الیاء نہیں ہے، کیونکہ یہ ناقص واوی ہے۔ لہٰذا یہ الف واو کا بدل ہے مگر اس میں امالہ درست ہے۔ اس لئے کہ دَعَا کا الف دُعِیَ (ماضی مجہول) میں یائے مفتوحہ سے بدل گیا ہے۔

لیکن وہ غیر منقلبہ الف اگر اُسی کلمہ کے بعض تصرفات میں یائے مفتوحہ سے بدلتا ہو تو وہ سبب امالہ نہیں بنے گا مثلاً عصَا کا الف کسی دوسرے کلمہ میں یائے مفتوحہ سے نہیں بدلتا، بلکہ خود اس کی تصغیر میں وہ یائے مفتوحہ بن جاتا ہے، کیونکہ اس کی تصغیر عُصَیْوَۃٌ ہے، پہلے واو کو یا کرکے عُصَیْیَۃٌ بنایا پھر یائین کا ادغام کرکے عُصَیَّۃٌ کرلیا۔ لہٰذا عصَا کے الف میں امالہ نہ ہوگا۔

اب فرق سمجھ لیجئے کہ بجائے الف دوسرے کلمہ میں جو یائے مفتوحہ آئے گی وہ اس کلمہ کے لئے لازم ہوگی اور بابِ امالہ میں دراصل دو ہی چیزیں ہیں جو امالہ لاتی ہیں، یا اور کسرہ۔ باقی اور چیزیں انھیں دو کے فروعات ہیں اور انہیں کی طرف راجع ہیں۔ لہٰذا سببِ امالہ قائم ہوگیا اور اسی کلمہ کی تصغیر میں یا کا بجائے الف آجانا یہ کوئی مستقل شان نہیں رکھتا، بلکہ ایک عارض ہے جو اعتبار کے لائق نہیں واللہ اعلم۔

پانچواں سبب امالہ کا وہ الف ہے کہ جس کا ماقبل مکسور ہو جاتا ہو، جیسے خَافَ کا الف کہ حالتِ خطاب میں اس کا ماقبل مکسور ہو جاتا ہے۔ چنانچہ خِفْتَ (بکسر خا) واحد مذکر ہے خَافَ کا۔ لہٰذا خَافَ کے الف میں امالہ ہوگا۔

چھٹا سبب امالہ کا امالہ ہے یعنی جس کلمہ میں پہلے سے امالہ موجود ہو، وہاں اس کی موافقت میں ایک دوسرا امالہ اور بھی کیا جاسکتا ہے خواہ سابق امالہ اُس دوسرے امالہ سے کلمہ کے مقدم حصہ میں ہو یا اس سے مؤخر واقع ہو رہا ہو۔ نیز وہ کلمہ جس میں بمتابعتِ امالہُ سابقہ دوسرا امالہ کرنا ہو وہ واقعۃً ایک ہی کلمہ ہو، یا دو کلمہ ہوں، جو غایتِ اتصال کے باعث بحکم کلمہُ واحدہ ہوں۔ جیسے رَأَیْتُ عِمَادَا، آخری الف کے وقف کے ساتھ یعنی بجائے تنوین الف پر وقف ہوگا۔ عِمَادَا میں دو امالے ہیں ایک سابق، وہ میم اور الف کا امالہ ہے، کیونکہ عِمَادَا کا الف بفاصلہ یک حرف پس کسرہ واقع ہے۔ لہٰذا کسرہ کے دباؤ سے دال کا فتحہ اپنی اصلی حالت پر نہ رہا۔ بلکہ اس میں کسرہ کی طرف جھکاؤ پیدا ہوگیا۔

جس سے الف خواہ مخواہ یا کی طرف جھک گیا۔ پھر یہ امالہ سبب بن گیا دال اور الف کے امالہ کا یعنی امالہ متبوعہ کا یہ اثر پڑا کہ دال کا فتحہ پورا فتحہ نہ رہ سکا، کیونکہ مکمل فتحہ کی صورت میں انتقال اسفل سے اعلی کی طرف ہوگا، جو حد درجہ ثقیل ہے۔ اور یہ ممکن نہیں کہ دال کا فتحہ مائل بکسرہ ہو، اور الف حسبِ منشا سیدھے کھڑے رہیں۔ لہٰذا پہلا امالہ سبب ہو گیا اِس دوسرے امالہ کا۔ اور پہلے امالہ کا سبب، ماقبلِ الف کسرہ کا ہونا ہے، یہی صورت قَرأتُ کتاباً میں سمجھ لیجئے واللہ اعلم۔

اور حکماً کلمۂ واحدہ کی مثال: مَغْنَانَا ہے یہاں ثانی "نا" کے الف میں امالہ ہوگا، بوجہ اول نَا کے الف میں امالہ کے کیونکہ اول نَا کا الف مُبْدَل من الیاء ہے۔ یہ فی الحقیقت دو کلمے ہیں۔ مگر نَا ثانی ضمیر مرفوع متصل ہے جو بباعث اتصال، کلمہ کا جزو بنی ہوئی ہے واللہ اعلم۔

بداں کہ ہشت حرف است کہ مانع امالہ باشد، باوجود موجب امالہ۔ و آں رائے غیر مکسور و خ و ص و ض و ط و ظ و غ و ق، چوں رَاشِدٌ و بَارِغٌ و خالدٌ و سَاخِطٌ و صَالِحٌ و فَاصِلٌ و ضَامِنٌ و فَاضِلٌ و طَاهِرٌ و عَاطِلٌ و ظاهر و نَاظِرٌ و غالب و فارغ و شَاغِلٌ و قَاهِرٌ و نَافِقٌ۔ بعد الف بفصل یک حرف امالہ دریں کلمات روانیست۔

موانعاتِ امالہ : اسباب امالہ سے فراغت کے بعد، موانعاتِ امالہ کا ذکر کرتا ہے۔ وہ آٹھ حرف ہیں جن کی موجودگی میں موجباتِ امالہ کا عمل ممتنع ہو جاتا ہے یعنی حروفِ مستعلیہ اور رائے غیر مکسورہ۔ حروف مستعلیہ کی تعداد سات ہے۔ جن کی تفصیل متن میں مع امثلہ مذکور ہے یعنی جس کلمہ میں الف ہو اُسی کلمہ میں اُس سے قبل یا بعد متصلاً یا بفاصلہ یک حرف حرف مستعلی واقع ہو تو وہ الف میں امالہ کرنے سے مانع ہوگا اور اس کی موجودگی میں امالہ نہ ہو سکے گا اور اگر دو حرف فاصل ہوں یا حرف مستعلی کا کلمہ اور الف کا کلمہ ایک نہ ہو تو

کو چڑھنا اور بھی قوی ہو جائے گا، اور امکان امالہ کو ختم کردے گا ____

ایسے ہی دو فتحوں کو سمجھ لیں کہ ان دونوں کے اجتماع سے الف میں کافی قوت اپنے سنبھالنے کی بڑھ جائے گی۔ اور یہ دونوں فتحہ اسکے مد اور اسکی فخامت یعنی کمال کو متقاضی ہوں گے، لہٰذا امالہ جو ضدِّ فخامت ہے کہ اس میں الف بوجہ مشابہت رقیق ہو جاتا ہے اس کی پڑی باقی نہیں رہتی۔ ایسی حالت میں امالہ کیجئے تو ایک ساتھ دو فتحوں کا امالہ کرنا پڑے گا۔ اور ایک کسرہ دو فتحوں پر غلبہ نہیں پا سکتا۔

البتہ اگر رائے مکسورہ ہو، جیسے مَرَرْتُ بِحِمَارٍ میں تو وہ مانع امالہ نہیں ہو سکتی، وہ تو خود امالہ کو مقتضی ہے، اس لئے مصنف رحمہ اللہ نے را کے ساتھ غیر مکسورہ کی قید لگائی ہے۔

غرض رائے مکسورہ جو بعد الف متصلاً واقع ہو، اور حروف مستعلیہ جو مانع امالہ ہیں وہ قبل از الف ہوں تو ان موانع کا وجود امالہ کے منع کرنے میں بے اثر رہے گا۔ اور رائے مکسورہ متصلہ تکرارِ کسرتین کے باعث اُن موانع پر غالب رہے گی۔ تکرارِ کسرتین سے مراد وہی دو کسرہ ہیں جو تکرار را کے باعث ماننے پڑے ہیں یعنی جس طرح را کا فتحہ دو فتحوں کے برابر ہے اسی طرح اس کا کسرہ بھی دو کسروں کے برابر ہونا چاہئے، جیسے صَارِفٌ، ضَارِبٌ، خَارِجٌ میں قبل از الف حروفِ مستعلیہ ہیں اور بعد از الف متصلاً رائے مکسورہ ہے۔

اور اگر رائے مکسورہ قبل از حروفِ مستعلیہ واقع ہو، خواہ متصلاً ہو یا بفاصلہ ایک حرف ہو، جیسے فَارِقٌ، مُفَارِقٌ میں، تو رائے مکسورہ کا تقاضائے امالہ کمزور پڑ جائے گا، اور مانع اپنا کام کر جائے گا۔ کیونکہ اس صورت میں امالہ کرنے سے نیچے سے اوپر کو چڑھنا پڑے گا، جو بے حد مشکل ہے۔ برخلاف صورتِ اولی کے کہ وہاں اوپر سے نیچے اترنا ہے جو مقابلۃً سہل ہے واللہ اعلم

اب امثلہ پر نظر کر لیجئے رَاشِدٌ (بھلا اور ہدایت یاب انسان) بَارِعٌ (حسن و جمال یا علم و کمال میں دوسروں سے فائق) راشد میں رائے غیر مکسورہ الف سے

مقدم ہے۔ بارع میں را بعد از الف ہے اور مکسور ہے۔ اول میں امالہ ممتنع ہے اور ثانی میں مرخص ہے۔

استدراک مگر بارع مثال موقعہ کے لحاظ سے صحیح نہیں۔ یہاں تو موانعاتِ امالہ کا ذکر ہے، منجملہ اُن موانعات کے رائے مفتوحہ اور مضمومہ بھی ہے، پھر محل وقوع کے لحاظ سے قبل از الف اور بعد از الف کی دو صورتیں بنتی ہیں۔ اسی وجہ سے مصنف رحمہ اللہ نے حروف مستعلیہ میں ہر حرف کے لئے دو دو مثالیں ذکر کیں۔ تو رائے غیر مکسورہ کی بھی دو مثالیں ہوتیں، بلکہ تین ہونی چاہئے تھیں ایک قبل از الف کی کہ وہاں را کا فتحہ متعین ہے اور دو بعد از الف کی کہ وہاں ضمہ اور فتحہ دونوں کی گنجائش ہے۔ ہم نے بہت غور کیا کہ بَارِعٌ کی مثال کا منشاٗ سمجھیں مگر ہم اس کے سمجھنے سے قاصر رہے۔

خَالِدٌ (نام ہے) خ حروف مستعلیہ میں سے ہے اور الف سے مقدم ہے۔ سَاخِطٌ (ناراض) یہاں خا پس الف واقع ہے اسی طرح تمام امثلہ میں ہر حرف کی پہلی مثال مقدم کی ہے اور دوسری مؤخر کی ——— صَالِحٌ (نیکوکار) فَاصِلٌ (جدا کرنے والا) ضَامِنٌ (ذمہ دار یا کفیل) فَاضِلٌ (بزرگ، فضیلت والا) طَاهِرٌ (پاک) عَاطِلٌ (بے کار) ظَاهِرٌ (کھلا ہوا) نَاظِرٌ (دیکھنے والا یا نگراں) غَالِبٌ (غالب ہونے والا) فَارِغٌ (خالی) شَاغِلٌ (مشغول) قَاهِرٌ (دبانے والا) نَافِقٌ (چلتا ہوا)

﴿قولہ﴾ بعد الَف بفصل یک حرف الخ یعنی بعد الف متصلاً یہ حروف واقع ہوں یا بفاصلہ یک حرف ہوں تو امالہ کے لئے ان کا وجود مانع رہے گا ہم اس کی تفصیل سے فارغ ہو چکے ہیں مصنف نے اپنا مختار بیان فرمایا ہے۔ ہم نے دیگر معتبرات فن کے مطابق وہ تفصیل کر دی ہے۔

بداں کہ ایں موانع در فعل، مانع امالہ نباشد، چوں طَابَ وصَارَ وغَزَا

وصفاومانندِ آں، زیراکہ امالہ در فعل غالب تراست۔ واامالہ رااحکام بسیار است امادریں مختصر بیش ازیں نتواں گفت۔

فعل میں امالہ: جاننا چاہیے کہ یہ موانعات فعل کے امالہ کے لئے مانع نہیں ہوتے، کیونکہ افعال میں امالہ کا عمل غالب تر ہے جیسے طَابَ (اچھا ہوا، لذیذ ہوا بڑھا) یہاں طامستعلیہ موجود ہے اور صَارَ میں صاد اور آخر میں رائے مفتوحہ ہے، غزَا (کفار سے جنگ کی) یہاں غین مستعلیہ موجود ہے۔ صَفَا (خالص ہوا) صاد مستعلیہ موجود ہے اور ان سب میں امالہ جائز ہے۔

﴿فائدہ﴾ اصول اکبری میں تصریح ہے کہ جو الف واو مکسورہ یایاء سے بدلا ہوا ہو، خواہ وہ یا مکسورہ نہ ہو یا وہ الف کسی دوسرے کلمہ میں یائے مفتوحہ سے تبدیل ہو جاتا ہو، تو رائے غیر مکسورہ اور حروف مستعلیہ اس الف میں امالہ کرنے سے مانع نہ بن سکیں گے کیونکہ ان تمام صورتوں میں امالہ کا سبب خود الف کی ذات میں جاگزیں اور متمکن ہے۔ لہٰذا اس پر بیرونی اثرات کمزور رہیں گے۔ گویا الف کی ذات قائم مقام یاء ہونے کے باعث خود امالہ کی متقاضی ہو رہی ہے اور ظاہر ہے کہ ذاتی تقاضہ قوی ہوتا ہے مثلاً خَافَ (ڈرا) رَاحَ (خوش ہوایا صاحبِ راحت ہوا) خاف میں خا حرف مستعلی ہے اور راح میں قبل از الف رائے مفتوحہ واقع ہے اور یہ دونوں موانع امالہ ہیں۔ مگر یہاں ان کا عمل بیکار ہو گیا۔ کیونکہ ہر دو مثال کے الف، واو مکسورہ کا بدل ہیں۔ اصل میں خَوِفَ اور رَوِحَ تھے اور کسرۂ یا کی طرح امالہ کا سبب قوی ہے۔ بلکہ عند البعضَ تو دربارۂ امالہ کسرہ اصل ہے اور یا اس کی فرع ——— طاب (اچھا ہوا) رَانَ (ای غلبَ یعنی غالب ہوا) یہاں بھی پہلی مثال حرف مستعلی کی ہے اور دوسری رائے مفتوحہ کی مگر امالہ صحیح ہے۔ اس لیے کہ یہ الف یا کا بدل ہے۔ اصل طَیَبَ اور رَیَنَ ہے۔ صَفَا میں صاد مستعلی ہے اور الف سے بفاصلہ یک حرف مقدم ہے مگر امالہ جائز ہے کیونکہ یہ الف اگرچہ واو سے بدلا ہوا ہے مگر

تثنیہ اور مجہول کے صیغوں میں یا بن جاتا ہے تثنیہ صَفَیَا اور مجہول صُفِیَ ہے
ــــــــ وُسْطی ، ذکری، یہ دونوں الف تثنیہ اور جمع میں یا ہو جاتے ہیں۔
نوٹ: امالہ کے یوں تو بہت سے احکام ہیں مگر اس مختصر میں اس سے زیادہ کہنے کی گنجائش نہیں۔

والحمد لله حمدًا کثیرًا ، وصلّی اللّٰهُ علی النبی الکریم، وآلہٖ وصحبہٖ وازواجہٖ اجمعین. تمّت

بروز سہ شنبہ بوقت ۹ بجے، چاء سے فراغت کے بعد، ان اوراق کی تسوید سے فراغت ہوئی۔ خداوند کریم برخوردار معین الدین سلمہ کو اس کتاب سے نفع تام پہنچائے اور دیگر طالبان کے لیے مفید بنائے۔

فخر الدین احمد غفرلہ
۱۳ ربیع الاول ۱۳۶۹ھ